خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اکیسویں صدی کا منفرد ماہنامہ

ردا ڈائجسٹ

MAY
2018

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

ماڈل: رائیل فضل
میک اپ: روز بیوٹی پارلر
فوٹو گرافی: موسیٰ رضا

چیف ایڈیٹر

صالحہ محمود

ایڈیٹرز

سعدی محمود جعفری، بلال جعفری

نمائندہ امریکہ، فراز جعفری

E-Mail: irazjafri@aol.com

نمائندہ UAE، عمیر علی جعفری

E-Mail: saprchit@emirates.net.ae

نمائندہ لندن، خواجہ آصف خان

آرٹسٹ: جنید انصار

ردادِ نجست

خط و کتابت کا پتہ

ردادِ نجست

۱۲۶-ڈی-بلاک ۲

پی ای سی ایچ ایس

کراچی

لیگل ایڈوائزر: حمد صدیقی

Medora

Matte Lipsticks

with matching

Nail Enamel

"MATTE LOOK with LASTING COMFORT"

AVAILABLE IN 100 SHADES,
30 Selected Shades are shown here

201 210 216 219 228 241

MATTE LIPSTICK

Medora

Matte never spoiled a trend. Beautiful, Bold, Smooth, Vibrant and classy lip colours. The perfect long wearing matte Formula.

MEDORA OF LONDON for a more beautiful you

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

گوشہ آگہی — صالحہ محمود — ۶

سلسلے وار ناول

عائشہ نے لکھا ہے — عائشہ ذوالفقار — ۱۸۸
عشق کی داستاں جدا — ریحانہ آفتاب — ۱۶۰
زندگی پھول محبت خوشبو — شازیہ مصطفیٰ — ۱۳۰
بانہوں کے حصار میں — قمروش شہک — ۱۰

مکمل ناول

کہو تم سے محبت ہے — ریحانہ آفتاب — ۳۲
زندگی بھر میں تم — [illegible] — ۹۴

ناولٹ

ماں پھر آسرا دے مجھے — سعدیہ عابد — ۶۴
دیکھا ایک خواب — مہرین کنول — ۱۱۸

افسانے

مائے نی — سائرہ مثال — ۷۷
بوجھ — [illegible] — ۱۰۰
حوصلے کی [illegible] — [illegible] — ۱۲۲
[illegible] — [illegible] — ۱۴۸

مستقل سلسلے

ردائے جنت — صالحہ محمود — ۷
[illegible] — [illegible] — ۲۰۲
[illegible] — [illegible] — ۲۱۲
[illegible] — [illegible] — ۲۰۹
[illegible] — [illegible] — ۲۰۶
[illegible] ماہ میں

کچن — ثریا اقبال — ۲۲۲
سنگھار — شہلا مشائق — ۲۲۵
اشعار — نورین ملک — ۲۰۴
دوستوں کے نام پیغام — ادارہ — ۲۲۰
سندیسے — صالحہ محمود — ۲۱۶

www.facebook.com/rida.digest

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری
720 روپے

مئی 2018ء
جلد نمبر 22 شمارہ نمبر 5
قیمت 70 روپے

پبلشر و ایڈیٹر صالحہ محمود نے ابن [illegible] پرنٹنگ پریس [illegible] سے چھپوا کر
مقام اشاعت: 129/ڈی بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس [illegible] سے شائع کیا

انتباہ:-
ماہنامہ "ردا" ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا ویب سائٹ، یوٹیوب چینل یا ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار کسی بھی ناول کی اشاعت پر ادارہ چوری کی ایف آئی آر درج کروائے گا اس لئے پبلشر سے اجازت لینا ضروری ہے ادارہ "ردا" ذمہ دار نہیں ہوگا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

پھر وہی گلہ وہی شکوہ وقت کی آپا تھاپی یوں لگتا ہے کوئی کسی کا ہے ہی نہیں۔ اچھا اچھے چور ڈاکو اچکے دکھائی دیتے ہیں۔ جب حاکم وقت پر ہی بہتان لگ جائے تو چور اچکے ڈاکوؤں سے گلہ کیا کیجیے۔ گرمی سوا نیزے پر اور عوام گرم تپش اور مہنگائی میں جلے گھوم رہے ہیں۔ کیسا سکون، کیسی رُت موسم کی سورج سوا نیزے پر اور خلقِ خدا چیخ رہی ہے۔ ہائے پانا مالیکس..... حاکم وقت اتنے مدہوش کہ کوئی بات نہ ہو جیسے۔ علاج کے بہانے سیر سپاٹے بھی ہو گئے۔ جہاں بے چارگی ناحق پر پیشان ہوئی۔ عمران خان سے پہلے وہاں ان کے دیدار کے لیے شریف زادے وجود تھے۔ واہی ابھی بادلوں کے بیچ ہی تھی کہ ضرب عضب کا ہیرو پکار اٹھا۔ ''دہشت گردی اور کرپشن کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے۔'' خلق خدا ایک آس، امید پر ہی جھوم اٹھی۔ ہر طرف واہ واہ اور امیدیں بڑھ گئیں۔ نوید آئی ہے کچھ اس طرح کہ جیسے جھوم اٹھے بہار کہیں شہر اور گلیاں جو منتظر تھیں کسی غیبی طاقت کی۔ ہمارے آرمی چیف _____ نے جو کہا وہ کر کے دکھایا اور احتساب کا عمل اپنے گھر یعنی آرمی کے ادارے سے کر کے 13 افسران برطرف کر کے ثابت کر دیا کہ محب وطن پاکستانی کیا ہوتا ہے۔ کچھ سندھ کی بھی خبر لیجیے سرکار میری۔

کہ ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے۔

حسب روایت وہی پرانا راگ الاپ رہے ہیں۔ ''را کا ایجنٹ، را کا ایجنٹ'' جس سے عوام بہت بور ہو گئی ہے۔ کان سننے کے لیے اب تیار نہیں لوگو! وقت کی رفتار تھم سی گئی ہو جیسے۔ وہی کوڑا کرکٹ، گندی بوسیدہ گلیاں آہا ہا کار مچی ہے۔

جب رداآپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو مئی کا مہینہ ہوگا اور رمضان عنقریب ہوں گے۔ عید کی تیاریاں رمضان سے پہلے کر لیجیے تاکہ بابرکت مہینہ رمضان میں آپ صرف اور صرف عبادت کر سکیں۔ یہ عبادت کا مہینہ ہے بار بار بازاروں کے چکروں سے بچنے کی کوشش کیجیے۔ ہر کام رمضان سے پہلے نمٹا لیں یہ چھوٹا سا مشورہ ہے مگر گرہ سے باندھ لیں۔ عید سے متعلق آپ اپنی تحاریر، افسانے، اشعار، ڈائری، ذرا پھر سے کہنا جلد از جلد بھیج دیجیے تاکہ ہمارا اسٹاف بھی پرسکون انداز میں رمضان کی تیاری کر سکے۔

آپی

قرآن مجید میں سورۂ بقرہ کی 183، 184 اور 185 اور اس سے آگے 187، 188 آیات میں روزے کے متعلق تفصیلی احکام دیئے گئے ہیں۔ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے امتوں پر فرض کیے گئے تھے۔''

حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ ''روزہ ڈھال ہے لہٰذا روزہ رکھنے والا نہ بے ہودہ بات کرے نہ جاہلوں والے کام کرے۔ اگر اس سے کوئی جھگڑا کرے یا برا بھلا کہے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔''

[illegible] کے دروازوں میں ایک [illegible] ہے۔ اس دروازے [illegible] روزہ دار ہی داخل ہوں گے ان کے سوا اس دروازے سے کوئی نہیں داخل ہو سکے گا۔ اس دن پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جو اللہ کے لیے روزہ رکھا کرتے تھے وہ اس پکار پر چل پڑیں گے اس دروازے سے ان کے سوا کسی اور کا داخلہ نہیں ہو سکے گا۔ جب روزے دار اس دروازے سے جنت میں پہنچ جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر کسی کا اس سے داخلہ نہ ہو سکے گا۔'' روزے کا اجر و ثواب بھی بہت زیادہ ہے آپؐ نے فرمایا۔ ''ابن آدم کے ہر عمل کا ثواب بڑھتا رہتا ہے اسے ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ملتا ہے اور اس سے زائد اللہ جتنا چاہے۔ مگر روزے کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ تو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزے دار اپنی خواہشات اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے۔'' ایک اور حدیث مبارکہ ہے۔ ''روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو اسے افطار کے وقت ملتی ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ملے گی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

رمضان کے تین عشرے ہوتے ہیں، پہلا عشرہ ''عشرہ رحمت''، دوسرا عشرہ ''عشرہ مغفرت'' اور تیسرا اور آخری عشرہ ''عشرہ نجات'' ہے اور رمضان المبارک کے ان تین عشروں میں سے ہر ایک عشرہ دس دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کی قیمتی ساعتوں سے لبریز ان تین عشروں میں عبادات اور تزکیہ نفس کے ذریعے دین و دنیا کی فلاح اور کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس کا پہلا عشرہ رحمت ہے یعنی پہلے دس دنوں میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ دوسرا عشرہ اس کا مغفرت ہے جس میں اللہ تعالیٰ روزہ دار کے گناہ معاف فرماتے ہیں اور تیسرا اور آخری عشرہ عشرہ نجات ہے جو جہنم سے چھٹکارے کا ہے۔''

روزے کا مقصد محض بھوکا پیاسا رہنا نہیں ہے اس حوالے سے رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

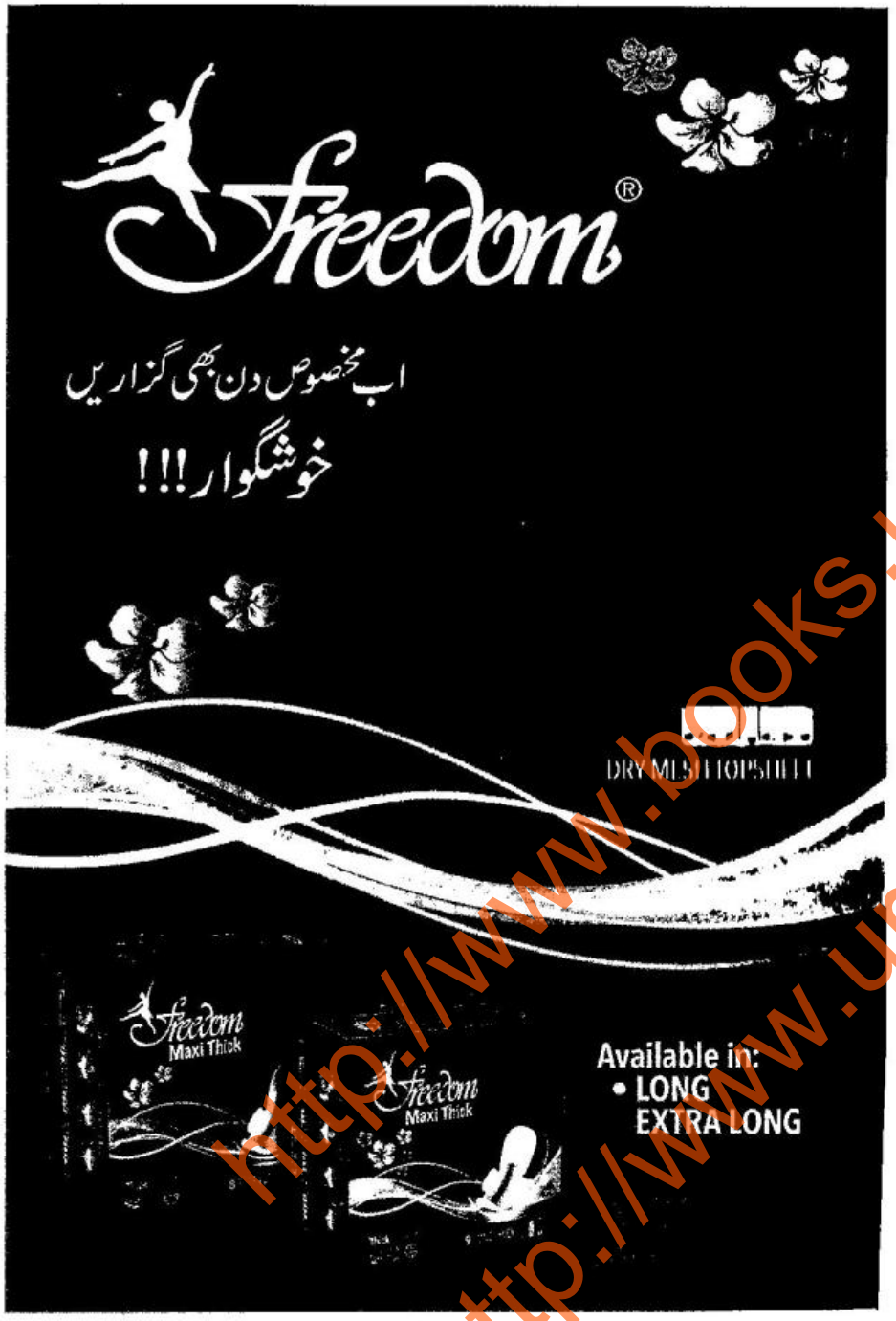

چھوڑا ،تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے"۔(صحیح بخاری)اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:"جو شخص (روزے کی حالت میں) ناجائز کام کرنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔(مشکوٰۃ)ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:"تم میں سے جس کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بے حیائی کی بات کرے،نہ جہالت کا ثبوت دے اور اگر کوئی اس پر جاہلانہ طور پر چڑھ آئے تو اسے یہ جواب دے کہ میں روزے سے ہوں"۔ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:"کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔(مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:"جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے یعنی پوری رات عبادت اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے اور گھر کے لوگوں یعنی ازواج مطہرات اور دوسرے متعلقین کو بھی جگا دیتے تاکہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصہ لیں"۔(صحیح بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:"جو لوگ رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھیں گے ان کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"۔(بخاری و مسلم)رمضان کے مہینے میں اللہ تعالیٰ مومنوں کا رزق بھی بڑھا دیتے ہیں،حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ:"رمضان ایک ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے"۔ماہ رمضان کے تیسرے اور آخری عشرے"عشرہ نجات"کی طاق راتوں میں ہی وہ عظیم رات آتی ہے جسے"شب قدر"کہا جاتا ہے،شب قدر جو ہزار راتوں سے بڑھ کر ہے۔شب قدر کے حوالے سے آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:"یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے،یعنی رمضان کی صرف ایک رات میں عبادت کرنے کا اجر و ثواب اتنا زیادہ ملتا ہے کہ جیسے ایک ہزار مہینوں کی راتوں میں عبادت کی جائے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:"جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے یعنی پوری رات عبادت اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے اور گھر کے لوگوں یعنی ازواج مطہرات اور دوسرے متعلقین کو بھی جگا دیتے تاکہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں اور سعادتوں میں حصہ لیں"۔(صحیح بخاری و مسلم)صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ:یا رسول اللہ! غربت کا زمانہ ہے ہم میں سے ہر ایک کے پاس اتنی چیزیں نہیں کہ ہم کسی کو افطاری کروائیں۔اس پر آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دودھ کا ایک گھونٹ بھی پلایا تو اس کے لیئے یہ بھی ثواب ہے"۔اسی طرح ایک اور حدیث ہے جس میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ:"جس نے رمضان میں کسی شخص کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا تو قیامت کے دن اللہ اسے حوض کوثر کا پانی پلانے کا اس کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے تک کبھی پیاس نہیں لگے گی"۔

حدیث میں ہے کہ:"اس مہینے جس نے کوئی نیکی کا کام کیا یا کوئی نفلی عبادت کی تو گویا اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا"۔

.....☆.....

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

قمروش شہک

بانہوں کے حصار میں

''نکاح پڑھا قاضی!'' عالم شاہ نے قاضی کو حکم دیا تھا۔ صغریٰ جو پھر آگے بڑھ رہی تھی سمندر خان نے ایک الٹے ہاتھ کا اس کے منہ پر تھپڑ جڑا کہ وہ دور جا گری اس کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا تھا۔

''اب اگر اٹھی تو تجھے یہیں زمین میں زندہ گاڑھ دوں گا۔'' سمندر خان نے غیور کے دیکھا تھا۔

پانچ منٹ میں نکاح بھی ہو گیا تھا۔ اربش نور دین نے ارش شاہ بن گئی تھی۔

''یہ شادی نہیں کوئی نکاح نہیں ایک انتقام ہے۔'' ایک بدلے کی آگ۔

قصاص..... سوارہ

کی بھینٹ وہ چڑھ چکی تھی۔

اب یہ زندگی اس کی زندگی نہیں تھی۔ یہ آتی جاتی سانسیں پرائی ہو چکی تھیں۔ دل کی دھڑکتی دھڑکنوں پر اس کو کوئی اختیار نہیں۔ اس کی ہر سوچ کسی کا قرض تھیں۔

اس کی زندگی قرض

اس کی سانسیں قرض

اس کا دل قرض

قسط نمبر 2

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

اس کی سوچ قرض۔ اب اس کو ایک زندہ چلتی پھرتی لاش کی طرح زندگی گزارنی ہوگی۔ جو جہاں موڑ دے وہیں مڑنا ہوگا وہی کرنا ہوگا۔ گونگا بہرا اندھا..... رہ کر اس کو اپنی سانسیں چکانی ہوں گی۔

''یہ دیکھ لے اپنی بیٹی کو آخری بار جو آج سے ابھی سے تیرے لیے مر چکی ہے۔ زندہ ہے مگر پھر بھی زندہ نہیں ہے۔ پوں سمجھ لے کہ تو نے اس کو قبر کے گھپ اندھیروں میں تنہائی میں زندہ دفنا دیا۔'' سالار شاہ نے ڈری سہمی کپکپاتی ہوئی اربش کا بازو بڑی بے رحمی سے پکڑا تھا اور زمین پر پڑی صغریٰ کو گھورتے ہوئے دیکھا تھا۔

نور دین جو اربش کا باپ تھا جھکے کندھے جھکی نگاہیں اور ان آنکھوں میں بے بسی کے آنسوؤں کا ایک شور دیدہ دریلا، دل کی دھڑکنیں تو جیسے بند ہی ہوگئی ہوں۔ زبان تالو سے جا چپکی ہو۔ تو آخر کیا کہے؟ کیا منت کرے کیا التجا کرے کس سے فریاد کرے۔

''کس سے گڑگڑا کے بھیک مانگے کہ میری معصوم بھولی بھالی سیدھی سادھی سی اربش کو [illegible] شاہوں سے چھڑا دے۔'' کوئی تو کچھ بولے

کوئی تو آواز لگائے اس ظلم کے خلاف۔ کوئی تو [illegible] کوئی تو

''نور دین! تو کیوں خاموش ہے بولتا کیوں نہیں..... صغریٰ بھائی ہوئی ہارے ہوئے باپ کے پاس آئی تھی۔

''ختم کرو پنچائیت وغیرہ چلو بھئی سب اپنے اپنے کام دھندوں سے لگ جاؤ۔'' سالار شاہ کی بھاری آواز پورے گاؤں میں گونجی تھی۔

سارے گاؤں والے تیزی سے اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تھے کہ اگر ذرا بھر بھی دیر ہو جاتی تو کہیں وہ لوگ ہی سالار شاہ کی ظلم کی زد میں نہ آجائیں۔

''عالم شاہ! سائیں سمجھاؤ اپنے بیٹے کو اتنا غرور اور تکبر اللہ کی پاک ذات کو پسند نہیں ہے۔'' پنچائیت میں بیٹھے ایک بزرگ نے بہت سوچنے بہت کچھ دیکھنے کے بعد کہا تھا۔

''جو کچھ آگے میں دیکھ رہا ہوں وہ آپ نہیں دیکھ پا رہے۔''

''بس.....'' عالم شاہ نے ہاتھ کے اشارے سے سختی سے انہیں کچھ بولنے سے روک دیا تھا۔

''شکر کرو بابا سائیں! کہ آج میری بیٹی کی موت ہوئی ہے اور اسکی میت حویلی میں ابھی رکھی ہے۔ ورنہ تم ایک کے بعد دوسری سانس بھی نہ لے رہے ہوتے۔'' عالم شاہ اپنی شال جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔

شالار شاہ اس بے جان لاش کو گھسٹتا ہوا لے جا رہا تھا جس کی نظریں اپنے ماں باپ پر جمی ہوئی تھیں پتہ نہیں وہ اب دوبارہ کبھی انہیں دیکھ بھی پائے گی یا نہیں۔ ان کھلی فضاؤں میں سانس بھی لے پائے گی یا نہیں۔ وہ ایسی قیدی بن گئی ہے جسے تاعمر زندان میں ڈالا جا رہا ہے۔ اے سولی پر نہیں لٹکائیں گے بس قید کر دیں گے۔ وہاں جہاں اس کا کوئی رشتہ نہیں ہوگا۔ کوئی رشتے دار نہیں ہوگا اس کے ماں باپ نہیں ہوں گے۔

سالار شاہ نے اربش کو اپنی بلیک جیپ میں پھینکنے کے سے انداز میں اندر دھکیلا تھا۔ اربش دروازے کے شیشے سے چپک گئی تھی اپنا ہاتھ اس نے کانچ کی کھڑکی پر رکھ لیا تھا۔ اور الوداعی نظریں صغریٰ اور نور دین پر ٹکی ہوئی تھیں۔

''نہیں چھوڑ دو میری دھی رانی کو۔ تم کو خدا کا واسطہ ہے میری معصوم سی اربش کو چھوڑ دو۔''

صغریٰ تیزی سے آگے بھاگی تھی۔ بہت دور تک وہ سالار شاہ کی جیپ کے پیچھے بھاگی تھی۔ مگر جیپ سے اڑتے دھوئیں اور دھول کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں آیا تھا۔

''مت لے کر جاؤ میری دھی کو مجھے واپس کر دو۔'' وہ وہیں مٹی میں بیٹھتی چلی گئی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی [illegible] میں مٹی بھری اور خود پر ڈالنے لگی اپنے سر پر اپنے چہرے پر۔

''یا اللہ'' صغریٰ آسمان کی طرف منہ کر کے بہت زور سے چیخی تھی۔

[illegible] سلمیٰ اور ثمینہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی تھیں۔

[illegible] پاگل ہوگئی ہے۔'' سلمیٰ نے صغریٰ کو ہاتھ پکڑ کے اٹھایا تھا۔

☆.....☆

[illegible] حویلی میں آرکی تھی۔ سمندر خان تیزی سے فرنٹ ڈور کھول کر نیچے [illegible] سالار شاہ نے دروازے سے چپکی سہمی ہوئی اربش کا [illegible] بے دردی سے پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ ہی باہر کی جانب گھسیٹ لیا تھا۔ مضبوط قدم زمین [illegible] وہ حویلی کے اندر بڑھنے لگا تھا۔ جہاں ضویا شاہ کی میت رکھی ہوئی تھی۔ اس کمرے میں خاندان [illegible] اکٹھے ہو گئے تھے۔ چوہدرائن زبیدہ جہاں کا تو رو رو کر برا حال تھا کچھ رشتے دار خواتین نے [illegible] سنبھالا ہوا تھا۔ عائقہ الگ اپنی بہن کی جوان موت پر بکھری جا رہی تھی آنکھوں سے [illegible] کھائی ہوئی تھی۔ ضویا شاہ کا جو صدمہ لگا تو وہ تو تھا مگر جب سالار شاہ کے [illegible] کی بہن، جس نے ضویا شاہ کو کنویں میں دھکا دے کر مارا تھا تو دل اور تڑپ اٹھا [illegible] اس لڑکی کے ساتھ تو عائقہ نے تو منہ ہی پھیر لیا کرنا تو یہ ہی چاہیے [illegible] میں گاڑ دیں مگر کیا کیا نکاح کر کے اس کو حویلی ہی لے آئے۔

[illegible] لفن میں کپکپاتی لاش کے پاس دھکا دیا تھا۔ اربش سیدھی [illegible] ہمت نہیں تھی کہ نظر اٹھا کے کسی کو دیکھ ہی لیتی۔ زبیدہ [illegible] علی شاہ بھی دوڑا آئے تھا۔ اس کو بھی سالار شاہ کی اس [illegible] بالکل سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ اس نے سر کو جھٹکا دے کر ہی کپکپاتی سی اربش کو دیکھا تھا۔

''دفع کر دے اس کو میرے سامنے سے سالار شاہ! ورنہ ایسا نہ ہو کہ اس حویلی سے ایک نہیں دو میتیں اٹھیں۔'' زبیدہ جہاں نے اپنی رشتے دار خواتین کو دھکیلا اور ایک زوردار ہاتھ اربش کے ناتواں شانے پر مارا تھا کہ وہ بچاری کمزوری پیچھے کی جانب لڑکھ گئی تھی۔

''سالار لالہ! آپ نے اچھا نہیں کیا ہم تو ویسے ہی بہت غم میں ہیں دل زخم زخم ہے جو شاید ہی کبھی [illegible] اس پر آپ نے اس لڑکی سے نکاح کر کے ہمیں مزید زخمی زخمی کر دیا۔'' عائقہ نے زخمی مگر شکایتی نظروں سے سالار شاہ کو دیکھا تھا۔

''شاہ لالہ! یہ سب کیا ہے کیوں کیا آپ نے ایسا۔'' علی شاہ عائقہ کے پاس آیا اور سالار شاہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

''ضویا شاہ کا خون اس کی زندگی اتنی سستی نہیں تھی کہ بنا سوچے بنا کچھ سمجھے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اس کا درد اس کی تکلیف اس کی چیخیں اس حویلی کی ایک ایک اینٹ سے سنائی دے رہی ہیں

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

مجھے۔ جتنی اذیت بھری موت اس کو دی گئی ہے اس کا کفارہ اب یہ لڑکی اپنی آخری سانس تک چکائے گی۔ میں اس کو مار کر ایک جھٹکے سے کیسے ضویا شاہ کا بدلہ لے لوں۔ میں ایسا دوں گا کہ اس گاؤں کا ایک ایک فرد اس کی تکلیف پر تڑپ اٹھے گا۔ وہ درد ملے گا کہ اس کا جسم ہی نہیں روح تک بلبلا کر رہ جائے گی۔ اتنی آسان موت کیسے دے سکتا ہوں میں اس کو۔'' سالار شاہ کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اس کا رواں رواں بدلے کی انتقام کی آگ میں جل رہا تھا سلگ رہا تھا۔

کچھ لمحوں کے لیے تو علی شاہ بھی اندر تک کانپ کر رہ گیا تھا۔ سالار شاہ اس وقت ایسا بپھرا ہوا شیر بنا ہوا تھا کہ اگر کوئی اس کے راستے میں آیا وہ اس کو چیر پھاڑ دے گا اس کے وجود کا ریشہ ریشہ کر دے گا۔

''زندگی کیا تھی اور زندگی کیا ہے تیری، تیرے ادراک اس کا اب تجھے ہوگا تیری بہن کا کیا گیا جرم اس کا قصور اس کی یہ غلطی۔ اس کی سزا تو بھگتے گی۔'' سالار شاہ نے اپنی چوڑی مضبوط ہتھیلی میں اربش کے بالوں کو بری طرح جکڑ کے اپنے مقابل کھڑا کیا تھا۔

''اور جب تک تو اپنی اس بے غیرت گم ذات بہن کا پتہ نہیں بتا دیتی اس وقت تک تجھ پر ہر سکون حرام ہو جائے گا تیری یہ آنی جانی سانسیں ہی تجھ پر بھاری پڑ جائیں گی۔'' سالار شاہ نے اتنی بری طرح اس کو دھکا دیا کہ آئرن کے صوفے سے ٹکراتی ہوئی وہ نیچے گری تھی۔ آئرن کے صوفے کا کونا اس کی پیشانی پر لگا تھا جہاں سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا تھا مگر کسی کو کیا پرواہ وہ لوگ تو شاہ لوگ تھے اور پھر اربش قصاص میں ہی تو آئی تھی یہاں بھلا کون اس پر ترس کھائے گا کون ہمدردی کرے گا یہاں تک کے حویلی کے نوکروں کی بھی مجال نہیں کہ ان کے دل میں اربش کے لیے معمولی سی بھی ہمدردی پیدا ہو سب دور کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔

''رحمت لے کر جاؤ۔'' علی شاہ نے اشارے سے اربش کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔ ضویا شاہ کی سفید کفن میں لپٹی لاش رکھی تھی وہ چاہتا تھا جلد از جلد ضویا شاہ کی تدفین ہو جائے۔ وہ بچاری تو ویسے ہی بہت اذیت میں مری تھی مزید اس کو رکھ کے اس کی روح کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

رحمت تیزی سے آگے بڑھی اور ادھ مری سی اربش کو آرام سے اٹھا کے اپنے کوارٹر میں لے گئی تھی۔

ضویا شاہ کے جنازے کو اٹھایا گیا ایک کہرام سا مچ گیا۔

''میری بچی میری شہزادی مت لے کر جاؤ میری پری کو۔''

جو بھی ہے جیسی بھی تھیں مگر زبیدہ جہاں تھیں تو ایک ماں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ان کے اندر سے ان کا دل نکالا جا رہا ہے ان کا کلیجہ کوئی نوچ کے لے جا رہا ہے مگر دل کو مضبوط کر کے بہت سا حوصلہ مجتمع کر کے علی شاہ سالار شاہ اور عالم شاہ نے اس کا جنازہ اٹھایا تھا۔ زندگی میں پہلی بار عالم شاہ کا دل تڑپا ہوگا آنکھوں میں آنسو آئے ہوں گے جس چہیتی لاڈلی شہزادیوں کی آن بان شان رکھنے والی بیٹی کو سرخ جوڑے میں اس کو ڈولی میں بٹھا کے اس کے سسرال رخصت کرنے کے خواب دیکھے تھے آج وہ اسی بیٹی کو سفید کفن پہنا کے چار کندھوں پر اٹھائے قبرستان لے جا رہے تھے جہاں سے وہ کبھی نہیں آئے گی۔

عالم شاہ کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے ریزہ ریزہ ہو گئے تھے۔ ضویا شاہ کی موت ابھی نہیں آئی تھی اس کو ابھی نہیں مرنا تھا۔ ابھی تو وہ بہت چھوٹی تھی۔ زندگی کی کوئی رعنائی خوشی اس نے نہیں دیکھی تھی۔ لیکن یہ جس کی بھی وجہ سے ہوا ہے جو بھی ضویا شاہ کی موت کا ذمہ دار ہے وہ اس کو بخشیں گے نہیں کبھی

معاف نہیں کریں گے۔ چاہتے تو وہ یہ ہی تھے کہ جس طرح ضویا شاہ کو کنویں میں دھکا دے کر مارا گیا ہے بالکل اسی طرح وہ اس لڑکی کو بھی مار دیں اس گہرے کنویں میں پھینک دیں لیکن سالار شاہ نے اس لڑکی سے نکاح کر کے سارا کام خراب کر دیا تھا۔'' سالار شاہ کے اس نکاح کرنے کے پیچھے کیا مقصد ہے وہ نہیں جانتے وہ کیا سوچ رہا ہے۔ ان کو کچھ علم نہیں۔ جانتے تھے تو صرف اتنا کہ وہ دشمن کو گھر لے آیا ہے اور اس دشمن کو دیکھ دیکھ کر ان کا خون کس قدر کھولے گا اس کا اندازہ سالار شاہ نہیں لگا سکتا۔

عالم شاہ کی آنکھوں سے چند موتی ٹوٹے اور ضویا شاہ کی قبر میں جذب ہوتے چلے گئے۔

☆.....☆

''صغریٰ! بس کر دے مت رو اتنا مر جائے گی۔'' سلمیٰ نے روتے ہوئے سمجھایا اور جو اس گھر پر قیامت ٹوٹی تھی ہر شخص دکھی اور غمزدہ تھا مگر مجبور تھے کہ کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

صغریٰ کو دلاسہ دینا اس سے ہمدردی جتانا ان سب کا مطلب حویلی کے شاہوں کے خلاف جانا تھا سبھی اپنے اپنے گھروں میں گھسے ہوئے تھے۔ سلمیٰ اور ثمینہ بھی بہت چھپ کر اور احتیاط سے صغریٰ کے گھر پر آئی تھیں پرانی محلے داری کے علاوہ سلمیٰ اور صغریٰ آپس میں گہری سہیلیاں بھی تھیں۔

''کیسے چپ ہو جاؤں سلمیٰ! میرے دل میں جھانک کر دیکھ آگ لگی ہوئی ہے میرا کلیجہ چھلنی چھلنی ہو رہا ہے۔ میرے دل کے ٹکڑے مجھ سے بچھڑ گئے۔ ایک بیٹی کو بچانے کے چکر میں اپنی دوسری سیدھی سادھی بیٹی کو آگ میں دھکیل دیا۔ وہ اربش کو مار دیتے کنویں میں پھینک دیتے کچھ بھی کرتے مگر میرے سامنے میری خوشی خوشی کو منوں مٹی تلے دفنا دیتی اور اف تک نہ کرتی مگر جو موت جو سزا لمحہ لمحہ کی [illegible] وہ میرے سامنے مر جاتی میری نظروں کے سامنے قبر کی [illegible] جاتا میرے دل کو مگر اب ایک ایک پل میں مرے گی اور [illegible]'' صغریٰ کی ہچکیاں بندھ گئی چارپائی پر بیٹھا [illegible] سلمیٰ اور ثمینہ [illegible] تھا۔ ثمینہ نے دکھ سے اس باپ کو دیکھا تھا جو اپنی بیٹیوں کو اس قدر چاہتا تھا۔ ''سالار شاہ بہت ظالم ہے سلمیٰ مجھے لگتا ہے وہ اربش پر قہر بن کر ٹوٹے گا۔ ظلم کی آخری انتہا تک ظلم کرے گا وہ اربش کو مرنے دے گا نہیں اس کی سانسیں اس کی زندگی اس پر حرام کر دے گا۔ قصاص میں جانے والی لڑکیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان کی حویلی کی نوکرانیوں کے ساتھ تو لے بھر کی پھر بھی رعایت برتی جائے گی مگر قصاص میں جانے والی لڑکیوں کو غلام سے بھی بدتر سزا دی جاتی ہے۔ یا اللہ! کیسے لاؤں میں واپس اپنے جگر گوشوں کو اپنی چہکتی چڑیوں کو اپنے آنگن میں واپس..... کس کی نظر لگ گئی۔'' آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

''زمین پر ظلم کرنے والے بھول گئے خالہ! کہ ہم سب کا بادشاہ رب سائیں اوپر سات آسمانوں میں بیٹھا ہے وہ سب دیکھ رہا ہے سب جانتا ہے اس کے قہر سے اس کے عذاب سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ کوئی تو..... کوئی تو اس زمین پر ضرور پیدا کیا ہوگا رب سائیں نے جو اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائے گا۔''

ثمینہ نے صغریٰ کو اپنے گلے سے لگا لیا وہ بلک بلک کر رو رہی تھی اس کا رونا تڑپنا دیکھا نہیں جا رہا تھا ہنستا بستا گھر اجڑ کر رہ گیا تھا۔

''بس چپ کر جا اور رب سائیں پر بھروسہ رکھ یہ لے پانی پی۔'' سلمیٰ مٹکے سے پانی کا گلاس بھر کے

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

لے آئی۔

''نہیں پی سکتی، کچھ بھی حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ایک ماں سے اس کی اولاد چھین لی گئی ہے اس پر زندگی کا ہر سکھ سکون، کھانا پینا حرام ہے۔'' صغریٰ نے وہ پانی کا گلاس پرے دھکیل دیا۔ سلمیٰ اس کا دکھ اس کا غم اچھی طرح سمجھتی تھی بلکہ اپنے اندر محسوس کر رہی تھی۔

''بس کر دے صغریٰ مت رو سمجھ لے رب سوہنے نے ہمیں اولاد کی نعمت سے نوازا ہی نہیں تھا۔'' بہت دیر بعد نوردین نے کہا تھا اور کس دل سے کہا تھا یہ وہ ہی جانتا تھا اور اللہ رب العزت کی پاک ذات۔

''تو بول سکتا ہے نوردین کیونکہ تو باپ ہے مگر میں ماں ہوں جس نے نو مہینے تک اپنے اندر اپنی کوکھ میں رکھ کے انہیں جنم دیا اپنا دودھ اپنا خون پلا کر انہیں بڑا کیا انہیں اپنی نظروں کے سامنے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھا انگلی پکڑ پکڑ کے چلانا سکھایا ہے۔ ان کا ہر طرح خیال رکھا ہے معمولی سا کانٹا بھی لگنے نہیں دیا ہے وہ میرے جگر گوشے میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرا سکھ سکون میرا چین تھیں وہ میری آنکھ کا تارا میری راج دلاریاں میری بلبل تھیں اور تو اتنی آسانی سے کہہ رہا ہے کہ میں بے اولاد تھی۔ بہت اچھا بولا ہے تو نے نوردین۔'' صغریٰ نے چھبتی ہوئی شکایتی نظروں سے اس کو دیکھا تھا۔

''خالہ! ایسا تو نہ بول کاکا بھی جان دیتا تھا اربش اور انشراح پر۔'' ثمینہ جھٹ سے بولی تھی مگر نوردین کو برا قطعی نہیں لگا وہ سمجھ سکتا تھا اس کا درد مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا۔

''خالہ! جو ہونا تھا ہو چکا جانتی ہوں اربش کا دکھ بہت بڑا دکھ ہے جو بھلائے نہیں بھلایا جائے گا مگر انشراح کا سوچ تو ایک کام کر شہر چلی جا۔'' صغریٰ تیزی سے ثمینہ سے پیچھے ہٹی تھی۔

''انشراح کو میں نے اپنے رب سوہنے کے حوالے کر دیا ہے اس کی حفاظت کی ذمے داری وہی کرے گا۔ وہی میری انشراح کو ہر غم ہر دکھ سے بچائے گا قدم قدم پر اس کا ساتھ دے گا۔ یہاں میری لاش ہے میں اپنی اربش کو یہاں واپس لاؤں گی حویلی کی دوزخ سے رہائی دلاؤں گی۔'' وہ عجیب بہکی بہکی باتیں کرنے لگی تھی۔ ثمینہ اور سلمیٰ نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور نوردین کو جو اب باہر کی جانب جا رہا تھا۔ اس کے جھکے ہوئے کندھے ہارے ہوئے قدم اجڑی لٹی پٹی حالت نے جیسے رواں رواں کھینچ لیا ہو۔ دل اندر سے کانپ کر رہ گیا تھا۔

☆.....☆

''رائب یار! ایک بار پھر سوچ لو ہم یہ ٹھیک تو کر رہے ہیں نا۔'' ایک ہزار کا پوچھا گیا سوال دائم پھر سے کر رہا تھا۔

اس کے دل کا ڈر خدشہ کسی طور ختم نہیں ہو رہا تھا۔

''حد ہے منزل تک پہنچ گئے ہو مگر ڈر و خوف کے سائے ہیں کہ کسی طور کم نہیں ہو رہے تم سے اچھی تو انابیہ ہے ڈر کا معمولی سا شائبہ تک نہیں ہے چہرے پر۔'' رائب ملک نے اپنے برابر میں بیٹھے دائم کو گھورا۔

''وہ اس لیے رائب ملک کیونکہ میں کسی سے ڈرتی نہیں ہوں جو کرتی ہوں ڈنکے کی چوٹ پر کرتی ہوں پیار بھی کیا تو دیکھ لو ایک زمانے سے ٹکر لے کر اپنی محبت کو پانے چلی ہوں۔ گھر پر میری بارات بیٹھی ہے اور میں یعنی دلہن یہاں کورٹ کے سامنے کھڑی ہے۔''

''یہ ہوتی ہے بہادری۔'' رائب ملک نے فخر سے انابیہ کو دیکھتے ہوئے دائم پر طنزیہ نظر ڈالی۔

''اچھا اچھا بس زیادہ طعنے تشنے مارنے کی ضرورت نہیں ہے ہو جاتا ہے [illegible] پہلا ایکسپرینس ہے۔

''میرا تو شاید یہ دوسرا تیسرا گھر سے بھاگنے کا ایکسپرنس ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے [illegible] بھاگنے کا شوق ہے مجھے۔'' انابیہ نے نہایت گھور کے دائم کو دیکھا تھا۔ جس پر جہاں رائب ملک ہولے سے ہنس دیا وہیں دائم سر کھجا کے سر نیچے کیے مسکرا دیا۔

''اب باہر بھی نکلنا ہے یا یہیں کسی کے آنے کا انتظار کرنا ہے۔'' انابیہ اپنا بھاری بھرکم شرارہ سنبھالتی نیچے اتری تھی۔

''میں دبئی سے یہاں ارجنٹ صرف تم دونوں کے لیے آیا ہوں صرف تیری ہمت بندھانے مگر تجھے دیکھ کر لگ رہا ہے شاید غلطی کر دی جو کانفیڈنٹ تیرے چہرے پر ہونا چاہیے تھا۔ وہ انابیہ کے چہرے پر ہے۔ تجھے پتہ ہے ابھی تک ماما جان کو بھی اپنے یہاں آنے کی اطلاع نہیں دی ہے میں نے۔ قسم سے دل تو شدت سے کر رہا ہے ایک کک لگا کے تجھے اپنی گاڑی سے باہر پھینک دوں مگر کیا کروں برسوں کی دوستی آڑے آ گئی۔''

''رائب! دل تو میرا بھی چاہ رہا ہے مگر دل نادان ہے نا کیا کریں مرتا ہے ان پر۔'' انابیہ نے ہی دائم کے سائیڈ کا ڈور کھولا تا کہ وہ باہر نکلے۔ رائب ملک باہر نکل چکا تھا گاڑی کو لاک کرنے لگا۔

''سنا لو خوب دل بھر کے سنا لو مگر میں بھی پٹھان ہوں۔''

''اور یہ پٹھان خون جوش نہیں مارتا۔'' انابیہ نے اپنا حنائی ہاتھ آگے بڑھایا۔

''مگ جو بھی ہے جیسا بھی ہے، ہے تو میرا میری محبت۔'' انابیہ کے خوب صورت چہرے پر دلفریب مسکراہٹ رینگ گئی تھی۔ دائم نے اس کا حنائی ہاتھ تھام لیا وہ اس کی محبت کا ہی تو دیوانہ تھا۔

''آئی ایم پراؤڈ آف یو کہ میرے اتنے اچھے دوست ہیں۔'' رائب ملک نے دونوں کو دیکھا۔

''چلیں۔''

''ویسے ایک بات ماننی پڑے گی پٹھان خان نے۔''

''وہ کیا؟'' دائم نے رائب ملک کو دیکھا۔

''تم نے اپنے قبیلے والوں کے نام کو پانی میں ڈبو دیا۔'' رائب ملک کا اشارہ دائم نے سمجھا نہیں مگر اس کی آنکھوں کے اشارے پر دائم نے اپنا ہاتھ دیکھا جو انابیہ کے حنائی ہاتھوں میں مقید تھا۔ رائب ملک کی بات کا مطلب وہ اب سمجھا تھا۔ تو اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے انابیہ کا حنائی ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹایا۔ انابیہ نے اس کی یہ کارروائی ناسمجھی کی کیفیت میں دیکھی تھی۔ دائم نے اس کا حنائی ہاتھ اپنی چوڑی ہتھیلی میں قید کر لیا تھا۔

''شاباش میرے پتر پٹھان۔'' رائب ملک نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ تینوں ہنستے مسکراتے خوشی خوشی کورٹ میں داخل ہو رہے تھے کہ ایک لڑکی پیچھے سے بھاگتی ہوئی رائب ملک کے کسرتی بازو کا حصہ بنی تھی۔ رائب ملک نے اس لڑکی کو دیکھا۔

''مجھے بچا لیں خدا کے لیے مجھے بچا لیں۔ یہ لوگ میرے پیچھے پڑے ہیں۔'' تینوں کی نظریں سامنے سے آتے ان چار آدمیوں کی جانب تھیں جو اپنی شکل وصورت اور رہن سہن سے اوباش اور بدمعاش قسم کے لگ

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

رہے تھے وہ بھاگتے ہوئے انشراح اور رائب ملک کے کچھ فاصلے پر آ رکے تھے۔

''یہ میرے شوہر ہیں اب بکواس کرو جو کرنی ہے ورنہ ایک ہاتھ بھی لگایا نا تو یہ تم لوگوں کو چیر پھاڑ کے رکھ دیں گے۔'' انشراح نے مضبوطی سے رائب ملک کا بازو تھامے کہا تھا۔ رائب ملک کے ساتھ ساتھ دائم اور انابیہ نے بھی انشراح کی اس دیدہ دلیری کو بغور دیکھا تھا۔

''کیا.....؟'' اس سے پہلے کہ دائم کچھ کہتا رائب ملک نے ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے کچھ بولنے سے روک دیا تھا۔

''سنیں جی آپ کچھ کہتے کیوں نہیں ہیں۔'' رائب ملک نے ایک لمبا سانس کھینچا اور اپنا بازو انشراح کے نازک شانے پر دراز کر دیا۔

''ٹھیک کہتی ہے یہ لڑکی میری بیوی ہے یہ تم لوگوں کا احسان ہے جو اس کو میرے پاس لے آئے۔''

''ہم جانتے ہیں تم جھوٹ بول رہے ہو تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ سیدھے شرافت سے اس لڑکی کو ہمارے حوالے کر دو۔'' ایک موٹا فربہ جسم کا آدمی آگے بڑھا۔

''اور اگر نہ کروں تو؟''

''تو ہمیں بھی اپنا کام بخوبی کرنا آتا ہے پکڑو لڑکی کو۔'' اور اس سے پہلے کہ وہ لوگ انشراح کی جانب بڑھتے رائب ملک نے اپنی لمبی چوڑی ہتھیلی کا مضبوط مکا بنا کر اس کے منہ پر جو مارا وہ سیدھا پیچھے زمین پر گرا تھا منہ اور ناک پھٹ چکا تھا خون فوارے کی طرح ابل پڑا تھا۔ باقی جو لوگ کھڑے تھے وہ اپنے ساتھی کی ایسی حالت دیکھ کر واپس پلٹ کر تیزی سے بھاگے تھے۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ۔'' انشراح تیزی سے رائب ملک سے الگ ہوئی تھی۔ انشراح کو رائب ملک کا اپنے شانے پر ہاتھ رکھنا برا اور ناگوار تو لگا تھا مگر پوزیشن کچھ ایسی آ گئی تھی بات جان سے زیادہ عزت آبرو پر بن آئی تھی۔

''ارے رے ابھی مت جانا وہ لوگ زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے اور پھر ان لوگوں کو شک بھی ہو گیا تھا کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔''

''اچھا۔'' انشراح شش و پنج میں پڑ گئی تھی۔

''مگر وہ لوگ تو اس طرف گئے ہیں نا میں اس طرف سے چلی جاتی ہوں۔ وہ لوگ یہاں نہیں ہوں گے۔'' انشراح کے دل میں ایک ڈر سا تھا جو بیٹھ گیا تھا۔

''یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ وہ لوگ اس طرف نہیں ہوں گے۔ وہ لوگ چار ہیں ہو سکتا ہے چاروں طرف پھیل گئے ہوں۔'' دائم نے رائب ملک کو ایک ٹھوکا مارا تھا۔ رائب ملک نے دائم کی جانب دیکھا دائم نے اشارے سے پوچھا۔

''کیا ہو گیا؟''

''چپ.....'' رائب ملک نے آنکھ کے اشارے سے اس کو چپ کرایا۔ انابیہ نے دائم سے پوچھا تو اس نے دونوں کندھے اچکا کے لاعلمی کا اظہار کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ رائب ملک کیا سوچ رہا ہے اور اس لڑکی سے کیا چاہ رہا ہے جانے کیوں اس کو ہراساں کر رہا ہے۔ انشراح کے چہرے پر فکرمندی اور خوف کے سائے واضح محسوس کیے جا سکتے تھے۔

''اب میں کیا کروں؟'' وہ زیرلب بولی مگر رائب ملک کی تیز سماعت سے اس کی بڑبڑاہٹ محفوظ نہیں رہ سکی تھی۔

''ایک کام کرو ابھی فی الحال میرے ساتھ اندر چلو۔''

''آپ کے ساتھ؟'' وہ گھبراہٹ کا شکار ہونے لگی۔

''ارے گھبراؤ نہیں دیکھو میرے فرینڈز بھی میرے ساتھ ہیں۔''

''چلو.....آؤ۔'' انابیہ نے رائب ملک کو گھورتے ہوئے انشراح کا ہاتھ تھاما تھا۔ جتنی جلدی وہ چاہ رہی تھی کہ نکاح ہو جائے اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔ ایک سے بڑھ کر ایک مصیبت کھڑی ہو رہی تھی۔ اتنے مشکل سے وہ اپنے عروسی جوڑے میں گھر سے بھاگی کورٹ پہنچی تو یہ نیا گھڑاک۔

انابیہ کے ہمراہ انشراح اندر داخل ہوئی تھی۔

خیریت تو ہے یہ معاملہ کیا ہے۔'' دائم نے شوخی سے پوچھا۔ رائب ملک کی نظروں میں پسندیدگی کے رنگ تو وہ دیکھ ہی چکا تھا۔

''ابھی سمجھ میں آ جائے گا آگے آگے دیکھتے جاؤ۔'' رائب ملک نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پیپرز تیار تھے جس پر دائم اور انابیہ کو دستخط کرنے تھے پندرہ منٹ کی کارروائی میں وہ دونوں شادی کے مقدس بندھن میں بندھ چکے تھے

''ایک اور میرج پیپر تیار کیجیے۔''

''رائب!'' دائم نے شاکنگ کیفیت میں اس کو دیکھا، انابیہ کی بھی یہی حالت تھی۔

''شش.....'' رائب ملک نے انگلی کے اشارے سے چپ کرا دیا۔

''تمہیں دستخط کرنے آتے ہیں۔'' رائب نے خاموش بیٹھی انشراح سے پوچھا تھا۔

''جی آتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے، پیپرز تیار ہو گئے۔''

''جی!''

''پلیز آپ کو اپنے دفتر میں ایک اور کورٹ میرج کرانی ہوگی۔''

''نو پرابلم ہمارا تو یہی کام ہے۔ لیجیے یہاں اپنے اور اس خانے میں لڑکی کے دستخط کرا لیجیے۔'' آفیسر نے میرج پیپرز رائب ملک کی جانب بڑھائے جو اس نے مسکراتے ہوئے تھام لیے تھے اور پین سے اپنے نام کے دستخط کرنے کے بعد انشراح کو پین تھمایا اور پیپرز اس کے آگے رکھے۔

''یہاں اپنے دستخط کرو۔''

''مگر کیوں..... کس لیے؟'' انشراح نے معصومیت سے پوچھا تھا۔ پہلی بار شہر آئی تھی، یہاں کے طور طریقے رہن سہن کچھ نہیں جانتی تھی۔

''وہ اس لیے کہ ان کے بعد تمہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا کوئی تمہارا پیچھا نہیں کرے گا۔'' رائب ملک نے اس کی گلابی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

''آپ سچ کہہ رہے ہیں؟''

''چاہے تو آزما لینا۔'' اور پھر انشراح نے ان پیپرز پر اپنے نام کے دستخط کر دیئے وہ انشراح رائب

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Pidadigest.com

چند ہی لمحوں میں بن چکی تھی۔

''گڈ گرل!'' رائب ملک نے وہ میرج پیپرز اپنے پاس محفوظ کرلیے اور انشراح کو نرم نظروں سے دیکھتا ہوا دائم کی جانب بڑھا۔ دائم اور انابیہ تو پہلے ہی اس کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ دائم نے دانت بھینچتے ہوئے اس کا کسرتی بازو پکڑا اور ایک سائیڈ میں لے آیا، انابیہ بھی اس کے پیچھے چلی آئی۔

''یہ کیا حرکت ہے تم جانتے ہو اس لڑکی کو، کون ہے کہاں سے آئی ہے وہ آدمی اس کے پیچھے کیوں پڑے تھے اس کا ماضی وغیرہ۔ ایسے ہی کسی لڑکی سے تم نکاح کیسے کرسکتے ہو۔''

''اور مجھے تو ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے یہ نہیں ہم اس کے نکاح میں شامل ہونے آئے ہیں۔'' انابیہ کو بھی رائب کی یہ نرالی منطق کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔''

رائب ملک ان دونوں کو دیکھ کر دھیرے سے ہنس دیا اور ایک نظر پیچھے پلٹ کر دیکھا انشراح ابھی بھی خاموش پریشان سی بیٹھی تھی۔ اس کی نظریں رائب ملک پر ہی تھیں۔ رائب ملک نے اس میدے جیسی رنگت والی لڑکی کو پیار بھری نظروں سے دیکھا تھا اور ایک مسکراہٹ اس پر ڈالتا ہوا دائم کو دیکھنے لگا تھا۔

''ماما جان نے میرے لیے اپنی بھانجی کو پسند کیا ہے جسے میں نے ابھی تک فیس تو فیس نہیں دیکھا مگر فیس بک پر جب اس کی آئی ڈی دیکھی تو مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ کس مزاج کی لڑکی ہے اور کم از کم مجھے تو اس طرح کی لڑکیاں قطعی پسند نہیں ہیں۔''

''مطلب..... یہ بات تو نے ہمیں پہلے تو نہیں بتائی۔''

''یار! میں ماما جان کو جانتا ہوں انہوں نے مجھے یہاں پاکستان اسی لیے بلایا تھا تاکہ میں ان کی بھانجی سے شادی کرلوں۔''

''ہاں تو ان سب میں اس لڑکی سے نکاح کا کیا تعلق ہے۔'' دائم نے تنک تیور سے پوچھا۔

''ہونا پٹھان، عقل تو کبھی استعمال نہیں کرنا۔''

''رائب! یہ عقل ہی نہیں دل بھی استعمال نہیں کرتا ہے۔'' انابیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا کرتا ورتا استعمال کررہی ہو تم۔ شوہر ہوں تمہارا آپ سے بات کرنا سیکھو مجھ سے۔'' دائم نے تپ کر کہا۔

''چلو جی خان صاحب کو جوش آگیا۔'' رائب ملک نے دائم کے چوڑے شانے پر ہاتھ مارا۔

''میں تو پہلے ہی کہتی تھی یہ خان صاحب بہت منہنا ہے۔'' انابیہ نے پھر پھلجھڑی چھوڑی۔ دائم نے غصے سے دیکھا۔

''سوری!'' انابیہ نے جلدی سے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے۔

''ہاں تو اب بتا اس لڑکی سے نکاح کا خیال کیونکر آگیا۔'' وہ بات کی کھال نکال رہی تھی پھوڑے کا۔

''یار سمپل میں ماما جان کی بھانجی سے شادی کسی طور نہیں کروں گا۔'' ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

''ہاں تو منع کردیتے صاف انکار کردیتے مگر اس لڑکی سے نکاح کا جواز کیا پیدا ہوتا ہے اس کا جواب ابھی تک نہیں دے رہا۔''

''ویسے رائب! واقعی ہم نے کالج، یونیورسٹی ایک ساتھ پڑھا ہے میں نے کبھی تمہیں نہیں دیکھا کہ کسی لڑکی کی طرف نظر اٹھا کے بھی دیکھا ہو۔ مگر راہ میں ملی اس لڑکی میں ایسا کیا دیکھ لیا کہ اچانک سے اتنا بڑا

فیصلہ کرلیا یہ قدم اٹھالیا۔'' انابیہ بھی جاننا چاہتی تھی۔

''یونکہ ماما جان کی بھانجی سے چھٹکارا پانے کے لیے تو کچھ سوچ سکتا تھا کوئی بھی بہانہ بنا سکتا تھا مائنڈ ہے۔ آسان ہے تیرے لیے کسی بھی مسئلے کا حل نکالنا۔''

''یہ بھی ٹھیک کہہ رہا ہے تو۔ مگر سچ بتاؤں کچھ تو بات ہے اس لڑکی میں جو میں نے بنا سوچے سمجھے یہ فیصلہ لیا ہے یہ اسٹیپ اٹھایا ہے۔ دولفظوں میں صرف یہ کہانی ہے کہ یہ لڑکی بہت معصوم ہے۔'' رائب ملک کے چہرے پر قوس وقزح کے محبت کے جھلملاتے رنگ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

''جی ہاں محترمہ اتنی معصوم ہیں کہ اپنے میرج پیپرز پر سائن کررہی ہیں اور انہیں یہ بھی نہیں پتا کہ وہ اپنے جملہ حقوق کسی کے نام کروا چکی ہیں۔'' انابیہ نے شرارت سے کہا۔

''اس کو نہیں پتا مگر تم تو جانتی ہو کہ تمہارے جملہ حقوق میرے نام محفوظ ہوچکے ہیں مگر دیکھو کیسے پٹر پٹر زبان چل رہی ہے۔'' دائم نے اس کی چلتی بک بک پر طنز کیا تھا۔

''اوئے ہوئے خان صاحب تو واقعی شوہر بن گئے ہیں۔'' رائب ملک نے شوخی سے چھیڑا تھا۔

''زیادہ بکواس مت کر۔'' دائم خفیف سا ہوکر رہ گیا۔ انابیہ کی زوردار ہنسی پھوٹ پڑی۔ بلکہ اونچا قہقہہ جو دائم کے کانوں میں چبھا تھا۔

''سخت بری لگتی ہیں مجھے اس طرح لڑکیاں منہ پھاڑ کر ہنستے ہوئے ہمارے خاندان میں عورتیں اس طرح قہقہے نہیں لگاتیں۔'' دائم نے ناگوار نظروں سے انابیہ کو دیکھا تھا۔

''یا اللہ رحم! انابیہ تمہاری زندگی کی ڈوراب خان صاحب کے ہاتھ آگئی ہے۔''

''میں بھی تو یہی چاہتی تھی کہ میں اپنی پوری زندگی دائم کے نام کردوں۔'' انابیہ نے چاہت بھری نظروں سے دائم کو دیکھا تھا۔

''میرے دل میں اس کے لیے کتنی محبت ہے دائم کو اس کا اندازہ بھی نہیں ہے عشق کرتی ہوں میں دائم سے۔''

''آہم، آہم۔'' رائب ملک نے کھنکھارا تھا۔

''میرا خیال ہے ابھی ایک بہت بڑا معرکہ سر کرنا باقی ہے انابیہ کی بی بی جان، پھر دونوں اپنی اپنی محبتوں کا یقین بیڈروم میں دلاتے رہنا۔''

''یار تو ٹھیک کہتا ہے چلیں، مگر جو کارنامہ تو نے ابھی ابھی سرانجام دیا ہے اس کا بھی کوئی حل ہے۔'' دائم نے رک کر پوچھا۔

''ہاں کیوں نہیں انشراح میری بیوی ہے اور میں اس کا شوہر تو میں اس کو فی الحال اپنے ساتھ اپنے فلیٹ پر لے جاؤں گا، ماما جان کو آرام سے سب کچھ بتادوں گا۔'' مسئلے کا حل لمحوں میں اس نے نکال لیا تھا۔

''اور تجھے لگتا ہے یہ سب اتنا آسان ہے۔''

''تو اس میں مشکل کیا ہے میری جان۔''

''اور اگر ماما جان نہیں مانیں فرض کرلو اگر نہ مانیں پھر کیا کرے گا۔'' دائم کو تو یہ سب جیسے مذاق ہی لگ رہا تھا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''دو تین بے بی ہو جائیں گے جب تو مانیں گی نانا جان۔'' رائب ملک نے شرارت سے پر لب و لہجے میں ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

''بہت ہی خبیث روح ہے تو۔'' دائم نے جھینپتے ہوئے کہا تو انابیہ کی ہنسی کا فوارہ پھر پھوٹ پڑا۔ دائم کو اس طرح جھینپتے دیکھ کر دائم نے ایک بار پھر اس کو گھورا۔ تو اس نے تیزی سے اپنے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا اور ان کی حرکتوں پر رائب ملک اپنی ہنسی نہیں روک سکا تھا۔ انابیہ تو تیزی سے پلٹ گئی مبادا پھر سے وہ نہ ہنس دے۔

''ارے یہ کہاں گئی۔'' انشراح اپنی چیئر سے غائب تھی۔

''چلو تیرے مستقبل کے دو تین بے بی کی ماما فرار ہو گئیں۔'' دائم نے بے ساختہ کہا تھا۔ رائب ملک نے دائم کو گھورا اس کے عنابی لبوں سے ہنسی غائب ہو گئی۔ آنکھوں میں فکرمندی کے سائے لہرانے لگے تھے۔

''یہیں ہو گی ڈھونڈو یار!'' رائب ملک تیزی سے باہر نکلا تھا۔ متلاشی نظریں اِدھر اُدھر سے گھوم کر مایوس پلٹ کر واپس آ گئیں۔

''کہاں چلی گئی ہے دو ٹکے کی لڑکی۔'' اس نے اپنی مضبوط لمبی چوڑی انگلیاں آگے کے بالوں میں پھیریں اور منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا۔ دائم بھی آگے تک ڈھونڈ آیا تھا مگر انشراح کا کہیں کچھ پتا نہیں تھا۔ وہ تو جیسے اس طرح اس روئے زمین سے غائب ہو گئی تھی جس طرح دن میں آسمان سے ستارے۔

''بہت اچھا بدلا لے رہا ہے تو ہم سے یہ لڑکی اور انابیہ کی آج شادی ہوئی ہے ہمیں اس وقت اپنے بیڈ روم میں ہونا چاہیے اور تو ہمیں یوں سڑکوں پر خوار کر رہا ہے۔'' طنز و مزاح کا تیر چلایا تھا دائم نے۔

رائب ملک نے سلگتی نظروں سے دیکھا۔

''اور اپنے بیڈ روم میں جانے سے پہلے بی بی جان سے جان بخشی کرانی ضروری ہے۔'' تپ کر کہتے ہوئے رائب ملک نے ایک بار پھر سے قدم آگے بڑھا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔

''بہت اچھا صلہ مل رہا ہے دوستی کا خوب حق ادا کیا جا رہا ہے نا کہ مجھے سہارا دے میری ہمت بندھائے، مگر لگتا ہے ڈرا ڈرا کے یہیں مارے گا۔''

کوئی اور وقت ہوتا تو دائم خوب انجوائے بھی کرتا مگر اس نے اپنے اور انابیہ کے خاندان والوں سے ہٹ لے کورٹ میرج کر لی تھی اپنے خاندان سے تو وہ پھر بھی نمٹ لیتا مگر اصل مسئلہ انابیہ کی بی بی جان کا تھا ان کا سامنا کیسے کرے گا۔

دائم نے پیچھے پلٹ کر دیکھا، انابیہ کے چہرے اور لبوں پر مسلسل مسکراہٹ تھی۔

''تمہارے بڑے بڑے دانت نکل رہے ہیں۔ واقعی بڑی ہی ڈھیٹ ہو ایک تو بلیک میل کر کے مجھ سے کورٹ میرج کر لی، اوپر سے اس رائب کے بچے نے اپنی کہانی شروع کر دی ہے۔''

''دائم خان! میں نے بھی کس پر دل ہار دیا۔'' انابیہ آگے بڑھی آنکھوں میں محبتوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر لیے اور اس سے انچ بھر کے فاصلے پر آ رکی۔ اپنی انگشت شہادت موڑ کے اس کی پیشانی پر بجاتی آگے نکل گئی مگر یہ کیا اس کا ایک اور قدم آگے نہ بڑھ سکا تھا۔ اس نے پیچھے پلٹ کر اپنا ہاتھ دیکھا جو دائم کی ہتھیلی میں قید تھا پھر اس نے دائم کا چہرہ دیکھا۔

''پچھتا رہی ہو۔'' دائم نے اس کا سندر چہرہ دیکھا تھا۔ انابیہ ہولے سے مسکرا دی اور سر کو نفی میں اِدھر

اُدھر ہلاتی اپنی دوسری ہتھیلی بھی دائم کے ہاتھ پر رکھ دی۔

''میں تو ڈنکے کی چوٹ پر علی الاعلان کہتی ہوں کہ میں تم سے عشق کرتی ہوں تم اپنی کہو۔''

''یہ کہنا سننا اپنے بیڈ روم میں ابھی فی الحال یہاں سے نکلو انشراح یہاں کہیں نہیں ہے ہمیں آگے تک جا کر ڈھونڈنا پڑے گا۔'' رائب ملک تیزی سے آیا تھا اور گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

دائم اور انابیہ دونوں نے اس کو دیکھا تھا۔

''تم نا پکے دشمن ہو میری محبت کے دائم اقرارِ محبت کرنے ہی والا تھا جتنا میں شدت سے انتظار کر رہی ہوں اتنا ہی لیٹ ہو رہا ہے۔'' انابیہ منہ پھلا کر پیچھے کی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''یار سوری، مگر کیا ہے نا انشراح کو ڈھونڈنا بھی ضروری ہے۔'' رائب ملک نے بیک مرر سے انابیہ کا پھلا چہرہ دیکھا تھا۔

''ویسے بائے دا وے ایک بات تو بتاؤ تم نے انشراح کو کیا کہہ کر نکاح نامہ پر سائن کروائے تھے۔'' انابیہ تو یہ بات بھول ہی گئی تھی۔ اپنا اور دائم کا سلسلہ تو سمجھ میں آتا تھا مگر انشراح بھلا وہ کیوں نکاح نامہ پر سائن کر سکتی تھی۔

رائب ملک نے اس کو انشراح کے نکاح نامہ پر دستخط کرنے کی وجہ بتائی۔

''زبردست..... واہ کلپنگ ہونی چاہیے تھی کیا انداز ہے نکاح کرنے کا۔'' دائم نے تو باقاعدہ تالیاں ہی بجانی شروع کر دی تھیں۔

''اس کا مطلب ہے کہ محترمہ کو کڑیغلان نہ کرنے کسی کا پیچھا نہ کرنے کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے۔ رائب کمال کرتے ہو تم بھی۔'' انابیہ کو تو اس کا اسٹوپڈ پن پر انتہا یت بھونڈ لگا۔

''جی اور اب وہ پورے شہر میں بے فکر ہو کر گھومتی پھر رہی ہوں گی۔''

''بس بکواس ہی کیے جاؤ، یہ سب تم لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے باتوں میں لگا لیا اور وہ چلی گئی۔ پہلے تم لوگوں کو بی بی جان کے پاس چھوڑتا ہوں پھر ڈھونڈوں گا اسے ورنہ اسی طرح بک بک کرتے رہو گے تم دونوں۔'' اس نے تیزی سے اسٹیئرنگ گھمایا تھا۔

''ہاں تو بھائی میرے کس فلاسفر نے کہا تھا کہ لڑکی کو بچانے کے لیے اس سے نکاح کر لو۔'' گاڑی تیزی سے انابیہ کے بنگلو پر آ رکی تھی۔

''دفع ہو جاؤ۔'' دائم اور انابیہ نے گردن موڑ کے دیکھا تو ان کا گھر آ چکا تھا۔

''ابے یار کیا کر رہا ہے کیوں بھری جوانی میں مجھے بیوہ کرے گا۔'' دائم کے تو ہاتھ پیر پھول گئے وہ فی الحال رائب ملک کی ناراضی افورڈ نہیں کر سکتا تھا بے ساختگی میں جو منہ میں آیا کہہ دیا۔

مگر اس بیساختگی میں انابیہ کا ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا تھا اور اتنی ٹینشن کے باوجود رائب ملک کی مسکراہٹ لبوں پر۔

''فکر مت کر تجھے بیوہ ہونے نہیں دیں گے۔''

دائم کی سمجھ میں اپنا ہی کہا گیا جملہ اب سمجھ میں آیا تھا۔ تو وہ کچھ خفیف سا ہو گیا۔

''ہاں تو ٹینشن میں ایسا کچھ ہی منہ سے نکلتا ہے۔''

''جب ٹینشن میں یہ حال ہے تو جانے بیماری میں کیا کرتا ہو گا کیوں انابیہ۔'' رائب ملک نے لطف

Ridaadigest.com
http://www.books.urdutube.net/

اندوز ہوتے ہوئے رخ موڑ کر ہنستی ہوئی انابیہ سے بھی رائے چاہی۔

''جو بھی ہے جیسا بھی ہے میں ہر صورت سنبھال لوں گی اپنے خان صاحب کو۔'' انابیہ نے نہایت محبت بھری نظروں سے اپنی محبت کو دیکھا تھا۔

''فی الحال تو تم دونوں اندر جاؤ اور بی بی جان کو سنبھالو میں جلدی سے نکلتا ہوں۔''

''یار اینڈ ٹائم پر دغا مت دے آئی پرامس یہ معرکہ سر ہو جائے میں خود تیرے ساتھ تیرے مستقبل کے دو تین بے بی کی ماما کو ڈھونڈوں گا۔'' اتنی سنجیدگی کے باوجود وہ پھلجڑی چھوڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔ رائب ملک گھورنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکا۔

''اوہ۔'' بہت دیر کی خاموشی کے بعد بی بی جان کی اس اوں نے ارتعاش پیدا کیا تھا۔

''ان بے وقوفوں سے مجھے کچھ ایسا ہی کرنے کی امید تھی تم تینوں میں مجھے رائب ہی عقلمند سمجھ دار لگتا تھا مگر وہ بھی تم بے وقوفوں کے جھانسے میں پھنس گیا۔'' موٹے سے عدسے کے پیچھے سے بی بی جان نے انابیہ اور دائم کو گھورا تھا جو سامنے سر کو جھکائے کھڑے تھے۔

''مگر اتنا اندازہ نہیں تھا کہ یہ لڑکی تمہیں دبئی سے بلوا لے گی، ہماری اتنی نگرانی اور سختی کے باوجود ہماری آنکھوں میں اس لڑکی نے دھول جھونکی۔''

''بی بی جان! گستاخی معاف مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ انابیہ اور دائم ایک دوسرے سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتے ہیں۔''

''جی ہاں اور محبت کے رنگ آج ابھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔ آج کے دن انابیہ کا نکاح تھا اور یہ سب کچھ فراموش کیے گھر سے شادی کے جوڑے میں بھاگ گئی۔''

''بی بی جان!''

''ہماری بات ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔''

انہوں نے انابیہ کو سختی سے ٹوک دیا تھا وہ جو کچھ بولنے جا رہی تھی یکدم سے رکی اور شرمندگی کے مارے کاجل سے بھرے نینوں میں پانی بھر آیا تھا۔

''کس قدر سبکی، کس قدر شرمندگی اٹھانی پڑی ہے ہمیں آج مہمانوں کے سامنے کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں آپ تینوں۔'' بی بی جان نے باری باری تینوں کو دیکھا۔

''بی بی جان! ہم واقعی بہت شرمندہ ہیں مگر آپ خود سوچیے بالفرض اگر انابیہ کا نکاح آج آپ کی پسند کے لڑکے سے ہو جاتا تو کیا وہ خوش رہتی، اپنی زندگی سے مطمئن رہتی۔'' رائب ملک نے [illegible]

''میں جانتی ہوں کہ یہ دونوں یقیناً اپنی مورل سپورٹ کے لیے تمہیں لائے ہیں [illegible] تمہارے قبیلے برادری والوں کو تمہاری اس کورٹ میرج کے بارے میں علم ہے۔''

''جی نہیں۔'' دائم نے ہولے سے کہا اور شرمندگی کے مارے نگاہیں جھکا لیں۔

''کیوں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''جی وہ..... وہ.....''

''وہ اس لیے کیونکہ تمہارے قبیلے ذات برادری میں غیر خاندان میں شادی نہیں ہوتی اور جب تمہارا پتہ چلے گا اس وقت تم کیا کرو گے۔''

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''بی بی جان میں انہیں منالوں گا۔''
بی بی جان نے ایک لمبا سانس کھینچا اور بغور دائم کا شرمندہ شرمندہ چہرہ دیکھا تھا۔
''چلو دیکھتے ہیں۔''
''بی بی جان! معاف کردیں ناں، میں دائم کے بغیر نہیں رہ سکتی۔'' انابیہ تیزی سے چلتی ہوئی آئی اور بی بی جان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ آنکھوں سے زاروقطار جھرنا بہنے لگا تھا کیونکہ سچ تو یہ بھی تھا کہ وہ بی بی جان کے بغیر نہیں رہ سکتی ماں باپ کے انتقال کے بعد ایک وہی تو اس کا سہارا اس کا سب کچھ تھیں۔
''کھڑی ہو، یہاں بیٹھو ہمارے برابر میں۔'' بی بی جان نے انابیہ کو دونوں شانوں سے تھاما اور اپنے پاس بٹھایا۔
''دل تو چاہ رہا ہے خوب ناراض رہوں تم سے تمہارے بہت منانے سے بھی نہ مانوں مگر کیا کروں ایک اکلوتی پوتی ہو تمہارے بغیر جی نہیں سکتے ہمارے پیار اور محبت کو بہت بڑی آزمائش اور امتحان میں ڈال دیا ہے تم نے۔ مگر خیر جو ہونا تھا ہو چکا دائم اب اس گھر کے داماد ہیں ہماری جان کے جان تو بھلا اب یہ ناراضی کسی زمرے میں نہیں آتی۔'' بی بی جان نے دائم کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور اپنی دوسرے سائیڈ پر بٹھایا۔
''اللہ دونوں کی جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے کسی کی بھی نظر نہ لگے میرے بچوں کو۔'' بی بی جان نے پر شفقت نظروں سے دیکھتے ہوئے دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور رائب اب ہم تم سے کیا کہیں تمہیں ان لوگوں نے اتنا ارجنٹ صرف اپنے مقصد کے لیے بلوایا ہے جانے بچہ وہاں کون سا ضروری کام نمٹا رہا ہوگا تم لوگوں کی بلیک میلنگ کے سبب یہاں آنا پڑا۔'' بی بی جان نے رائب ملک کو دیکھنے کے بعد انابیہ کو گھورا۔
''نہیں بی بی جان! ارجنٹ کوئی ضروری کام نہیں تھا اور شاید میرا نصیب مجھے یہاں کھینچ لایا ہے۔'' اس کی روشن براؤن آنکھ میں انشراح کا پریشان سا چہرہ گھوم گیا۔
''کچھ کہا بیٹا تم نے۔''
رائب ملک کی آخری جملے کی بڑبڑاہٹ بی بی جان سن نہیں پائی تھیں۔
''جی۔'' وہ چونک کر دیکھنے لگا۔
''کوئی پریشانی ہے۔'' بی بی جان کی زیرک نگاہوں نے رائب ملک کے چہرے کی پریشانی بھانپ لی تھی۔
انابیہ اور دائم نے بیک وقت رائب ملک کو دیکھا تھا وہ جانتے تھے کہ اس کی پریشانی کی وجہ کیا ہے۔
''ارے نہیں بی بی جان! ویسے بھی اب مجھے چلنا چاہیے ماما جان کو بھی اپنے یہاں آنے کی خبر دینی ہے۔'' رائب ملک کھڑا ہوگیا تھا اس کو اب جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہیے ہر طرح کوشش کر کے وہ انشراح کو ڈھونڈ لے گا کیونکہ انشراح اب کوئی عام لڑکی نہیں رہی تھی۔ رافعہ ملک جو سوشل ورکر کے علاوہ ایک این جی او چلاتی تھیں جن کے نام و شہرت کی اس ملک پاکستان میں ہی نہیں باہر کے بہت سے ممالک میں بھی چرچے تھے ان کی بہو بن چکی تھی۔
''جی رائب بیٹا! مجھے بہت افسوس کہ ساتھ شرمندگی بھی ہے کہ اب تک آپ کی ماما جان آپ کی آمد

[illegal] ہیں۔ اس لیے تمہیں نکلنا چاہیے۔'' بی بی جان اپنی کاؤچ سے کھڑی ہوگئیں اور دستِ شفقت [illegal] پر رکھا۔
''پلیز بی بی جان! اب آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔''
''اللہ حافظ۔''
''فی امان اللہ..... اللہ تمہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میں بھی ذرا نوری سے کمرے کی صفائی [illegal] کرواؤں۔''
''جی!'' بی بی جان نے نوری کو آواز دی تو وہ دوڑی چلی آئی۔
''جی بی بی جان!''
''ہاں نوری پانچ منٹ میں انابیہ کے کمرے کو صاف ستھرا کر دو بہت پھیلا ہوا ہے ہمارے داماد یہیں رہیں گے آج سے۔''
''جی حکم بی بی جان!''
''کل میں بیڈ روم کا فرنیچر، کلر اسکیم، کارپٹ اور پردے وغیرہ چینج کروادوں گی۔''
''تھینک یو سو مچ بی بی جان، آپ بہت اچھی ہیں۔'' انابیہ ان کے گلے کا ہار بنی تھی۔
''احمقا اچھا بس زیادہ مکھن پالش کی ضرورت نہیں ہے۔'' بی بی جان نے ہنس کر کہتے ہوئے انابیہ کے ہاتھ پر ہلکی سی چپت لگائی تھی۔
''یار شکر یہ معرکہ تو سر ہوگیا۔'' دائم رائب ملک کے پاس آگیا تھا۔
''سورکت نفل پڑھ لینا ابھی۔'' رائب ملک نے اپنے طور پر نرالے انداز میں چھیڑا۔
''واٹ دماغ خراب ہے کیا، یہ جنگلی بلی مجھے نوچ کھائے گی۔'' دائم نے ہولے سے کہتے ہوئے بی بی جان سے لگی انابیہ کی طرف اشارہ کیا تھا۔
رائب ملک کی ہنسی چھوٹ گئی۔
''چل بھئی مجھے دیر ہو رہی ہے مجھے نکلنا ہے۔''
''میں چلتا یار مگر آج میری گولڈن نائٹ ہے، تیرے مستقبل کے دو نیل بی بی کی ماما کو ڈھونڈنے میں اس وقت تیری مدد نہیں کر سکتا۔''
''دوست کے بھیس میں چھپے دشمن تم جیسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔'' رائب ملک نے گھورتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیا۔ دائم نے رائب ملک کی چوڑی پشت کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

☆.....☆

زمینوں سے سالار شاہ تھکا ہوا آکر بیٹھا تھا جو زمین اس نے ضیا شاہ کے نام پر خریدی تھی سالار شاہ وہاں ایک ڈیری ملک کی فیکٹری بنانے کا سوچ رہا تھا۔
باہر سے کتنے آرکیٹیک سے مشورہ بھی لے چکا تھا بلکہ نقشہ بھی بنوالیا تھا۔
''رحمت!''
''حکم بڑی سرکار!''
''ٹی بوتل کے جن کی طرح جھٹ سے حاضر ہوئی تھی۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''جلدی سے اورنج جوس لے آ۔''

''جی بڑی سرکار!'' رحمت تیزی سے اندر کچن کی جانب بڑھی تھی۔

''کیا بات ہے بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔''

زبیدہ جہاں نے سالار شاہ کو دیکھا چہرے سے تھکاوٹ کے آثار صاف ظاہر تھے، سمندر خان نے بتایا تھا کہ آج کل سالار شاہ ضویا شاہ کے نام پر بنانے والی فیکٹری کے لیے بہت محنت کر رہا ہے۔

''بس بے بے! ضویا کا چہرہ آنکھوں سے نہیں جاتا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ابھی اپنے کمرے سے نکلے گی اور میرے شانے سے لگ جائے گی۔'' اس کے چہرے پر درد کی پرچھائیاں تھیں۔

''ٹھیک کہتے ہو آج دو ماہ ہو گئے ہیں ضویا کو ہم سے جدا ہوئے مگر لگتا ہے وہ ابھی بھی ہمارے بیچ میں زندہ سلامت ہے۔ اللہ غارت کرے اس کو جس نے میری چہیتی لاڈلی بیٹی کو مارا ہے میرا دل روال روال اس کو بددعا دیتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کتوں کے آگے اس کو ڈال دوں اس کی بوٹیاں نوچ نوچ کے کھا جائیں جس اذیت سے میری ضویا کو مارا ہے اس سے کہیں زیادہ عبرت کا نشان بنا دوں میں اس کم ذات کو۔''

زبیدہ جہاں کی آنکھیں گیلی ہو گئی تھیں۔'' سالار شاہ نے نہایت دکھ سے زبیدہ جہاں کو دیکھا تھا۔

''فکر کیوں کرتی ہیں بے بے! آپ کی یہ خواہش ضرور پوری جائے گی جیسا آپ چاہتی ہیں ایسا ہی ہو گا۔'' سالار شاہ اٹھ کر زبیدہ جہاں کے پاس آ بیٹھا تھا اور ان کو نرمی سے اپنے آپ سے لگا لیا تھا۔

اسی دوران رحمت اورنج جوس کا جگ بھر کے لے آئی تھی اور شیشے کے کانچ کی خوب صورت ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

''اری اور رحمت کہاں چھپا دیا ہے اس چھوری کو اب وقت آ گیا ہے اس کو باہر نکالنے کا۔''

''بڑے سائیں وہ میرے کمرے میں ہے۔'' رحمت سالار شاہ کی بات سمجھ گئی تھی کہ کس کے بارے میں بات کر رہا ہے۔''

''ٹھیک ہے آج رات اس کو خوب سجا کے میرے بیڈ روم میں بھیج دینا۔'' زبیدہ جہاں نے سالار شاہ کا چہرہ چونک کر دیکھا تھا۔

''سالار..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ایک غریب نیچ کی کمین کی ذات اوقات نہیں ہے کہ وہ تمہارے بیڈ روم میں آئے اور وہ بھی خوب سجا دھجا کر بلوا رہے ہو۔ ابھی تو بڑے بڑے دعوے کر رہے تھے مجھ سے کہ میری خواہش کا احترام کرو گے اب یہ کیا ہے۔'' زبیدہ جہاں نے سالار شاہ کا بازو اپنے شانے سے ہٹایا تھا۔

''بے بے مارنا ہے تو جھٹکے سے مارنے کی کیا ضرورت ہے وہ تو میں اسی دن کر دیتا جب اس سے نکاح کیا تھا مگر ضویا شاہ کا خون اتنا سستا نہیں ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہے مگر جس اذیت اور درد و تکلیف سے اس کی سانسیں رکی ہیں تو کیا یہی قیمت ہے اس کی۔ سامنے والے کو ایسی سزا دو کہ وہ ایک لمحے مرے تو ایک لمحے جیئے۔'' سالار شاہ کے چہرے پر فرعونیت جیسی سخت غرور و تکبر تھا۔ ان آنکھوں میں وہ جوالا مکھی جل رہی تھی کہ اگر کوئی اس کی معمولی سی بھی چنگاری کو چھو لے تو جل کر بھسم ہو جائے لمحے بھر میں خاک ہو جائے۔

''میں سمجھی نہیں۔'' زبیدہ جہاں نے ان آنکھوں کی آگ دیکھی تھی، اس خون میں ایک دہکتا لاوا دوڑ

[illegible] کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔

''سمجھ جائیں گی۔'' سالار شاہ نے ایک بار پھر زبیدہ جہاں کو خود سے لگایا ان کی پیشانی پر بوسہ لیا اور [illegible] لہراتے لگا جو بالکل بت کی طرح ساکت و جامد مودب انداز میں سر اور نگاہوں کو جھکائے کھڑی تھی۔

''اس حویلی میں تقریباً کتنے ملازم ہیں رحمت۔''

''سائیں کوئی پندرہ سے بیس ملازم ہیں کوئی کمروں کی صفائی کوئی کچن کی دیکھ بھال تو کوئی.....''

''بس۔''

سالار شاہ نے سختی سے رحمت کو ہاتھ کے اشارے سے آگے بولنے سے منع کر دیا۔

''تم سے ملازموں کی تعداد پوچھی ہے وہ کیا کرتے ہیں اس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''معاف کر دیجیے سائیں!'' وہ شرمندہ ہو گئی نظریں متواتر نیچے فرش پر ہی گڑھی ہوئی تھیں۔ ایسے بھی کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کوئی سالار شاہ کے سامنے سانس بھی لے سکے۔

''ٹھیک ہے، اب یوں کرو اس حویلی میں جتنے ملازم ہیں سب کو یہاں سے فارغ کر۔''

''کیا مطلب؟'' زبیدہ جہاں کو سالار شاہ کی ایک بھی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی وہ کیا پہیلیاں بجھوا رہا تھا ایک بھی پہیلی کا سرا ہاتھ میں نہیں لگ رہا تھا۔

''اگر تم سارے ملازمین کو حویلی کے کاموں سے فارغ کر دو گے تو یہاں کے کام کی دیکھ بھال کون کرے گا۔''

''کیوں لڑکی قصاص میں اس حویلی میں آئی ہے اس کو آرام کرنے لایا ہوں یا شوپیس بنانے کے لیے۔''

''اوہ۔''

زبیدہ جہاں کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی ان کو قصاص میں لائی گئی اس لڑکی کو کیا سزا دینی چاہیے مگر سالار شاہ نے بہت بہترین سزا چنی تھی اس کم ذات کے لیے۔ مگر پھر بھی ایک بات کھٹک رہی تھی ان کے دل میں۔ وہ یہ کہ اس لڑکی کو آج رات دلہن کے روپ میں کیوں بلوا رہا تھا سالار شاہ اپنے بیڈ روم میں اپنی زندگی میں کیا حیثیت دینا چاہتا تھا سالار شاہ۔

''اگر اس لڑکی کو اس حویلی میں یہ حیثیت دینی ہے تو پھر اپنے بیڈ روم میں بلانے کا کیا مقصد ہے۔''

بالآخر وہ دل کی بات زبان پر لے ہی آئیں۔

''بے بے میں نے پہلے بھی آپ سے کہا کہ ضویا شاہ کا خون اتنا سستا نہیں تھا، قصاص میں آئی اس لڑکی کے جسم کو نہیں روح کو تک تڑپا دوں گا اس کا رواں رواں کانپے گا اس کا روم روم اپنے آپ کو بددعا دے گا وہ سسک سسک کر دوں گا کہ نہ مرنے میں رہے گی نہ جینے میں۔ کتنی زندگی اور موت سے بھی بدتر موت دوں گا مگر اتنی آسانی سے موت بھی میسر نہیں آئے گی میرے ظلم کرنے کا طریقہ بالکل الگ ہے۔'' ان بھڑکتی آنکھوں میں غصہ تھا جلال تھا، نفرت کی چنگاریاں تھیں جس میں اربش کو جلنا تھا ملنگا تھا، تڑپنا تھا، پل پل درد سے چیخنا تھا، ہلک ہلک کر فریادیں بھیک مانگنا تھا، مگر مقابل بھی سالار شاہ جیسا ظالم اور جابر شخص تھا جس کے آگے فرعون کی فرعونیت بھی ختم تھی۔ رحم کرنا، ہمدردی کرنا، زخم پر مرہم لگانا اس کی سرشت میں نہیں تھا یہ سب اس کی زندگی کا حصہ نہیں تھا۔

''چلو۔''

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Paradigest.com

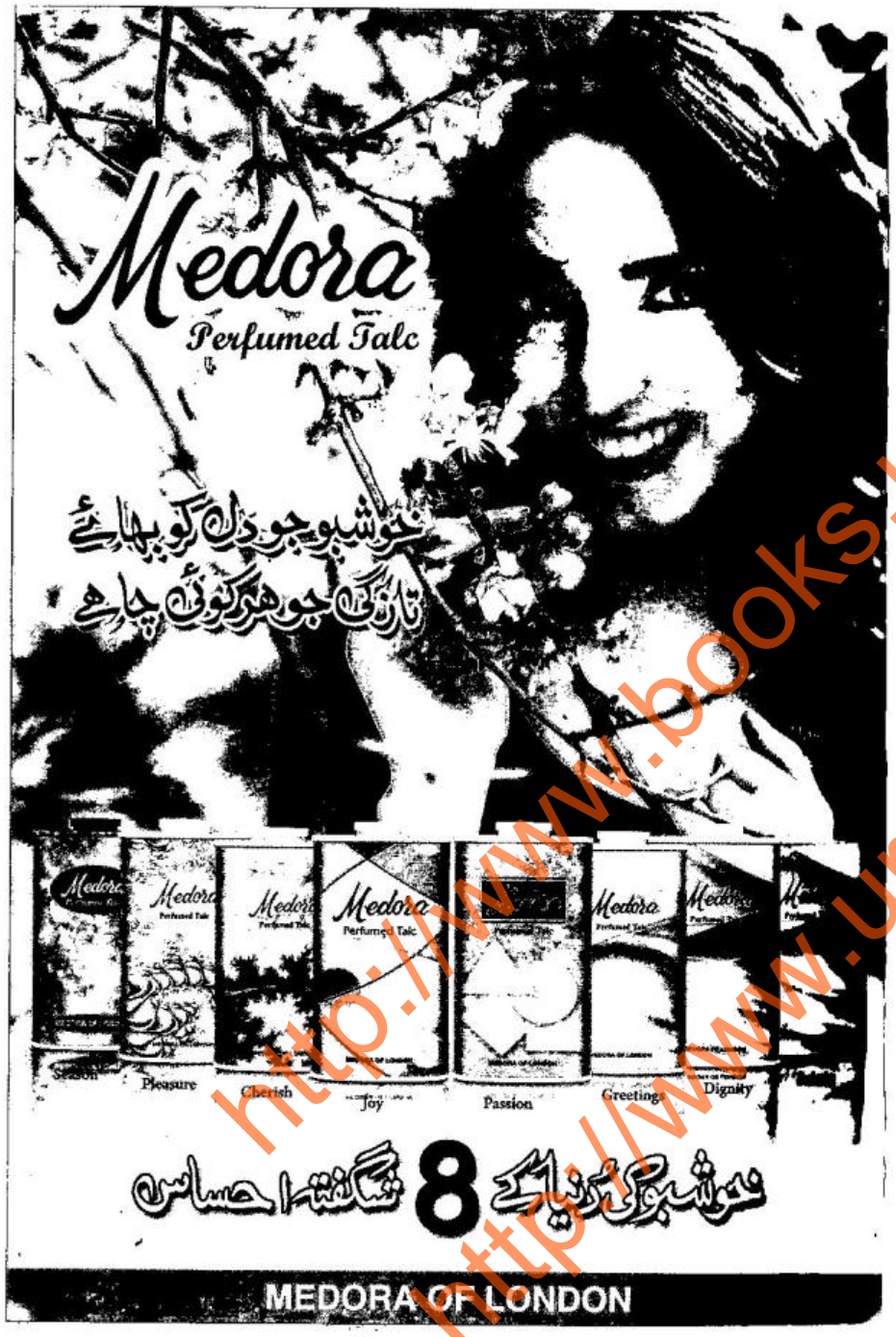

پلنگ پر سکڑی سمٹی ڈری سہمی اپنی زندگی سے مایوس اپنے آنے والے کل سے نالاں اربش گم صم سی بیٹھی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آنے والا کل اس کے لیے کیا سزا لے کر آئے گا اور کل تو دور ہے وہ تو آنے والے پل آنے والے لمحے کے بارے میں نہیں جانتی کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا۔

اربش نے گھٹنوں میں چھپایا چہرہ اوپر اٹھایا تھا، سامنے رحمت کھڑی تھی اس کے ہاتھ میں کوئی بڑا سا ڈبہ اور کچھ شاپر تھے۔

''اٹھ جاؤ منہ ہاتھ دھولو اور ان کو پہن لو۔'' رحمت نے وہ ڈبہ اور شاپر وہیں اس کے پیروں کے پاس رکھ دیے۔

اربش نے سوالیہ نظروں سے پہلے ان شاپر اور ڈبے کو دیکھا پھر رحمت کو دیکھنے لگی یہ کیا ہے؟

''بڑے سائیں نے تم کو آج رات ان کپڑوں میں اپنے کمرے میں بلایا ہے۔''

تو بالآخر اس کا یوم قیامت کا وقت آپہنچا۔ اس کا دل تو ویسے ہی آنے والے لمحوں کے لیے ڈرا سہما ہوا تھا، شاہ سائیں کے پیغام پر مزید سیکڑ کے رہ گیا۔

''مگر کیوں رحمت بوا؟'' ان براؤن کانچ میں سمندر کا ایک ریلا آٹھہرا تھا۔

''یہ تو میں نہیں جانتی بچی مگر اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ اگر سائیں نے تمہیں بلایا ہے یہ سب پہن کر تو ان کا حکم پتھر پر لکیر ہے جو تمہیں ہر صورت ماننا پڑے گا۔ اب دیر مت کرو کھڑی ہو جلدی سے تم تیار ہو جاؤ تو میں تمہیں سائیں کے کمرے کے دروازے تک چھوڑ آؤں۔'' رحمت نے خود ہی آگے بڑھ کر اربش کو ہاتھ سے پکڑ کے اٹھایا۔ پلنگ سے نیچے اتارا۔

''سائیں نے ٹھیک دس بجے تمہیں اپنے کمرے میں بلایا ہے اور اگر ایک منٹ کی بھی دیر ہوگئی تو سمجھو موت کو دعوت دی ہے۔ ابھی دس بجنے میں پورے تین منٹ باقی ہیں چلو جلدی کرو۔''

وہ منہ ہاتھ دھو کے آئی تو رحمت سب کچھ کھول کے بیٹھی بڑی بے صبری سے اس کا ویٹ کر رہی تھی۔ اربش جیسے ہی واش روم سے باہر آئی اس کی نظر سیدھی پلنگ پر رکھے سامان پر پڑی تھی اس کی آنکھیں ہونقوں کی طرح باہر آگئی تھیں۔

''رحمت..... رحمت..... رحمت بوا..... یہ..... یہ کیا ہے۔'' زبان بری طرح لڑکھڑا کے رہ گئی تھی۔ چہرہ ان بکھرے ہوئے سامان کو دیکھ کر بالکل سپید پڑ گیا تھا جیسے اس لمحے جسم کا سارا خون نچوڑ کے رہ گیا تھا۔

رحمت نے اربش کی غیر ہوتی حالت دیکھی تو ہاتھ میں پکڑا وہ سرخ جھلمل کرتا دوپٹہ پلنگ پر دھرا اور تیزی سے اربش کے پاس آئی تھی۔

''میں سمجھ سکتی ہوں تمہارے دل کی حالت اربش! مگر جو ہونا ہے اس ہونی کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ سائیں کا فیصلہ اٹل ہے بغاوت کی سزا موت ہے۔''

''تو رحمت بوا یہ لوگ مجھے مار دیں نا، میں ذرا بھی زبان پر حرف شکوہ کا ایک لفظ بھی نہیں لاؤں گی۔'' ان سیاہ نینوں میں مرنے کا کوئی خوف ڈر نہیں تھا اپنی زندگی کا فنا ہو جانے کا کوئی دکھ نہیں تھا مگر یہ انتقام کا کون سا روپ ہے کہ وہ اس کو دلہن کے روپ میں اپنے بیڈ روم میں بلانا چاہتا ہے۔

(جاری ہے)

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Prodigee.com

ریحانہ آفتاب

مکمل ناول

کہو جو اس سے محبت ہے

فائزا اتنا گر جائے گا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے پاک صاف گھر کو اپنے گناہوں سے داغ دار کرے گا اور جانے یہ پہلی بار تھا یا اس سے پہلے بھی اس کے کمرے کو گناہوں کے لیے استعمال کیا جاتا رہا تھا۔ سارے دن

کی تھکن ہار کر جب وہ اپنے بیڈ پر لیٹتی تھی تو اسے سکون ملتا تھا مگر جانے اس بیڈ کی گریائش کس کس کو نصیب ہو چکی تھی۔ اسے گھن آ رہی تھی اپنے وجود سے اسے خود پر چیونٹیاں رینگتی محسوس ہو رہی تھیں۔ فائزا اتنا گندا تھا، اتنا گندا! جس نے اس کے پاک صاف گھر کو بھی نہیں بخشا تھا۔ اس کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔ جانے کیسے وہ مما کے گھر پہنچی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد انہیں دوبارہ دروازے پر دیکھ کر سب حیران رہ گئے تھے۔

☆.....☆

"تمہیں کس نے کہا تھا اسے اکیلا چھوڑ کر چار دن کے لیے دوسرے شہر جا بیٹھوں۔ اکیلا مرد کھلے سانڈ کی طرح ہوتا ہے۔"

جب کافی دیر بعد بھی اس کی چپ نہ ٹوٹی تو سب نے بچوں سے پوچھنا شروع کر دیا۔ حنظلہ نے آنکھوں

آخری حصہ

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

دیکھا حال بتا دیا۔ جس میں میرب نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"میں کوئی تفریح کرنے نہیں گئی تھی مما! جاب کی ڈیمانڈ تھی۔" مما جب اسے ہی لیکچر دینے لگیں تو اسے زبان کھولنا پڑی۔

"بھاڑ میں ڈالو ایسی جاب کو جس سے تمہارا گھر کو آگ لگ رہی ہے۔" مما کا سارا نزلہ اس کی جاب پر گرا۔

"یہ آگ پچھلے نو سال سے لگی ہوئی ہے آج نئی نہیں لگی۔ جاب چھوڑنے سے کیا فائز وحید کی فطرت بدل جائے گی۔ جاب میں نے کیوں کی اس سے آپ لوگ بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ فائز سال بھر نوکری چھوڑ کر گھر بیٹھا رہا ہے اور میں آپ لوگوں کی مقروض ہو کر اپنے بچوں کا پیٹ پالتی رہی ہوں، ان کی اسکول کی فیسوں کے لیے آپ لوگوں آگے ہاتھ پھیلاتی رہی ہوں۔ جاب نہ کرتی تو پھر کیا کرتی۔ کم از کم میں فائز جیسی بے غیرتی نہیں دکھا سکتی تھی۔" انا ہیر زیب دکھی تھی۔

"میں شروع سے اس شادی کے خلاف تھا مگر تم ماں، بیٹیوں کو بڑا ہیرا نظر آ رہا تھا فائز، اب بھگتو تم لوگ۔ مجھے کوئی اس معاملے میں نہ گھسیٹے۔" بابا کا سارا قہر گھر کی عورتوں پر ٹوٹا۔

"کیا ضرورت تھی ان کے سامنے یہ ساری باتیں کرنے کی۔ اب ساری زندگی مجھے طعنہ سننا پڑے گا بیٹی گھر نہ بسا سکی۔" مما کا اپنا دکھڑا کم نہیں تھا۔

"فار گاڈ سیک مما! میں سگی بیٹی ہوں بابا کی، آپ لوگوں سے اپنی تکلیف شیئر نہیں کروں گی تو کس سے کروں؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

شادی شدہ بیٹوں سے والدین ایسے لاتعلق ہو جاتے ہیں جیسے اسے رخصت نہیں دفن کر دیا ہو، زمانہ جہالت کی مثالیں آج تک قائم ہیں کہ ڈولی میں گئی ہو کندھوں پر ہی نکلنا۔

"مردوں میں ہزار عیوب ہوتے ہیں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ تم بھی کرو۔" مما نے فائنل فیصلہ سنا کر اس کے حوصلے توڑنے کی کوشش کی۔

"بہت اسلام کا پرچار کرتی ہیں اسلام میں زانی کو معاف کرنے کا کیا حکم ہے؟ میں کیسے آنکھوں کے سامنے سب کچھ ہوتا دیکھتی رہوں، شوہر کی ہر چیز برداشت ہوتی ہے لیکن بدکرداری نہیں۔ میں نے تو سال وہ بھی برداشت کیے پہلی بار جب اس کے والٹ سے لڑکی کی تصویر نکلی تو اس نے مجھے ایک طلاق دے دی۔ میں نے وہ بھی آپ لوگوں سے چھپائی لیکن اب وہ کھلے عام عورت اور شراب کا استعمال کر رہا ہے۔ ایک بدکردار باپ اپنے بچوں کی کیا تربیت کرے گا؟ میں اپنی نسل کی آنکھوں پر کیسے پٹی باندھوں جو یہ اپنے باپ کی عیاشی نہ دیکھ سکیں۔" انا ہیر کو حقیقتاً اپنوں کے رویے زندہ درگور کر رہے تھے۔

"آخر آپ چاہتی ہیں بجو۔" چھوٹی بہن جو سب سن رہی تھی بول پڑی۔

"میں اب ایسے شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔" اس نے فائنل کہہ دیا۔

"کیا پاگل ہو گئی ہو، ہم سمجھائیں گے فائز کو۔" مما اس کے فیصلے سے ہول اٹھیں۔

"جسے سزا ملنی چاہیے آپ اسے سمجھائیں گی بہت خوب۔" اسے حقیقتاً دکھ ہوا۔

"مما ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں بچے اب بڑے ہو رہے ہیں اب اس عمر میں آپ طلاق لے کر اپنے ساتھ ہم سب کا بھی تماشا لگوانے کے موڈ میں ہیں۔ چار ماہ بعد شادی ہے آپ جانتی ہیں کہ آپ کے اس فیصلے سے میری ریپوٹیشن کتنی خراب ہو جائے گی۔ میرے سسرال میں۔ سب یہی کہیں گے کہ بڑی بہن نے طلاق لے لی تو سال بعد تو چھوٹی بھی ایسی ہی ہو گی گھر نہ بسانے والی۔ آپ خود غرضی سے سوچنے کی بجائے ہم سب کے IMAGE کے بارے میں بھی سوچیے۔ طلاق یافتہ کو معاشرے میں کوئی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ آپ شاید یہ سب اس عادی ارجلال کی شہہ پر کر رہی ہیں جو آپ کی محبت میں مبتلا ہے۔" آخر میں جملہ بے حد تضحیک آمیز ہو گیا۔ سیریس اس سے بہت چھوٹی تھی، سچ ہے رشتے صرف غرض کے ہوتے ہیں، ہر گھڑی صرف تاوان وصول کرتے ہیں۔ ہر کوئی چاہتا تھا، وہ ہنستی مسکراتی لچی لائف کی جھوٹی کہانی سنا کر انہیں ڈسٹرب نہ کرے۔ وہ پریشان تھی اس کے کلیجے میں آگ لگی تھی تو لگتی رہے ان کی بلا سے۔ ہاں اس کی وجہ سے ان کی لائف میں ڈسٹربنس نہیں ہونی چاہیے تھی۔ رشتوں کی قلعی، رشتوں کا رنگ، وقت کا جادو گر سب کے اصل چہرے دکھا دیتا ہے۔

"چلیں مما! ہمیں یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" حظلہ ساکت بیٹھی انا ہیر کا بازو تھامے اسے اٹھا رہا تھا، اس گھڑی اگر اسے کسی کے ساتھ کا مان تھا تو وہ اس کا آٹھ سالہ بیٹا تھا جو سنجیدگی سے سب کی باتیں سن کر اسے اٹھا رہا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے حظلہ کے معصوم لیکن سنجیدہ چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

وہ کہاں جاتی؟ شادی شدہ لڑکی کا ایک ٹھکانا میکہ ہی تو ہوتا ہے۔ جب وہاں بھی سب بیگانے بن جائیں تو کوئی کہاں جائے؟ لیکن اتنا کچھ سننے کے بعد یہاں بھی نہیں رہ سکتی تھی کہ ابھی عزت نفس باقی تھی اس میں۔

دونوں بچوں کا ہاتھ تھامے وہ باہر نکل آئی تھی۔ کسی نے اسے نہیں روکا تھا اور کوئی روک کر اسے بوجھ بنانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

"مما! عادی انکل.....!"

"تمہیں میری قسم ہے حظلہ! تم عادی انکل کو کچھ نہیں بتاؤ گے۔" حظلہ کی ادھوری بات پر اس نے بے حد سختی سے حظلہ کو وارن کیا تھا۔ وہ چپ رہ گیا۔

"اب ہم کہاں جائیں گے۔" میرب کو فکر ہوئی۔ غیر معمولی حالات میں پلنے والے بچے شاید غیر معمولی اوصاف کے ہی مالک ہوتے ہیں۔

☆.....☆

"WHATS WRONG WITH YOU HEER?" ہو کہاں تم؟ نہ کال ریسیو کر رہی ہو، نہ اپنی خیریت بتا رہی ہو۔ مسئلہ کیا ہے؟ حظلہ کو کیوں قسم دی ہے مجھے کچھ نہ بتانے سے؟ کیا چھپانا چاہتی ہو تم مجھ سے؟" عادی ارجلال کی کال اور میسجز کو نظر انداز کرتے اسے تیسرا دن تھا۔ ان دو دنوں میں اس کی لاتعلقی نے عادی ارجلال کو جہاں اس کے لیے متفکر کر دیا تھا۔ وہیں وہ اس کی دوری پر پاگل ہو رہا تھا۔ اس نے حظلہ کے نمبر پر بھی ان گنت کالز کی تھیں۔ وہ بھی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

MOSTLY TIME انا ہیر زیب کا نمبر بند جا رہا تھا۔ ایسے میں اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس سے ان کی خیریت دریافت کرے۔ آفس سے پتا کیا تو خبر ہوئی وہ دو دن سے آفس ہی نہیں آ رہی۔ ناچار اسے اس کی مما کے گھر جانا پڑا۔ ایسی نے اس کے استفسار پر جتنا برا منہ بنا کر کہا کہ "پتا نہیں" سے کوئی گڑبڑ لگی تھی۔

وہ ایک بار پھر آفس آیا تھا اور شومئی قسمت کے انا ہیر اسے مل گئی تھی۔ وہ اسے اچانک سامنے دیکھ کر ایک پل کو حیران رہ گئی۔ پھر مسکرانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

"کچھ نہیں ہوا ہے، کیا ہونا ہے۔"

"تم خود بہلا رہی ہو یا مجھے۔" وہ سخت نظروں سے گھور رہا تھا۔

http://www.books.urdutube.net/

''کیا چھپا رہی ہو مجھ سے؟'' وہ اس کے چہرے پر کچھ کھوجنا چاہ رہا تھا۔

''کچھ بھی تو نہیں۔'' اس نے ٹالنا چاہا۔

''چائے منگواتی ہوں تمہارے لیے۔'' وہ خود کو نارمل اور لاپروا شو کررہی تھی اور اس کوشش میں بری طرح ناکام تھی۔

''تم میاں کے گھر نہیں رہ رہی ہو۔ نہ ہی اپنی ماں کے گھر.....! کہاں رہ رہی ہو؟ بتاؤ کیا ہوا ہے؟ مجھ سے کچھ مت چھپاؤ!'' وہ شخص جتنا لاپروا نظر آتا تھا اتنا تھا نہیں۔ ضبط کی لاکھ کوشش میں بھی اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

''اٹھو! ساتھ چلو میرے!'' اچانک حکم پر وہ اسے دیکھنے لگی۔

''تمہیں ہاتھ لگانے کا اختیار نہیں ہے اس لیے لفظوں سے کہہ رہا ہوں ورنہ اٹھا کر لے جاتا، چلو میرے ساتھ۔'' دھونس بھرے لہجے میں کہتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''مجھے کام ہے۔'' وہ منمنائی۔

''ہوتا رہے گا کام بھی۔'' اس کے سامنے پھیلے مسودے سمیٹ کر اس نے سائیڈ پر پٹخ دیے۔

''اٹھو جلدی!'' اب کے تحکم بھرے لہجے پر اسے اٹھنا پڑا۔ چند قدموں کے فاصلے پر وہ اسی کافی شاپ میں بیٹھے تھے جہاں عادی ارجلال نے اسے پہلی بار مدعو کیا تھا۔

''آفس میں تمہارے کولیگز ہیں، میں نہیں چاہتا ان تک تمہارے پرسنل ایشوز پہنچیں، اس لیے یہاں آیا، اب بولو کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ؟''

کافی اور اسنیکس آرڈر کر کے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جو ضبط کی کوشش میں بے حال تھی۔

''کھل کے رولو.....! ورنہ تمہارے میاں کے بے وفائی کا زخم تمہیں کھوکھلا کردے گا۔''

بھیگی پلکوں سمیت بے حد چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ کیسے جانتا تھا سب کچھ۔

''میں کیا اور کتنا جانتا ہوں، اس ذکر کو رہنے دو۔ تذکرہ نہ پہلے کیا تھا نہ اب کروں گا کہ کہیں تمہیں یہ نہ لگے میں تمہارے میاں کی طرف سے تمہارا دل خراب کرنے کی کوشش کررہا ہوں، کیونکہ اس میں میرا مفاد ہے، میں اتنا گھٹیا نہیں ہوں۔'' وہ اس کی حیران نظروں کو پڑھ کر بولنے لگا تھا اور ایک اسی ڈر سے تو انا ہیر زیب نے عادی ارجلال کو اس معاملے سے دور رکھا تھا کہ کل کو کوئی اسے الزام نہ دے کہ دوسرے مرد کی چاہ میں اس نے انتہائی فیصلہ کیا۔

''تم جو بھی فیصلہ کرو گی مجھے منظور ہوگا۔ اس ساری دنیا میں بھلے کوئی تمہارا ساتھ دے نہ دے میں تمہارے ساتھ ہوں، خواہ تم میرے حق میں فیصلہ کرو یا میرے خلاف، میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں ہر صورت میں۔'' وہ پوری سچائی سے گویا تھا۔ اس کے بہتے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔

''کہاں رہ رہی ہو؟'' ٹشو اس کی طرف بڑھاتے اگلا سوال کیا۔

''فرینڈ کا گھر خالی تھا، رینٹ پر لیا ہے۔'' ہولے سے بولی۔

''میں کہیں اور رہنے کی آفر دوں تو مانو گی؟''

''نہیں!'' اس کا لہجہ قطعی تھا۔ وہ اس کی خوددار فطرت سے آگاہ تھا۔

''اوکے! لیکن مجھ سے پھر کچھ چھپانے کی کوشش مت کرنا۔'' وارن کیا۔

''کیا چھپا ہے تم سے، چھان بین کر کے تو آئے ہو سب کچھ۔'' اس نے جتایا۔

''تم غائب جو ہوگئی تھیں، کرنا پڑا تمہاری فکر میں۔'' وہ مسکراتے ہوئے کافی اور اسنیکس کی ٹرے اس کے سامنے کرنے لگا۔

''کہو تو تمہارا ایڈریس بھی بتاؤں؟'' وہ شرارت سے لب دبائے پوچھ رہا تھا۔ کئی دنوں کی کشاکش کے بعد انا ہیر زیب کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آگئی۔

''ایڈریس بھی ڈھونڈ لیا، حد ہے۔'' وہ اس شخص کی دیوانگی سے آگاہ تھی۔

☆.....☆

فائز وحید نے کال کر کے معافی مانگنے کا ڈرامہ کیا تھا۔ وہ اسے صفائی کا موقع دینے کو کہہ رہا تھا اور انا ہیر زیب جانتی تھی ایسا وہ صرف معاشرتی اسٹیٹس بحال رکھنے کے لیے کررہا تھا، معافی تلافی، وعدے قسمیں.....! یہ نہیں تھا کہ فائز نے کبھی نہیں کیے تھے اور انا ہیر زیب نے اسے موقع نہیں دیا تھا۔ ہر بار افیئر پکڑے جانے پر وہ شدو مد سے اللہ رسول کی قسمیں کھاتا تھا اور پھر بھول بھی جاتا تھا لیکن اب انا ہیر زیب کی برداشت ختم ہوگئی تھی، بچوں تک نے کہہ دیا تھا۔ ''ہم اتنے گندے انسان کو پاپا نہیں کہیں گے۔''

''انا ہیر! کیا ہوا ہے چندا؟ اتنی بڑی بات ہوگئی اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔'' انگلینڈ سے اس کے بڑے بھائی کی کال آئی تھی۔ وہ گلہ کررہا تھا۔

''مجھے سب خبر ہوگئی ہے تمہارے ساتھ کیا ہوا ہے اور تم نے کن حالات میں گھر چھوڑا ہے۔ مما اور گھر میں سب کا رویہ غلط ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' اور فہد کے چند جملوں نے اپنوں کی کمی کا احساس کم کردیا تھا۔

''تم کیسے مینیج کررہی ہو سب اکیلے.....؟ I Know کہ تمہارا جہیز کا سارا گولڈ فائز پہلے ہی بیچ کر کھا چکا ہے اور تمہاری ساری سیلری گھر میں کھپ جاتی ہے۔ تم نے کچھ سیونگ نہیں کی ہوئی ہے؟'' فہد اس کے لیے پریشان تھا۔

''اللہ راہیں نکال دیتا ہے بھائی! اگر میں خالی ہاتھ کو دیکھوں گی تو مجھے پھر سے ایک ایسے انسان کے ساتھ رہنا پڑے گا جو روز گناہ کرتا ہے۔ میں بہت اچھی مسلمان نہیں ہوں لیکن مجھے حرام اور حلال کا فرق چاٹنے لگا ہے۔ اسی لیے میں نے اتنا بڑا فیصلہ کیا۔ میری نسل اس انسان کے گناہوں کی سزا نہ پائے اسی لیے میں نے اسے چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ فرینڈ کا گھر رینٹ پر لیا ہے۔ بنا ایڈوانس کے اس نے دوستی میں مجھے اپنا گھر دے دیا ہے کہ جب تک میں دوسرا ٹھکانا نہ کرلوں یہاں رہ سکتی ہوں۔''

کوئی بھی فیصلہ آسان نہیں ہوتا اور ایسے میں جب سب آپ کے مخالف ہوں تو ہمت یوں بھی ٹوٹنے لگتی ہے لیکن وہ مسلسل خود کو مضبوط بنا رہی تھی۔ عادی ارجلال نے بھی کوشش کی تھی کہ اس کی انا کو ٹھیس نہ لگے اور کام ہو جائے مگر اس نے سختی سے انکار کردیا تھا۔

''تم یہاں میرے پاس انگلینڈ آجاؤ۔'' فہد نے آفر کیا۔

''دیکھتی ہوں بھائی! نصیب میں ہوا تو آ بھی جاؤں شاید۔'' فہد کے بتانے پر اس نے اس کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم ٹرانسفر کردی تھی کہ وہ چند مہینے سکون سے گزار سکتی تھی۔

☆.....☆

''اطلاع کا نوٹس بھیج کر تم خود کو کیا سمجھ رہی ہو، میں بچے چھین لوں گا۔'' فائز وحید نے روایتی حربہ آزمایا کہ شاید وہ اپنا فیصلہ بدل لے۔

''چھین کر دکھاؤ، میں تمہارا اصل چہرہ کمرۂ عدالت اور پورے معاشرے کو دکھاؤں گی۔'' وہ غرائی۔ فائز وحید

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

بھول گیا تھا کہ وہ انا ہیر زیب تھی جو ایک بار فیصلہ کرنے کے بعد پیچھے نہیں ہٹتی تھی۔ بھلے زمانہ اس کے خلاف ہو جائے۔

"اگر میں بدکردار ہوں تو تم کیا ہو۔ کیوں عادی ارجلال تمہاری محبت کے گن گا رہا ہے۔ کہو نا یہ سب تم اس کی شہ پر کر رہی ہو۔" فائز او چھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا۔

"اپنا دامن داغ دار ہو تو دوسروں پر کیچڑ اچھالنا اچھا لگتا ہے۔ عادی ارجلال یا کوئی بھی شخص جو کچھ کر رہا ہے یہ اس کا ذاتی فعل ہے اور میں دودھ پیتی بچی نہیں ہوں جو کسی کے کہنے پر اپنا گھر توڑ دوں گی، نو سال تمہارے ساتھ زندگی میں نے گزاری ہے۔ ان نو سالوں کی اذیت مجھے معلوم ہے کسی اور کو نہیں اور اب دوبارہ فون مت کرنا۔" اس نے سختی سے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

فائز کو پتا تھا عدالت وکیل کا چکر صرف خواری اور پیسے کا ضیاع تھا، فیصلہ انا ہیر زیب کے حق میں ہی ہونا تھا۔ سو اس نے چپ چاپ خلع کے پیپرز پر سائن کر دیئے۔ بچوں کی ذمہ داری بھی اسے سونپ دی کہ اس نے محض اسے ڈرانے کو بچوں کا کہا تھا۔ وہ بچوں کو ساتھ رکھ کر خود کو پابند نہیں کر سکتا تھا۔

مرد بہت دور چل کر بڑی آسانی سے ہاتھ چھوڑ دیتا ہے۔ طلاق، خلع، قبیح فعل ہے لیکن اگر عورت حالات سے دلبرداشتہ ہو کر خودکشی تک سوچ لے تو کیا حرام موت سے بہتر علیحدگی نہیں ہے؟ کیا عورت کو اپنی مرضی سے فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں؟ زندگی کی خوشیوں پر اس کا حق نہیں؟ بچوں کی آڑ میں کب تک خود کو قربان کرتی رہے گی؟ سوسائٹی اور فیملی کے کرتا دھرتا اس وقت کہاں ہوتے ہیں جب فکر و فاقہ عورت کو کھا رہے ہوتے ہیں۔ صبر، برداشت، مفاہمت کا دور کوئی اس عورت سے پوچھے جس پر بیت رہی ہوتی ہے۔

☆.....☆

اگر یہ کہہ دو بغیر میرے نہیں گزارا، تو میں تمہارا
یا اس پر مبنی کوئی تاثر کوئی اشارا، تو میں تمہارا
غرور پرور، انا کا مالک، کچھ اس طرح کے ہیں نام میرے
مگر قسم سے جو تم نے اک نام بھی پکارا، تو میں تمہارا
تم اپنی شرطوں پر کھیل کھیلو، میں جیسے چاہوں لگاؤں بازی
اگر میں جیتا تو تم ہو میرے، اگر میں ہارا تو میں تمہارا
تمہارا عاشق، تمہارا مخلص، تمہارا ساتھی، تمہارا اپنا
رہا نہ ان میں سے کوئی دنیا میں جب تمہارا، تو میں تمہارا
تمہارا ہونے کے فیصلے کو میں اپنی قسمت پر چھوڑتا ہوں
اگر مقدر کا ٹوٹا کوئی بھی ستارا، تو میں تمہارا
یہ کس پر تعویذ کر رہے ہو؟ یہ کس کو پانے کے ہیں وظیفے
تمام چھوڑو بس اک کرلو جو استخارہ، تو میں تمہارا

عدت مکمل ہونے کے اگلے ہی روز آفس پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد اسے ٹی سی ایس موصول ہوا تھا۔ خوبصورت بکے کے ساتھ You are my life کا کارڈ موجود تھا۔ جس کے اندر یہ خوبصورت الفاظ رقم تھے۔ اس کے لکھے حروف پر نظریں ڈالتے وہ اس کے نام پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ عادی ارجلال زندگی ایک عجب موڑ پر

آ کھڑی ہوئی تھی۔ فائز کے ساتھ نو سال بتاتے اس نے کبھی اس سے علیحدگی کا نہیں سوچا تھا، صبر کیا تھا۔ اس کے راہ راست پر آ جانے کی دعائیں کرتی تھی لیکن شاید اس کی دعا سے زیادہ عادی ارجلال کی دعاؤں میں اثر تھا تب ہی تو فائز کی اصلیت اس کا مکروہ چہرہ اللہ اس کے سامنے لے آیا تھا۔ جانے کب تک وہ لفظوں کے سحر میں جکڑی رہتی، اس کا سیل فون بجنے لگا تھا۔ وہ حال میں لوٹ کر پھولوں کو دیکھنے لگی۔

زندگی تب بھی آسان نہیں تھی جب وہ فائز کی زندگی میں تھی اور اب اس کی ذمہ داریاں مزید بڑھ گئی تھیں۔ بچوں کو پہلے بھی ماں اور باپ بن کر اسی نے پالا تھا۔ سو انہیں باپ سے علیحدگی پر کچھ فرق نہیں پڑا تھا لیکن اب اسے اپنے بچوں کے لیے مزید بہتر زندگی پلان کرنا تھی۔ وہ ان کی زندگی میں باپ کا خلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ فہد کی باتوں کا اثر تھا یا کوئی اور بات تھی۔ مما اور دیگر لوگ کبھی کبھار فون کر کے خیریت دریافت کر لیتے تھے اور جیسے ان کا فرض پورا ہو جاتا تھا۔ اس نے بھی اب لوگوں سے توقعات پالنا چھوڑ دی تھیں اور جب توقعات نہیں تھیں تو کسی کے رویے سے تکلیف بھی نہیں ہوتی تھی۔

آفس آف ہو چکا تھا۔ وہ اپنا ساز و سامان سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی بچے اسکول کی طرف سے پکنک ٹرپ پر گئے ہوئے تھے ان کی واپسی میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے۔ سو انہیں پک کرنے کی ٹینشن نہیں تھی۔

"اس خوبصورت شام کے چند گھنٹے آپ میرے نام کر سکتی ہیں۔"

جانے وہ کہاں سے نکل کر آیا تھا۔ اس کے ساتھ قدم سے قدم ملاتے اس نے بے ساختہ کہا تھا جیسے اسے یقین تھا کہ وہ انکار نہیں کرے گی۔

ریسٹورنٹ کے پرسکون گوشے میں وہ بے حد خاموشی سے بیٹھی تھی اس کی سنجیدگی کو اس نے بغور دیکھا تھا۔ شاید وہ اس کی ذہنی کیفیت سے آگاہ ہو چکا تھا۔

"تو مجھے سوچ کر بتائیں گی؟" بے حد شرارت سے قدرے جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس نے کہا تھا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"زندگی میں سب کچھ اتنا اچانک اور UN EXPECTED ہو گیا تھا کی اب کچھ بھی سوچنے سے ڈر لگتا ہے۔" وہ پھیکے سے مسکرائی۔

وہ خود کو لاکھ نارمل اور بہادر ثابت کر رہی تھی لیکن وہ روز اول اس کی مسکراہٹ کے پیچھے چھپے درد کو جان گیا تھا۔ شریک حیات کی بے وفائی اور دھوکے بازی کا درد بھانس بن کر چبھتا رہتا ہے، میاں بیوی اک دوسرے کا لباس ہیں اور جب ایک کے لباس میں ذرا بھی گندگی نظر آئے تو اگلا اپنی نظروں میں خود گر جاتا ہے۔

"مجھ میں ہی کوئی کمی، کوئی خامی رہی ہوگی تب ہی تو اس لباس کی بدنمائی دنیا کو نظر آئی۔" یہ سوچ کچوکے لگا رہی تھی۔ وہ اس کی ذہنی کیفیت سے واقف تھا گناہ گار فائز وحید تھا مگر وہ خود کو مجرم سمجھ رہی تھی۔ جس میں بہت زیادہ ہاتھ ہمارے اردگرد بسنے والے لوگوں کا تھا۔ خلع کا سن کر سب کی عجیب نظروں اور باتوں کا سامنا کرتے وہ جیسے اپنا اعتماد کھونے لگی تھی۔ جب تک ایک سنگسار کر دینے والے شخص کی پردہ پوشی کرتی رہی تب تک وہ دنیا کی نظر میں معتبر رہی تھی اور اب اس کی اپنی ذات پر انگلیاں اٹھنے لگی تھیں۔

"عورت میں ہی کمی ہوگی تب ہی تو مرد باہر منہ مارتا ہے۔" یہ وہ جملہ ہے جو شاید لوگ سوچے سمجھے بغیر بولتے ہیں۔

"شادی کرلو مجھ سے!" اس نے ہولے سے کہا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"آج 14 فروری ہے میں نے یہ دن کبھی سیلیبریٹ نہیں کیا نہ اس دن کی روح پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

ہاں لیکن آج جب کہ تم کسی کی پابند نہیں رہیں تو تمہیں، تم سے مانگ رہا ہوں۔" ریڈ مخملیں ڈبیہ کھول کر اس نے رنگ اس کے سامنے کیا۔

"PLZ MARRY ME?" اس کی نگاہوں کی جنون خیزی، اس کی محبت..... اس کا بے لوث ساتھ اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتی تو شاید بہت پہلے اس جلد کو روبخش چکی ہوتی۔ وہ کئی ثانیے ڈبیہ اٹھا کر رنگ کو دیکھتی رہی، پھر ڈبیہ بند کر کے اس کی طرف دھکیل کر بولی۔

"NO!" لہجہ بے حد سخت اور بے لچک تھا۔

"ہیر!" عادی ارجلال کی نظروں میں بے یقینی اور لہجے میں تحیر سمٹ آیا تھا۔

"پلیز دوبارہ میرے راستے میں آ کر مجھے اذیت نہ دیجیے گا۔ میں آپ سے کوئی بھی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی محبت کا رشتہ تو پہلے بھی نہیں تھا اب دوستی بھی ختم سمجھیں۔" بے حد استعجاب اس کی آنکھوں میں آسمایا تھا۔ ایسی کون سی خطا ہو گئی تھی جو وہ انتہائی فیصلہ سنا رہی تھی۔ اس کے بے یقین چہرے کو کئی ثانیے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی نظروں سے دور ہوتی چلی گئی۔

☆.....☆

تو میرا نہیں بنتا نہ بن
تو میرے نام سے بدنام تو ہے

"تو بالآخر تم نے خلع لے ہی لی۔" وہ عدت میں ہی تھی جب ایک شام انجانے نمبر سے اسے کام موصول ہوئی تھی۔ مقابل نے چھوٹتے ہی طنزیہ لہجے میں وار کیا تھا۔

"آپ کون؟" وہ استعجابیہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"ایک یہی وجہ تو تھی تمہاری اور عادی کے بیچ دوری کی اور تم نے خلع لے کر یہ وجہ ہی ختم کر دی۔" بہت تمسخرانہ لہجہ تھا۔

"عادی.... وجہ....!" وہ تحیر سے دہرا کے رہ گئی۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں؟" وہ زچ ہوئی۔

"عادی سے شادی کے لیے خلع لیتے تمہیں شرم نہ آئی۔ تم کیا ارمان لیے بیٹھی ہو کہ میری بہو بن جاؤ گی۔ میں عادی کو کبھی تمہیں اپنانے نہیں دوں گی۔ میرے بیٹے کی نصیب میں دو بچوں کی ماں اور خلع یافتہ عورت ہی رہ گئی ہے۔" اور انا ہیر زیب کو سمجھ آ گئی کہ مقابل عادی ارجلال کی مام تھیں۔

"اپنی چلتر بازیوں سے تم نے میرے بیٹے کو پھانس رکھا ہے۔ شرم نہیں آتی تمہیں لیکن یاد رکھو تم کبھی خوش نہیں رہو گی۔ نفرت ہے مجھے تم سے، بے حد نفرت۔ میں اپنے بیٹے کی شادی اپنے خاندان میں کروں گی۔ ایسی چال چلوں گی کہ عادی تم سے نفرت کرنے لگے گا۔" ان کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

"آپ کو کوئی بھی چال چلنے کی ضرورت قطعاً نہیں ہے۔ میرے اور میرے سابقہ شوہر کے معاملے سے عادی کا کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ وہ میرا پرسنل معاملہ تھا۔ رہی عادی سے شادی کی بات تو نہ میں اسے پہلے ہاں کہا تھا نہ اب کروں گی۔ آپ تسلی رکھیں مجھے کسی کے گھر میں پھوٹ پڑوانے کا شوق نہیں۔ آپ میری طرف سے تسلی رکھیں۔ جہاں چاہیں وہاں کر دیں اپنے بیٹے کی شادی۔" کمال سکون سے اپنی بات مکمل کر کے انا ہیر زیب نے کال ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔

مام جو سوچے بیٹھی تھیں، وہ بحث کرے گی۔ مقابلے پر آ کھڑی ہو گی۔ عادی ارجلال کو ان کے سامنے لا کھڑا کرے گی۔ اس کے ہتھیار ڈال دینے پر ایک پل کو وہ بھی سیل فون کو حیرانی سے دیکھنے لگیں۔

"انا ہیر زیب! محبت تو تمہارے نصیب میں ہے ہی نہیں۔ زندگی میں جہاں اتنی کمی ہے وہاں ایک اور سہی۔" آنکھ میں آتے پانی کو انگلی کی پور پر سمیٹ کر اس نے چمکتا موتی آنکھوں کے آگے کر کے پر درد مسکراہٹ کے ساتھ جھٹکے سے چمکتے موتی کو انگلی سے دور اچھال دیا تھا اور شاید اس ایک جھٹکے میں دل کو بھی جھٹکنے کی کوشش کی تھی اور اب جب عادی ارجلال اس تک آیا تو اس نے اپنے لفظوں کا بھرم بخوبی رکھ لیا تھا۔ عادی ارجلال کی نگاہوں کی بے یقینی اسے راستہ بھر تنگ کرتی آئی تھی۔

☆.....☆

تو مجھے سوچ کبھی
یہی چاہت ہے میری
میں تجھے جان کہوں
یہی حسرت ہے میری

عادی ارجلال ایک ہی نہج پر سوچ سوچ کر پاگل ہونے لگا تھا۔ کیوں؟ اب انکار کیوں؟ کتنی بار اس کی ذات ریجیکٹ ہوئی؟ وہ جیسے دیوانا ہوا جا رہا تھا۔

پیار میں شرط کوئی ہے تو بتا دے مجھ کو
گر خطا مجھ سے ہوئی ہو تو بتا دے مجھ کو
جاں ہتھیلی پر میری جاں لیے بیٹھا ہوں
میں تیرے پیار کا ارماں لیے بیٹھا ہوں

اسے انا ہیر زیب سے جواب چاہیے تھا۔ وہ ہر حال میں جواب جاننا چاہتا تھا مگر اس کے مسلسل کال کے باوجود وہ کال ریسیو نہیں کر رہی تھی۔

بچوں کے سرہانے لیٹی وہ ان کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی مگر نظریں سیل فون کی وائبریشن اور جلتی بجھتی اسکرین پر تھیں۔ ایک تھکا ہوا آنسو پلکوں کی باڑھ پھلانگ کر باہر آیا اور میرب کے بالوں میں گم ہو گیا۔

عادی ارجلال نے تھک کر دونوں ہاتھوں میں بھر کر اپنے بال کھینچے تھے۔ دیوار سے سر ٹکراتے وہ مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔

☆.....☆

"یس میں انا ہیر؟" خلاف معمول رومان کی کال آئی تھی۔ انا ہیر چونک گئی۔ عادی ارجلال کے حوالے سے اسے دھڑکا ہی لگا ہوا تھا۔

"میں خیریت سے ہوں، آپ بتائیں۔" وہ چاہ کر بھی عادی کے متعلق استفسار نہیں کر سکی۔

ایک ہفتہ ہو گیا تھا اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ بچوں کو بھی سختی سے منع کر رکھا تھا۔ حفظہ کا نمبر بھی تبدیل کروا دیا تھا۔

"عادی کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے کیا؟" رومان کے الجھن بھرے سوال پر انا ہیر کے لب بھنچ گئے۔

"پوچھ آپ کو عادی سے ہی پوچھنا چاہیے تھا۔ آپ جگر ہیں ان کے۔"

"میں پوچھا تھا لیکن جب سے محبت میں پڑا ہے مجھ سے بہت کم باتیں شیئر کرتا ہے۔ سب سے قریب آپ ہیں اس کے، اس لیے آپ سے پوچھ رہا ہوں۔" رومان کو اس کے لہجے کی سنجیدگی محسوس ہوئی۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"اوہ اچھا!" رومان کو جیسے کسی گتھی کا سرا غل گیا۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" رومان اس معمے کو حل کرنا چاہتا تھا۔ وہ انا ہیر زیب کے خلع سے بھی آشنا تھا، عادی کی طرح وہ بھی خوش تھا کہ چلو اللہ نے راہ تو نکالی۔ اس کے خیال میں تو عادی کو بہت خوش ہونا چاہیے تھا اور وہ تھا بھی لیکن کچھ دنوں سے عجب حال تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" انا ہیر کو بے چینی ہوئی۔

"غالباً آپ لوگوں کی کوئی ناراضگی ہے۔ You Know کار ریسنگ عادی کا جنون ہے لیکن آپ کے ایک بار منع کرنے پر اس نے پھر کبھی ریس نہیں لگائی۔ لیکن آج....."

"کیا ہوا آج.....؟" انا ہیر کا دل دھڑکا۔

"آج بھی ایک ریس تھی۔ عادی نے Win کر لیا لیکن Win کے بعد اس نے جس طرح گاڑی کو دو ٹائرز پر چلایا ہے بظاہر تو حادثہ لگ رہا ہے مگر میں جانتا ہوں وہ گاڑی کو کنٹرول کر سکتا تھا۔ گاڑی برج سے بری طرح ٹکرا کر تباہ ہوئی ہے۔ میں نے آپ کو گاڑی کی پکچرز واٹس اپ کر دی ہیں، دیکھ لیجیے گا۔"

"اور عادی!" انا ہیر کا دل جیسے بند ہونے لگا۔ اسے اسی بات کا ڈر تھا۔

"وہ ٹھیک ہے۔ معمولی چوٹیں آئی ہیں لیکن اس کی حرکت سے نہیں لگ رہا کہ وہ خود کو ٹھیک رکھنا چاہتا ہے۔ پرسوں اس نے پھر ریس رکھ لی ہے۔ میں نے منع بھی کیا مگر..... یوں لگ رہا ہے وہ خود کو نقصان پہنچانے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔" رومان اپنی سنا کر فون بند کر گیا تھا۔

تصویریں دیکھ کر انا ہیر نے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ گاڑی کا شاید ہی کوئی پرزہ سلامت تھا۔ رومان نے اسے مشکل میں ڈال دیا تھا۔ اس کا بچ جانا معجزے سے کم نہیں تھا۔ وہ بھی بھانپ گئی تھی کہ عادی کیا اٹھانے بیٹھا ہے۔ وہ کب سے کمرے میں ٹہلتی رہی پھر تھک کر چیئر پر بیٹھ گئی۔ ریسیور اٹھا کر اس نے بے ساختہ اس کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

"بولو ہیر!" سرعت سے کال پک ہوئی تھی۔ انا ہیر زیب نے بے ساختہ پلکیں میچ لی تھیں۔ کتنا مشکل تھا اس شخص کو خود سے دور رکھنا۔

"اک گھنٹے کے اندر مجھے کافی شاپ پر ملو۔" انا ہیر نے جیسے بمشکل کہا۔

"اوکے آتا ہوں۔" بغیر کچھ پوچھے، بغیر کوئی سوال کیے وہ شخص اس کے بلاوے پر آنے کی حامی بھر گیا تھا۔

اور جب وہ ایک گھنٹے کے اندر انا ہیر زیب کو اپنا منتظر ملا تو اس کے قدم بے ساختہ ٹھٹک گئے۔ وہ بہت تھکا ہوا مضمحل لگ رہا تھا۔ بڑھی ہوئی شیو اسے مزید سنجیدہ ظاہر کر رہی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر اس نے کھڑے ہو کر اس کے لیے چیئر نکالی تھی۔ وہ بیٹھ گئی تو وہ بھی بیٹھ گیا۔

"سلام کرنا بھی بھول گئے ہو؟" وہ ٹیبلز سے ٹیبل پر لکیریں کھینچ رہا تھا۔ نظریں اردگرد بھٹک رہی تھیں۔ بلیو جینز، وہائٹ ٹی شرٹ میں رف اینڈ ٹف حلیہ ہو رہا تھا۔ اس کی خاموشی پر انا ہیر زیب نے بے ساختہ کہا۔

"سلام کروں گا تو جواباً تم بھی مجھ پر سلامتی بھیجو گی اور مجھے اب سلامت رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہتے اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔ انا ہیر کو اپنے شک پر یقین کی مہر لگ گئی۔

"کیا ہے یہ؟" انا ہیر نے سیل فون اس کی طرف بڑھایا۔ وہ تھوڑا جھک کر تصویریں دیکھنے لگا۔

"قسمت!" تمسخرانہ مسکراہٹ سے اس نے سیل فون اس کی طرف کر دیا۔

"رومان پٹے گا اب مجھ سے، اس نے تمہیں پکچرز بھیج دیں۔ کل قسمت نے ساتھ نہ دیا ہوتا تو آخری تصویریں

ہوتیں شاید۔" وہ کچھ زیادہ تلخ ہو رہا تھا۔ انا ہیر نے اسے اتنا سنجیدہ اور زود رنج پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت بھی نہیں جب وہ فائر کی بیوی تھی، تب بھی وہ خوش باش رہتا تھا۔

"جیت گئے ریس، مل گئی خوشی؟ لوزر وہ نہیں جنہیں تم نے پیچھے چھوڑ دیا۔ لوزر میں ہوں کہ تم نے میری بات رد کی۔"

وہ چپ رہا۔

"تمہیں منع کیا تھا نا کہ تم خودکشی نہیں کرو گے؟" انا ہیر زیب اس سر پھرے کو سمجھانا چاہتی تھی۔ اسے خبر تھی وہ کبھی کسی کی نہیں مانے گا سوائے اس کے۔

"خودکشی کب کر رہا ہوں۔ کرنا ہوتی تو ایک ہفتہ میں 168 گھنٹے، 1440 منٹس، 86400 سیکنڈز تھے میرے پاس۔ ایک منٹ میں خود کو شوٹ کر لیتا۔ ایک سیکنڈ میں رگ کاٹ لیتا یا پھندا ڈال کر لٹک جاتا لیکن تم سے وعدہ کیا ہے سو خودکشی نہیں کر رہا۔" اس نے جیسے بات بنائی۔

"یہ کہونا خودکشی کو حادثہ کا رنگ دینے کی کوشش کر رہے ہو تا کہ خود کو اور مجھے دھوکا دے سکو۔"

وہ بے ساختہ مسکرایا۔ "سوری! بھول گیا تھا مقابل لفظوں کے بخیے ادھیڑنے والی لکھاری اور مشاہدے کے زور پر حشر بپا کر دینے والی ہستی سے مخاطب ہوں۔"

اس نے جیسے اس کے سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی۔ وہ مزید لب بھینچ گئی۔

"کیوں کر رہے ہو اپنے ساتھ برا؟"

انا ہیر زیب کو سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ اسے کیسے سمجھائے۔

"تم کیوں قبول نہیں کرتیں میری محبت؟ کیوں بار بار دھتکار دیتی ہو مجھے؟ جب تک ریلیشن شپ میں تھیں کبھی مجبور نہیں کیا لیکن اب جب تمہاری زندگی میں کوئی نہیں ہے، تم کسی کی پابند نہیں ہو پھر مجھے ریجیکٹ کرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا میری محبت میں تمہیں کمی نظر آتی ہے۔ میرے جنون میں وہ آگ نہیں کہ تم بھی کہو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے؟" اس کا دھیما سرسراتا لہجہ انا ہیر زیب کی زبان بند کر گیا تھا۔ اس کی شکایتی نگاہوں کا سامنا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

"جس محبت نے بہت پہلے تمہیں اپنا اسیر کر لیا اسے تم کب تک چھپاؤ گی۔ تم کیوں میری بننا نہیں چاہتیں۔ ایسی کون سی دیوار ہے جو تمہیں مجھ تک آنے نہیں دے رہی؟" وہ جنونی ہو رہا تھا۔ انا ہیر کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہونے لگیں۔

"تمہارے پاس میرے کسی سوال کا جواب نہیں ہوگا اس لیے چپ چاپ اس دنیا کو چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں۔ زندگی میں کبھی کوئی کمی نہیں دیکھی لیکن اگر ہر شے کی کمی ہو جائے تو بھی کوئی گلہ نہیں کروں گا لیکن ایک تمہاری کمی برداشت نہیں ہوتی مجھ سے۔" وہ جیسے نڈھال ہو گیا تھا۔

"زندگی میں صرف ہماری پسند اہمیت نہیں رکھتی۔ ہمیں خود سے جڑے لوگوں کی پسند کا بھی دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ تمہاری فیملی میں بہت اچھی لڑکیاں ہیں، ان میں سے کر لو کسی کنواری لڑکی سے شادی۔ جسے ساتھ لے کر چلتے نہ سوسائٹی تم پر انگلی اٹھائے نہ کوئی سوال کرے۔" خود پر ضبط کرتے وہ گاڑی پر انگلی پھیرتی بمشکل بولی تھی۔

عادی ارجلال کے ذہن میں جیسے کچھ اسپارک ہوا۔

"تمہیں کس نے مجھ سے قطع تعلق کرنے کو کہا..... روحان؟"

انا ہیر زیب بری پھنسی تھی۔ وہ لب دانتوں تلے دبا گئی۔ بغور اس کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"مام نے؟"
انا ہیر بے ساختہ ادھر ادھر دیکھنے لگی اور جیسے وہ کسی نتیجے پر پہنچ گیا۔
"بتا نہیں سکتی تھیں کہ مام نے.....!" وہ برہم ہوا۔
"عادی پلیز تم!" وہ تیزی سے بولی۔
"شش.....اب چپ!" اس نے انگلی اپنے لبوں پر رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔
"اب مام ہی رشتہ لے کر آئیں گی اور تم انکار نہیں کرو گی۔" وارن کرتے ہوئے اس نے کافی کا مگ اس کی طرف بڑھایا۔
"تم مام سے بات نہیں کرو گے۔" وہ چیخی۔
"تم اب کچھ نہیں بولو گی، سمجھیں تم!" وہ بھی اسی کے لہجے میں بولا۔
انا ہیر نے سر تھام لیا۔
"نائنس کافی!" وہ مسکراتے ہوئے آرام سے کافی پینے لگا۔

☆.....☆

شہر آتے ہی نگاہ بدل جاتی ہیں
اس کے گھر میں میرے نام کی تعویذ دبی ہو جیسے

"مجھے تو ان عاملوں اور جادو پر ذرا برابر بھروسہ نہیں تھا لیکن دیکھ لو جب سے میں نے اپنے بیڈ کے پائے کے نیچے تعویذ دبائی ہے تب سے عادی اس چڑیل سے دور ہو گیا ہے۔" مام، نگہت سے کہہ رہی تھیں۔
"صحیح کہا مام! ورنہ تو یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ اگر دو بچوں کی ماں میری بھابی بن گئی تو میں اپنی سہیلیوں کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ میری کتنی ہی فرینڈز بھائی کے لیے آہیں بھرتی ہیں اور بھائی پاگل ہیں اس عورت کے پیچھے۔" نگہت نے بھی تشکر کا سانس لیا۔
ان کے پیچھے یہ باتیں سنتا عادی ارجلال پھیکے سے مسکرا دیا۔
اگر انا ہیر اس کی مام اور بہن کے متعلق کوئی بات کرتی تو شاید وہ اسے بھی دو ٹکے کی سنا دیتا مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس نے خود اپنے کانوں سے سب سن لیا۔
اس کی پڑھی لکھی دین دار مام اسے انا ہیر سے بچانے کے لیے سفلی کرواتی پھر رہی ہیں۔ یہ سوچ کے ہی اسے عجیب لگا۔
"مام!"
"ارے عادی! آؤ آؤ۔" مام بری طرح گڑبڑا گئیں۔ دھیان سے اس کا چہرہ دیکھنے لگیں کہ اس نے ان کی بات تو نہیں سن لی۔
"بھائی چائے لاؤں آپ کے لیے۔" نگہت نے بھی خود کو سنبھالا۔
"کسی شے کی ضرورت نہیں ہے ابھی کافی پی کر آیا ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے ان کے سامنے پوزیشن سنبھالی۔
"چلو شکر ہے تمہارے چہرے پر مسکراہٹ تو آئی۔ میں تو تمہیں ہنستا ہوا دیکھنے کو ترس گئی تھی۔" مام جھٹ اس کی بلائیں لینے لگیں۔
"انشاء اللہ آپ مجھے اب قہقہے ہی لگاتے دیکھیں گی۔" عادی ارجلال نے مزید کہا تو مام نگہت کو آنکھوں ہی

آنکھوں میں عامل کی تعویذ کا اشارہ کرنے لگیں۔ نگہت اثبات میں سر ہلانے لگی۔
"مام! اس ویک اینڈ آپ میرا رشتہ لے کر جا رہی ہیں۔"
"سو بسمہ اللہ، کہاں؟" مام چونکیں۔
"انا ہیر زیب کے گھر!" اس نے جیسے ان دونوں پر بجلی گرا دی۔
"لیکن.....!" مام نے کچھ کہنا چاہا۔
"میں اسی سے شادی کروں گا یہ بات میں نے بہت پہلے ہی کہہ دی تھی۔ وہ جب RELECATION SHIP میں تھی۔ نہ اس نے تب میری محبت کو قبول کیا تھا نہ اب، ہاں ہم اچھے دوست ضرور بن گئے تھے مگر ایک ہفتہ قبل اس نے جانے کس کے کہنے پر دوستی کا رشتہ ختم کر کے مجھے خود سے دور رہنے کا کہہ دیا لیکن میں اس سے دور نہیں رہ سکتا۔ پچھلی بار بھی اس کی وجہ سے خود کو شوٹ کیا تھا اور پھر کروں گا اور کوئی مجھے بچا نہیں سکے گا، مام آپ جائیں گی نا اس کے گھر؟" وہ مام کے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔
مام نے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے جھانکتی کہانی کو سمجھ کر انہوں نے ہاں میں سر ہلا دیا۔
"اگر وہ بچے سابقہ شوہر کے حوالے کر دے تو نہ تمہیں پریشانی ہو گی نہ ہمیں اور ہمیں لوگوں کو بتانے کی بھی ضرورت نہیں پڑے کہ وہ شادی شدہ اور خلع یافتہ ہے۔" مام نے ایک اور چال چل کر اس کا دل میلا کرنا چاہا۔
"یہ چھپانے والی چیزیں نہیں ہیں، مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ بچوں کے بناء نہیں رہ سکتی اور نہ میں بچوں پر ظلم کر سکتا ہوں۔"
"میرب بڑی ہو گئی تو تمہیں مسائل کا سامنا ہو گا۔" مام نے ایک اور کوشش کی۔
"رشتے محبت و احترام کے ہوتے ہیں مام! ورنہ اسے بہت سے شرعی رشتے بھی ہیں جن میں احترام نہیں ہوتا اور مجھے خود پر یقین ہے کہ میں انا ہیر کی بیٹی کو اپنی سگی بیٹی ہی سمجھوں گا۔ رہی بات محرم اور نامحرم کی تو ہزاروں لڑکیاں ہیں جن سے ملنا جلنا ہوتا ہے۔ ایک عورت کو اپناتے وقت ہی ساری توجہات کیوں دی جاتی ہے؟" سوال کڑا تھا مام چپ رہ گئیں۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"جانے چڑیل نے کیا جادو کیا ہوا ہے جو اس کی مت ماری ہوئی ہے۔" مام غصے سے ہاتھ ملتی رہ گئیں۔
"الٹی ہو گئی سب تدبیریں!" نگہت نے بھی آہ بھری۔

☆.....☆

دہلیز پر میرے دل کی جو رکھے ہیں تو نے قدم
تیرے نام پر میری زندگی کھو دی میرے ہم دم
ہاں سیکھا میں نے جینا جینا کیسے نا سیکھا جینا تیرے بناء ہم دم

"تم جذباتی ہو رہے ہو!" وہ اسے پھر سمجھا رہی تھی جو اس کے کسی صورت دستبردار ہونا نہیں چاہتا تھا مگر وہ کوئی بھی فیصلہ جذباتی ہو کر نہیں کرنا چاہتی تھی۔
"شادی کا فیصلہ پلک جھپکتے نہیں کرتے۔ تم BACHELOR ہو جب کہ میں خلع یافتہ، میرے دو بچے ہیں۔ تمہاری فیملی، سوسائٹی مجھے ہی مورد الزام ٹھہرائے گی اور مجھ میں مزید کچھ برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔"
"میں کوئی انوکھی خواہش نہیں کر رہا۔ باعزت طریقے سے تمہیں اپنی زندگی بنانا چاہتا ہوں۔ اسلام میں ایسی

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

کتنی مثالیں ہیں۔کیا تم چاہ رہی ہو میں تاریخ دہرا کر ان مثالوں سے تمہیں قائل کروں۔ان مثالوں سے تم انجان نہیں ہو نہ ان مثالوں سے نہ میری FEELONGS سے۔"

وہ خاموش رہ گئی تھی۔اس کے جذبوں کے بہاؤ میں اس کے لفظ کہیں کھو جاتے تھے۔

"مام خود آئیں گی رشتہ لے کر۔تم دوسرے کے ڈر سے جینا چھوڑ دو گی۔مجھے رتی برابر کسی کی پروا نہیں ہے اگر تمہیں لوگوں سے ایشو ہے تو ٹھیک ہے ہم پاکستان سے باہر شفٹ ہو جائیں گے۔جہاں نہ ملنے جلنے والے ہوں گے نہ کوئی تم پر انگلی اٹھائے گا۔بالفرض جو بھی ایسا کرے گا اس سے رشتے کا میرا آخری دن ہوگا۔"

وہ اسے سن رہی تھی۔

"تم سے صرف محبت نہیں تمہاری عزت بھی کرتا ہوں اور سب سے کرواؤں گا بھی.....TRUST ME"۔

"عادی! میرے دو بچے ہیں۔سوتیلے بچوں کو قبول کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔" وہ جیسے اس کے اصرار پر ہارنے لگی تھی۔

"وہ میرے بھی بچوں جیسے ہیں اگر تمہیں یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ شادی کے بعد اپنے بچے میں کسر میں حنظلہ اور میرب کو فراموش کر دوں گا تو ٹرسٹ می میں اولاد نہیں کروں گا۔ ہمارے لیے حنظلہ اور میرب ہی کافی ہوں گے۔"

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔اتنا بڑا دعویٰ۔وہ جیسے اس کا ہر ڈر پڑھ چکا تھا۔وہ کشمکش کا شکار تھی۔

دوسری شادی کا فیصلہ کبھی بھی آسان نہیں ہوتا۔سو سو سے دل دھڑکاتے ہیں۔عادی ارجلال کو محبت کا دعویٰ تھا۔یہی دعویٰ کر کے فائز نے بھی اسے اپنایا تھا اور نکالا کیا۔اسی شخص نے اس سے بے وفائی کی۔اس کا ہو کے نہیں رہا۔

"اگر ایک مرد نے تم سے وفا نہیں کی۔تمہارا بن کے نہیں رہ سکا تو تم مجھے کس کے ساتھ کمپیئر کرو گی میں عادی ارجلال ہوں، فائز وحید نہیں۔"

اس شخص کو اس کی سوچ تک رسائی تھی شاید۔وہ ایک دم سے گھبرا کر نفی میں سر ہلانے لگی۔"مجھے سوچنے کا وقت دو۔"

اس نے جیسے ہار مان لی۔دن کسی طور گزر رہی جاتا تھا مگر رات کی تاریکی اور اکیلے پن کا خوف اسے ستانے لگا تھا۔

معاشرہ انسانوں سے ہے اور اسی معاشرے میں انسان نما درندے بھی رہتے تھے جو خون سونگھتے پھرتے تھے۔رات کو گھر لاک کرنے کے باوجود اسے پرسکون نیند نصیب نہیں تھی۔گھڑی گھڑی اٹھ کر بچوں کو دیکھتی رہتی۔چوہوں کی کتر کتر اور کتوں کے بھونکنے سے ڈرنے لگی تھی۔

"دو دن ہیں تمہارے پاس TAKE UR TIME جتنا سوچنا ہے سوچ لو مام ویک اینڈ پر تمہاری فیملی سے نکاح کی تاریخ لینے آئیں گی۔" س نے جیسے حتمی فیصلہ سنا دیا تھا۔

☆.....☆

پوچھتی تھی نا کتنا پیار ہے مجھ سے
تو اب گن لو بوندیں بارش کی

جذبے سچے ہوں دلوں میں کھوٹ نہ ہو تو لوگ مل ہی جاتے ہیں اسے ان لفظوں کی سمجھ آ گئی تھی عادی ارجلال جو اس کی زندگی میں پیار کا دعوے دار بن کر آیا تھا اور اس کے آنے کے بعد سے جیسے اس کی ساکن زندگی میں طوفان برپا ہو گیا تھا۔وہ جس کی دعا سے کتراتی رہتی تھی کہ اسے معاشرے، لوگوں اور نام نہاد مذہبی اسکالرز کا خوف تھا۔پھر بس کچھ جیسے رب کائنات بدلتا چلا گیا۔شاید اس کی نو سالہ بے رنگ زندگی پر کاتب تقدیر کو ترس آ گیا

تھا۔فائز اس کی خالص محبت اور رفاقت کے لائق نہیں تھا۔تب ہی وسیلے بنتے چلے گئے۔اسباب پیدا ہوتے چلے گئے۔

عادی ارجلال کا اسے ٹکرانا نصیب میں تھا۔اس کا ساتھ رب نے اوپر ہی لکھ دیا تھا۔بس ملنے میں دیر ہو گئی تھی۔

دونوں فیملیز کچھ خاص خوش نہیں تھیں۔انا ہیر زیب کو بہت معنی خیز نظروں اور جملوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

وہ پہلے ہی متوحش تھی تو لوگوں کے رویے اسے مزید مجرم ٹھہرا رہے تھے۔جانے معاشرہ کب باشعور ہو گا۔

عادی ارجلال نے بے حد محبت سے اسے اپنایا تھا۔اس کی منشا کے مطابق نکاح سادگی سے ہوا تھا مگر اس کی چاہت میں ذرا سادگی نہ تھی۔اسے گویا سیفٹ اقلیم کی دولت مل گئی تھی۔مہینوں وہ جس کی طلب میں مبتلا تھا۔

محبوب مطلوب و میسر تھا تو اس کی جنوں خیزی کو بھی پر لگ گئے تھے۔وہ حقیقتاً اس کی جنونی محبت سے گھبرانے لگی تھی اس کی دیوانگی کا ادراک تھا مگر روز بہ روز یہ دیوانگی بڑھتی جا رہی تھی۔

"میرا دل چاہتا ہے بس تمہارے ساتھ رہوں۔تم آس پاس نظر نہیں آتیں تو بہت زیادہ مس کرتا ہوں تمہیں، چین نہیں آتا جب تک تمہیں دیکھ نہ لوں کیا کروں دل کرتا ہے ایک ایک پل تمہارے ساتھ گزاروں، تم سے کبھی الگ نہ رہوں۔"

اک دن اس کی جنون خیزی کا احساس دلانے لگی تو وہ بے چارگی سے اپنی FEELINGS اظہار کر گیا۔

حنظلہ اور میرب کی زندگی میں جیسے بہار آنے لگی تھی۔یہ نہیں تھا کہ روز بروز انا ہیر زیب کی محبت میں غرق ہوتا وہ ان کو فراموش کر گیا تھا۔وہ اپنے ہر قول کو بخوبی نبھا رہا تھا، تب ہی بچوں کے چہرے بھی کھلنے لگے تھے جو مرجھا سے گئے تھے۔

عادی نے چاہا تھا وہ اسے الگ گھر میں رکھے لیکن انا ہیر نے اس کی مخالفت کی تھی۔مام اس سے پہلے ہی ناخوش تھیں۔وہ ان کے بیٹے کو دور کر کے مزید برائی مول لینا نہیں چاہتی تھی گو کہ گھر والوں کے انداز میں سرد مہری تھی جو اسے محسوس ہوتی تھی مگر اس نے کوئی گلہ نہیں کیا تھا، وہ حتی الامکان انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔

"مام! میں ہیر سے محبت کرتا ہوں۔آپ نے بھلے اسے بہ حالت مجبوری قبول کیا ہے اگر اس کے خلاف دل سے کدورت نکال دیں تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔سنا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس سے جڑی ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے کیا آپ اس سے محبت نہیں کر سکتیں صرف میرے لیے۔"

وہ اسے آسودہ دیکھنا چاہتا تھا۔

اس کی عظمت جان گیا تھا کہ اس کے چاہنے کے باوجود اس نے الگ رہنے کو ترجیح نہیں دی تھی۔ایسے میں اس کا فرض تھا کہ وہ اس کے دل میں چبھتے کانٹے چنتا جاتا۔محبت میں خود غرضی تو نہیں ہوتی کہ صرف اپنی خوشیوں اور آسودگیوں کا خیال رکھا جائے۔

مام چپ ہو گئی تھیں گو کہ دل بدلنا آسان کام نہیں ہوتا۔

انا ہیر زیب ہر گھڑی ان کی نظروں کے حصار میں رہتی تھی۔اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی جو قابل گرفت ہوتی۔بچے بھی صبح کے نکلے شام ڈھلے اس کے ساتھ آتے تھے انہیں وہ بھی ہلتے تھے مگر وہ برملا اظہار کر کے عادی کو ناراض نہیں کر سکتی تھیں۔انہیں خبر تھی۔ان کی انا ہیر اور بچوں کے خلاف نفرت عادی کو ان سے متنفر کر دے گی۔

"یہ آسان نہیں ہے لیکن میں کوشش کروں گی۔" مام نے حامی بھر لی تھی۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

وہ مسکرادیا۔

☆.....☆

''یہ لیں میم! گرم گرم چائے۔'' وہ ایک منظم گروہ پر مضمون لکھ رہی تھی اس منظم گروہ میں بہت سے وائٹ کالر بھی تھے جنہیں اس کا قلم بے نقاب کررہا تھا۔ ساتھی کولیگ اور اخبار کے روح رواں نے اسے سمجھانا چاہا تھا کہ وہ قلم کو ذرا روک کر استعمال کرے مگر وہ سچ بولنے سے چوکنے والوں میں سے نہیں تھی اسے پہلے بھی ایک مضمون لکھ چکی تھی مگر آج کی لکھی تحریر سے یقیناً اس گروہ میں کھلبلی مچ جانی تھی۔

وہ رائٹنگ ٹیبل پر اپنا ساز وسامان پھیلائے لکھنے میں منہمک تھی جب عادی نے چائے کا مگ لاکر اسے تھمایا۔

''تھینکس یو سو مچ، بہت طلب ہورہی تھی چائے کی۔'' وہ خوش ہوگئی۔

''ویل کم زندگی!''

''ہوں! خوشبو تو بہت اچھی آرہی ہے۔'' اس نے بے ساختہ سپ لیا۔ چائے گرم ہونے کی وجہ سے ہونٹ جلے تو اس نے مگر فوراً پیچھے کیا۔

''ندیدی، ٹھنڈی تو ہونے دو۔'' گھر کا۔

وہ سر اثبات میں ہلانے لگی۔

''کتنا کام باقی ہے۔'' وہ اس کے لکھے مضمون کا جائزہ لینے لگا۔

''بس تھوڑا سا کام رہ گیا ہے۔'' اس نے پین دوبارہ اٹھالیا۔

''او کے جلدی وائنڈ اپ کرو۔ بچے سو رہے ہیں، دیکھتا آرہا ہوں انہیں۔''

وہ اپنا مگ لے کر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔ انا ہیر زیب نے بے ساختہ گردن گھما کر اس کی پشت کو دیکھا۔

''سو کیوٹ تھینک یو۔'' اس نے بے ساختہ کہا تھا۔ وہ پلٹ کر اسے گھورنے لگا۔

''اپنے پاس رکھو اپنا تھینک یو۔''

''او کے جی۔'' وہ مسکرادی۔

''صبح پیرنٹس ٹیچر میٹنگ ہے بچوں کے اسکول میں۔'' عادی ارجلال کے یاد دلانے پر وہ بے ساختہ چونک گئی۔ اسے ذہن سے نکل گیا تھا۔ صبح یقیناً حنظلہ نے شور ڈالنا تھا صد شکر عادی نے یاد دلادیا تھا۔

''9to 11.pm میٹنگ ٹائم ہے مجھے جلدی جگا دینا۔ واپسی میں تمہیں گھر ڈراپ کردوں گا۔ بچوں کی چھٹی ہوگئی بجائے انہیں ڈے کیئر میں چھوڑنے کے تم بھی آف کرکے ان کو گھر پر ٹائم دو۔'' عادی ارجلال کی ہدایت پر وہ کئی لمحے ساکت رہ گئی۔

''تم بھی جاؤ گے اسکول؟'' وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''ہاں تو.....! اس میں حیرانی کی کیا بات ہے باپ کے خانے میں بھلے میرا نام نہ ہو، دل میں تو ہے نا۔'' اس نے شاید محبت کو بہت قریب سے اپنایا تھا تب ہی اس کی باتیں اس کا انداز دل لوٹ لیتا تھا۔ وہ اسے ہی بغور دیکھ رہی تھی۔

''اب اسی طرح محبت سے دیکھتی رہیں تو کام نہیں کرنے دوں گا۔ شاباش جلدی مکمل کرو۔'' شرارت سے اشارہ کرنے پر وہ جھینپ کے گردن کو موڑ گئی مگر ایک تھکا آنسو پلکوں پر ضرور آگیا۔ جیسے انگلی پر جنتے اس کے لب مسکرادیئے تھے۔

عادی سوفٹ ویئر پر بزی تھا وہ کمرے کے ایک گوشے پر رائٹنگ ٹیبل پر لیمپ روشن کیے اپنا کام جاری رکھے

ہوئے تھی۔ لیپ ٹاپ سے نظر اٹھا کر وہ بار بار اس کی پشت پر نظر ضرور ڈالتا تھا۔ پشت پر بکھرے بالوں سے نظر ہٹا کر وہ پھر سے اپنے سوفٹ ویئر پر دھیان دیتا۔

انا ہیر زیب نے چاہا تھا۔ وہ اسٹڈی میں رائٹنگ کا کام کرے مگر عادی ارجلال نے کمرے کے گوشے میں رائٹنگ ٹیبل سیٹ کردیا تھا۔

''میں نہیں چاہتا تم ایک پل بھی میری نظروں سے اوجھل رہو، تم اپنا کام کرتی رہنا میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔'' اسے شانوں سے تھام کر جنون آنکھوں میں بھرے اس نے کہا تھا۔ وہ مسکرادی تھی۔

مضمون شیطان کی آنت کی طرح لمبا ہوتا جارہا تھا۔ انا ہیر نے جب تھکے ہوئے دکھتے شولڈر کو ہاتھ سے دبایا تو اس نے مزید برداشت نہیں ہوسکا۔ لیپ ٹاپ بند کرکے سائیڈ پر رکھتے وہ سرعت سے اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ لیمپ کی روشنی میں بکھرے بالوں کے ساتھ مصروف وہ حد دلکش لگ رہی تھی۔

''اب بس.....! آج لے لیے اتنا ہی کافی ہے۔'' پین ہاتھ سے لے کر اس نے ہولڈر میں ڈال دیا۔

''تھوڑا سا رہ گیا ہے پلیز!'' وہ منمنائی۔

''صبح کرلینا گھنٹوں سے لگی ہوئی ہو، شولڈر بھی دکھنے لگا ہے اب بس۔'' پیپرز سمیٹ کر اس پر پیپر ویٹ رکھتا وہ حکم صادر کرگیا۔

''اب خود اٹھو گی یا میں اٹھاؤں؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''توبہ ہے عادی!'' بالوں کو کانوں کے پیچھے کرتی وہ ڈر کے مارے جلدی سے اٹھ گئی مبادا وہ لفظوں کو عملی جامہ نہ پہنانے لگے۔

''تم اتنی محبت کیوں کرتے ہو مجھ سے؟'' اس کے شانے پر سر رکھے وہ لیٹ گئی تھی۔ وہ اس کی تھکی انگلیوں کو ہولے ہولے دبا رہا تھا۔

''انسان بہت خود غرض ہے ہر کام اپنی آسودگی کے لیے کرتا ہے جب تم سے محبت کرنا سیکھا تب سے زندگی کے رنگ، اس کی خوبصورتی، خوبصورت لمحوں دلکش لمحوں کا سحر مجھ پر کھلا، جب کبھی تم ناراض ہوتی تھیں یا دور چلی جاتی تھیں تو دل مجھ سے ہی خفا ہوجاتا تھا۔ تم بن دل اداس ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی میں بھی۔ میں پل پل تم سے محبت کرتا ہوں، جس طرح زندہ رہنے کے لیے سانس لینا ضروری ہے اسی طرح میرے لیے تم سے محبت کرتے رہنا ضروری ہوگیا ہے اپنی زندگی سے کون محبت نہیں کرتا اور تم میری زندگی ہو۔''

بہت ہی مکمل اور مدلل جواب تھا، وہ آسودہ ہوکر پلکیں موند گئی تھی۔

☆.....☆

''عادی انکل! آپ نے پرامس کیا تھا کہ سنڈے کو ہم پلے لینڈ چلیں گے۔ مجھے اسکوٹی دلائیں گے۔'' حنظلہ ایک کمرے میں داخل ہوا تھا اور بیڈ پر چڑھا شروع ہوگیا تھا۔ عادی نیم دراز تھا وارڈ روب سے ضرورت کی چیزیں نکالتی انا ہیر زیب بری طرح چونکی۔

''حنظلہ! پھر کبھی بیٹا! ابھی آپ جاکر کسی اور ٹوائے سے کھیلو۔'' انا ہیر زیب نے جلدی سے کہا۔ صبح ہی سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ایسے میں حنظلہ سے سر پر سوار ہونے پر انا ہیر کو تشویش ہوئی۔

''سمعا! آپ تو چپ کریں میں عادی انکل سے بات کررہا ہوں۔'' حنظلہ کو اس کی دخل اندازی غالباً اچھی نہیں لگی۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''حظلہ!'' وہ دبی آواز میں تنبیہ کرنے لگی۔
''کیوں بلاوجہ خود کو ہلکان کررہی ہو۔ میرا اور حظلہ کا معاملہ ہے۔''
''لیکن تمہاری طبعیت ٹھیک نہیں ہے، صبح سے۔'' عادی ارجلال کے بولنے پر وہ منمنائی۔
''یہ تو سچ ہے پارٹنر فلو ہے۔ گلہ بھی خراب ہے اور تھوڑا سا ٹیمپریچر بھی ہے۔'' عادی ارجلال نے اس پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔ دوسری طرف سے میرب چڑھ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ انا ہیر زیب بیٹھی پریشان نظر آنے لگی۔
''اوہ نو..... یعنی پروگرام کینسل؟'' میرب کو بھی جیسے افسوس ہوا۔
''ایسے کیسے کینسل۔'' اس نے میرب کو گود میں بٹھایا۔
''مجھے ایک گھنٹہ دو، شاور لے کر فریش ہو کر میڈیسن لیتا ہوں پھر چلتے ہیں تب تک آپ دونوں بھی تیار ہو جاؤ۔''
پروگرام کا سن کر بچوں کے چہرے کھل گئے۔
''رہنے دو، پھر کبھی چلے جانا۔'' انا ہیر، زیب عادی کو منع کرتی حظلہ کو نظروں میں تنبیہ کرنے لگی۔
''ایک تو پہلے پپا اچھے نہیں تھے اب اچھے والے انکل پپا ملے ہیں تو جانے مما کو کیا ہو گیا ہے۔'' حظلہ نے جیسے منہ بسور کر شکایت کی وہ ہنس پڑا انا ہیر خفیف سی ہو گئی۔
''بیٹا! مسئلہ یہ ہے کہ آپ کی مما کو ہر کسی کا خیال خود سے زیادہ رکھنے کی عادت ہے۔'' عادی ارجلال نے اس کی تسلی کرائی۔
''ہاں یہ تو ہے۔'' میرب نے دانا کی طرح ہاں میں گردن ہلائی۔
''تم بھی تیار ہو جاؤ ڈنر باہر کریں گے!'' عادی نے انا ہیر کو مخاطب کیا۔ وہ اس کے کپڑے نکالنے لگی تھی سر اثبات میں ہلا بیٹھی۔
''چلو تم دونوں بھی تیار ہو جاؤ۔''
کہنے کی دیر تھی۔ دونوں اپنے کپڑوں کی سلیکشن کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔
''تم اپنے دل سے ہر ڈر نکال کیوں نہیں دیتیں، کیوں ہر پل یہ سوچ کر خود کو ہلکان کرتی ہو کہ مجھے کچھ برا نہ لگ جائے۔ بچے کب بیماری یا ہمارے موڈ کو دیکھتے ہیں۔ میری سگی اولاد بھی تو مجھ سے ضد کر سکتی ہے۔ کل کو میں نہیں سگی اولاد کی طرح ڈانٹ بھی دوں تو کیا تم اسی طرح کانشس رہو گی؟ جیسے اب رہتی ہو۔'' اس کا اندازہ بالکل درست تھا۔ وہ واقعی بہت کانشس ہو جاتی تھی بار بار بچوں کو روک ٹوک کرتی تھی کہ کہیں عادی کی مام، فیملی یا عادی کو کچھ برا نہ لگ جائے۔
''میں انہیں اپنی اولاد کی طرح ہی ٹریٹ کرتا ہوں کل کو ان کی کسی حرکت پر ڈانٹوں گا تو تم سے وہ بھی برداشت نہیں ہو گا۔'' اس نے جیسے شکایت کی۔
''واقعی تم صحیح کہہ رہے ہو۔'' وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر گئی۔ حظلہ کے مزاج میں جو خودسری اور بغاوت کا رنگ جھلکنے لگا تھا اس میں بہت حد تک کمی واقع ہو گئی تھی۔ جب اس کی ہر بات کو اولیت ملنے لگی تھی تو اسے کیا ضرورت تھی شور کرنے کی۔ انا ہیر، عادی کی معترف تھی۔ اس نے حظلہ کو بالکل دوستوں کی طرح ٹیکل کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کی پرسنالٹی میں مثبت رنگ جھلکنے لگے تھے۔
''میری پگلی! نہ سوچا کرا تنا۔'' اپنے حصار میں لے کر اس کی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑتے وہ اس کے ہاتھوں سے کپڑے لے کر واش روم میں چلا گیا۔ وہ کئی لمحے ساکت کھڑی رہی۔

☆.....☆

''مام! میں کولیگ سے ساتھ مال گئی تھی۔ کچھ سوٹ پسند آئے تھے آپ کو اور نگہت کو جو پسند آئے لے لیں مجھے خوشی ہو گی۔'' وہ لان کے سوٹ ان کے سامنے پھیلائے بیٹھی تھی، مام اور نگہت نے تنقیدی نظروں سے سوٹ کو دیکھا۔ مام اس سے محبت نہیں کرنے لگی تھیں تو سرد مہری کا اظہار بھی کم کرنے لگی تھیں لیکن نگہت روز اول کی طرح لیے دیے رہتی تھی۔ باقی دونوں کی بھی اپنی دنیا تھی۔
''مجھے تو یہی بلیک والا ٹھیک لگ رہا ہے ویسے تو میں اس طرح کے پرنٹ نہیں پہنتی مگر تم لے آئی ہو تو رکھ لیتی ہوں۔'' مام نے گویا احسان عظیم کرتے ہوئے ایک سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے مسکرا کر سوٹ اٹھا کر ان کی طرف بڑھا دیا۔
''نگہت! تمہیں کون سا پسند ہے؟'' اب وہ نگہت سے استفسار کررہی تھی۔
''سوری، مجھے ان میں سے کوئی پسند نہیں۔'' نگہت نے نخوت سے ناک چڑھائی۔
''او کے کوئی بات نہیں میں اگلی بار تمہارے لیے کچھ اور لے آؤں گی۔ دونوں چھوٹوں کے لیے بھی کچھ نہیں لیا۔ اب کے عادی کو ساتھ لے جاؤں گی۔ اسے آپ لوگوں کی پسند کا علم ہو گا نا۔'' پھیکے پڑتے چہرے پر اس نے چیری سے خود کو کمپوز کیا۔
''اتنی زحمت نہ کریں ہمارے لیے۔'' نگہت بولنے سے باز نہ آئی۔
''نگہت یہ بلیو والا بہت اچھا ہے، رکھ لو۔'' مام اسے اشارہ کرنے لگیں۔
''او کے تھینکس بھابی!'' نگہت کے ایکدم سے ٹون چینج ہونے پر اس سے پہلے کہ وہ حیران ہوتی عقب سے ''السلام علیکم'' کی آواز آئی تو وہ لمبی سانس بھر کر رہ گئی۔ ٹون بدلنے کی وجہ سمجھ آ گئی تھی۔
''آج دیر ہو گئی نہیں جاؤ نگہت بھائی کے لیے پانی شربت لاؤ۔'' اس سے پہلے انا ہیر اٹھتی مام نے نگہت کو اشارہ کر دیا۔ وہ خوش دلی سے اٹھ کر چلی گئی۔
''یہ سب کیا ہے؟'' وہ کپڑوں کی طرف اشارہ کررہا تھا۔
''انا ہیر اپنی شاپنگ کر کے لائی ہے۔ ہمیں سوٹ پسند آ گئے تو مجھے اور نگہت کو بھی ایک ایک سوٹ دے دیا۔'' مام کے بتانے کا مفہوم اتنا عجیب تھا کہ انا ہیر کو افسوس ہونے لگا کی وہ ناحق ان کے لیے بھی لے آئی۔ اسے وہ اچھا لگا تھا لے آئی تھی اور اپنے لیے الگ کرنے سے پہلے سب ان کے سامنے رکھ دیا تھا اس نے ڈرتے ڈرتے عادی کے چہرے کی طرف دیکھا وہ حد سے زیادہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔
''بچے کہاں ہیں؟'' وہ اس سے استفسار کررہا تھا۔
''وہ ضد کر رہے تھے مما کی طرف رہنے کی تو وہاں چھوڑ آئی ہوں کل آ جائیں گے۔'' وہ اس کے سنجیدہ انداز کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔
''عادی او بوائے انڈر سٹینڈ نگہت کو دیکھنے تمہارے پپا کے دور کے رشتے دار آ رہے ہیں ایک طرح سے تو بات سمجھ لو انہوں نے پہلے ہی اپنی پسندیدگی کا اظہار کر رکھا ہے۔ تمہارے پپا کو بھی لڑکا پسند ہے۔'' مام نے اس کی طرف مبذول کی۔
''لڑکا ہے، آپ لوگ دیکھ لیں، ویک اینڈ پر تو میں گھر میں نہیں ہوں گا آفس کے کام کے سلسلے میں اسلام

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

انا ہیر زیب چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگی۔ اس نے اپنے جانے کے متعلق تو اسے سے کچھ نہیں بتایا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے، ابھی کون سا کوئی رسم ہو رہی ہے۔" مام کو جانے کیوں سکون ہوا۔ شاید اس لیے کہ وہ کچھ دن تو انا ہیر سے دور رہے گا۔

"میں کل ایک فائل لے کر آیا تھا، صبح گھر ہی بھول کر چلا گیا۔ تم مجھے یاد تو دلا سکتی تھیں کافی حرج ہوا اس کی وجہ سے۔" وہ سنجیدگی سے انا ہیر سے مخاطب تھا۔

"میں نے تو کوئی فائل نہیں دیکھی، نہ رات کو نہ ابھی۔" اسے حیرانی ہوئی۔

"بھائی شربت!" نگہت گلاس لیے چلی آئی۔ اس نے گلاس لے کر سائیڈ پر رکھ دیا۔

"اب عادی جھوٹ تو نہیں بولے گا۔" مام نے مسکرا کر جلتی پر تیل ڈالا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔" وہ گڑبڑائی۔ عادی کی نظریں اس کے چہرے پر گڑی تھیں۔

"سمیٹو، یہ سب۔" اس نے جیسے حکم صادر کیا۔ انا ہیر زیب چپ چاپ سوٹ اٹھا کر بیگز میں ڈالنے لگی۔

"شربت تو پی لو۔ نگہت بنا کر لائی ہے۔" مام کے محبت سے بولنے پر انا ہیر نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ جانے وہ کیوں اتنا غصے میں تھا۔

"موڈ نہیں ہے۔" اس نے سختی سے کہا تھا۔

"چل کے ڈھونڈ کے دو مجھے فائل۔" اس نے کچھ زیادہ درشت لہجے میں کہا تھا۔ انا ہیر زیب کو اس کا انداز سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ کس فائل کے متعلق پوچھ کر غصہ ہو رہا تھا، وہ بیگز اٹھا کر چپ چاپ کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"لگتا ہے آج بھابی کی شامت آئی ہے، بھائی بہت غصے میں ہیں۔" نگہت نے شربت کا گلاس اٹھا کر پیتے ہوئے جیسے مزہ لیا۔

"ہاں لگ تو یہی رہا ہے، محبت کے خمار میں انا ہیر صاحبہ کو پتا ہی نہیں کہ اس کا غصہ کتنا برا ہے۔" مام نے سوٹ پر ہاتھ پھیر کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے سوٹ تو کافی اچھے لائی ہے۔" مام نے سوٹ کی نرماہٹ محسوس کی۔

"ہاں میں نے بھی یوں ہی کہہ دیا، تعریف کرتی تو سر چڑھ جاتیں۔" نگہت نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

بیگز سائیڈ پر رکھ کر اس نے طائرانہ نگاہ کمرے میں ڈال کر فائل کی موجودگی چیک کرنا چاہی۔ جس کی وجہ سے وہ غصہ تھا، نظر دوڑانے کے بعد بھی اسے فائل نہیں ملی تو وہ واپس دروازے کی طرف بڑھی مگر اس سے پہلے وہ دروازے سے اندر داخل ہو کر اپنے پیچھے دروازہ لاک کر چکا تھا۔

"آفس سے آ کر میں نے پورے کمرے کی صفائی کی ہے، فائل کہیں نظر نہیں آئی۔ تم نے کہیں اور تو مس نہیں کر دی؟" وہ تشویش سے استفسار کر رہی تھی۔

"مسنگ تو کمرے میں ہی ہے۔" اس نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"کہاں؟" وہ ارد گرد نظر دوڑانے لگی۔

"یہاں!" بازو سے پکڑ کر اسے دروازے سے لگا کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے قبضے میں کر لیے۔

"یہ!" وہ بری طرح گڑبڑا گئی۔

"تم مسنگ ہو، صبح سے دماغ خراب کیا ہوا ہے تم نے..... صبح سے مس کر رہا ہوں تمہیں۔"

اس کے ہاتھوں کو اوپر کر کے اپنے قبضے میں کرتے وہ ہولے سے بول رہا تھا۔ وہ بری طرح سٹپٹا گئی۔

"وہ فائل.....؟" وہ اس کی معصومیت پر مسکرا دیا۔

"کوئی فائل نہیں ہے۔ اب سب کے سامنے کہہ تو نہیں سکتا تھا، تم پر پیار آ رہا ہے۔"

"توبہ ہے!" وہ ایک دم سے بلش کر کے سر جھکا گئی تھی۔

"ویسے میں نے ایک بات نوٹس کی آج تمہیں مس کرتے ہوئے۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ گویا تھا۔

"کیا؟"

"تم نے آج تک نہیں کہا کہ تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے۔" اس کا چہرہ اٹھا کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہے ہی نہیں محبت تو کیا کہوں۔" وہ صاف مکر گئی۔

"اچھا جی!"

"ہاں جی!" جواباً وہ بھی شوخی سے بولی۔

"اور جو میں اقرار کروا لوں؟" وہ شوخی سے پوچھ رہا تھا۔

"چیلنج کر رہے ہو؟"

"ہاں۔"

"ہار جاؤ گے۔" وہ مسکرائی۔

"چلو دیکھتے ہیں۔" اس نے شرارت سے مسکراتے اس کی کلائی مروڑی تھی۔

"اف!" اس کی بولتی بند ہو گئی تھی۔

☆.....☆

نگہت کو دیکھنے لوگ آئے ہوئے تھے۔ اس نے بڑھ چڑھ کر ملازموں کے ساتھ مل کر کام کروائے تھے، وہ اپنی ذات سے کسی کو شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ اپنی نگرانی میں ملازم سے ٹرالی سیٹ کروا رہی تھی۔ عادی ارجلال کی کال آنے لگی، اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔

کچھ لوگوں کا احساس اتنا قوی ہوتا ہے کہ ان کو سوچ کر ہی دل سرشاری سے مسکرانے لگتا ہے۔

"السلام علیکم!"

"والسلام! کیسی ہو جان حیات؟" وہ بہت محبت سے پوچھ رہا تھا۔

"اچھی ہوں۔" ملازم کو اشارہ کرتے اس نے ہولے سے کہا۔

"صرف اچھی نہیں تم بہت زیادہ اچھی ہو۔" دوسری طرف سے دعویٰ کیا گیا۔

"تم کہتے ہو تو مان لیتی ہوں۔" اس نے اختلاف نہیں کیا۔

"کہاں ہو ابھی؟" اسے فکر ہوئی۔

"بس ابھی ہوٹل پہنچا ہوں اور تمہیں کال کر دی کہ انفارم کر سکوں کہ خیریت سے پہنچ گیا ہوں ورنہ تو تم نے ٹینشن لے کر میرا جینا محال کر دینا تھا۔" وہ یقیناً اس کی کیئرنگ نیچر پر مسکرایا تھا۔

"ہاں تو اپنے سے جڑے لوگوں سے ٹچ میں رہنا چاہیے نا۔ خصوصاً گھر سے باہر تو بہت ضروری ہے۔ اللہ ہر آفت سے بچائے تمہیں۔" اسے یہ شخص بہت عزیز ہو گیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو؟"

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"مہمان آگئے ہیں، ریفریشمنٹ سیٹ کروا رہی ہوں، تم فریش ہو جاؤ، میں بھی گیسٹ کے پاس جاتی ہوں پھر بات کرتی ہوں۔"

ملازم کو ٹرالی لے کر جانے کا اشارہ کرتے اس نے ہدایت دی۔

"او کے سوئیٹ ہارٹ، جیسا آپ کا حکم، لو یو۔" محبت کا بے ساختہ اظہار کر کے وہ اس کی کانوں کی لوئیں سرخ کر گیا تھا۔ شرمیلی مسکراہٹ سے اس نے سیل فون کو دیکھتے گیسٹ روم کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔

"مام تمکنت سے بیٹھی تھیں۔ نگہت بھی بنی سنوری اچھی لگ رہی تھی۔ چار خواتین اور تین مرد حضرات تھے۔ ملازم ٹرالی رکھ کر سائیڈ کھڑا ہو گیا تھا۔ انا ہیر زیب آگے بڑھ کر میز سیٹ کرنے لگی۔

"یہ سوہنی کڑی کون ہے اس کا تعارف تو کرایا نہیں تو نے۔" ان میں سے ایک خاتون نے انا ہیر کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے مام سے سوال کیا۔

"یہ انا ہیر ہے، میری بہو، عادی کی بیوی۔" مام کو بادل نخواستہ تعارف کرانا پڑا۔

"ہائے ربا! عادی کی شادی بھی کر دی چپ چپاتے اور ہمیں دعوت بھی نہیں دی، کب کی شادی؟" ایک عورت سینے پر ہاتھ رکھ کر دہائی دینے لگی، جیسے شادی میں نہ آنے کا گہرا صدمہ پہنچا ہو۔

"بس کچھ ہی مہینے ہوئے ہیں۔" مام نے بناوٹی مسکراہٹ سے کہا۔

"سادگی سے ہوئی تھی شادی اسی لیے کسی کو نہیں بلایا۔" مام کو بات بنانے میں مشکل ہو رہی تھی۔

"پر لوٹی کا بیٹا اور اتنی خاموشی سے شادی؟" دوسری خاتون کو کریدنے لگی ہوئی تھی۔

"چلو خیر ہے، مبارک ہو، کڑی تو سوہنی ہے۔" تیسری خاتون نے سر ہلایا۔

"مما! بھائی مجھے تنگ کر رہا ہے۔" اسی گھڑی میرب بھاگتی ہوئی داخل ہوئی تھی اور اس کے پیچھے غصے میں لال حنظلہ۔

"مما! یہ بہت جھوٹی ہے۔" حنظلہ چلایا۔

"یہ بچے اس کے ہیں؟ تم تو کہہ رہی تھیں چند ماہ ہوئے ہیں شادی کو، پھر اتنے بڑے بچے؟" دوسری خاتون جیسے چیخ پڑیں۔

نگہت انا ہیر زیب کو کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگی۔ انا ہیر جلدی سے حنظلہ اور میرب کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ عادی کے بچے نہیں ہیں، انا ہیر کے پہلے شوہر سے ہیں۔" مام نے جیسے لفظ چبا چبا کر کہا۔

"کیا تو نے ایک دو بچوں کی ماں کو بہو بنا لیا؟ مرجانیاں ایسی کون سی اندھیر لگ گئی تھی۔ اتنا سوہنا گھبرو جوان ہے اپنا عادی، اس کے لیے کنواری لڑکیاں مر گئی تھیں کیا؟" خاتون سینہ پیٹنے لگیں۔

مردوں کی نظریں بھی انا ہیر پر اٹھی ہوئی تھیں جو ترحم آمیز تھیں مگر لبوں پر گھٹیا مسکراہٹ تھی۔ وہ ایک دم سے خود کو اس سچویشن میں مس فٹ محسوس کرنے لگی۔

"حنظلہ، میرب باہر چلو۔" وہ دونوں کو لے کر باہر نکل گئی تھی۔ پھر اسے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں نگہت چلائی اس کے سر پر آئی تھی۔

"پڑ گئی ٹھنڈ آپ کے کلیجے میں، چلے گئے وہ لوگ یہ کہہ کر کہ وہ ایسے گھر میں رشتہ نہیں کریں گے جہاں دو بچوں کی ماں میری بھابی ہے۔ آپ کا میاں آپ کو پورا نہیں پڑتا تھا جو آپ نے بھائی کو پھانس لیا۔ بھائی کو تو آپ نے الو بنا رکھا ہے مگر ہم نہیں ہیں۔ بہت کڑی ہوئی حرکت کی ہے آپ نے۔" نگہت جانے اور کیا کیا کہہ رہی تھی۔

"اسی دن کے لیے عادی کو منع کرتی تھی، فون پر تو بہت بڑا دعویٰ کیا تھا کہ عادی کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔

دلھا دیا نا یہ دن۔ تمہارے منحوس قدم کی وجہ سے میری بیٹی کا اتنا اچھا رشتہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔" مام نے بھی گوہر افشانی کی۔

نگہت رونے بیٹھ گئی۔ انا ہیر زیب بمشکل خود کو گھسیٹتی کمرے تک آئی تھی۔ دروازے سے پشت ٹکائے اس کے آنسو بہنے لگے تھے۔

زندگی بہت دشوار ہے، ایک عمر میں ہم خود سے جڑے تمام لوگوں کو آسودہ نہیں رکھ سکتے۔ کبھی لوگوں کو ہم سے شکایت ہو جاتی ہے کبھی ہمیں لوگوں سے۔ اس کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ خلع یافتہ اور دو بچوں کی ماں تھی اور یہ نام نہاد عزت دار عورتوں کی نظر میں معتوب ٹھہرائی گئی تھی۔ جس طرح نگہت اور مام بول رہی تھیں، جتنا منافقانہ رویہ ان کا عادی کے سامنے ہوتا تھا۔ وہ چاہتی تو بہت اچھی طرح تصویر کشی کر سکتی تھی مگر نہ اس کی فطرت ایسی تھی نہ تربیت۔ وہ بھی نگہت کو سو باتیں سنا سکتی تھی۔ مام کی غلط فہمی دور کر سکتی تھی مگر اس نے زبان بند رکھی تھی تو اس شخص کی محبت میں جو اسے دنیا میں سب سے شاید خود سے بھی بڑھ کر چاہتا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس کی ماں اور بہن کو جواب نہیں دے سکتی تھی۔ ہاں اسے افسوس ضرور ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے جان! تم اپ سیٹ کیوں ہو؟" رات کال پر وہ کئی بار ایک ہی سوال پوچھ رہا تھا اور وہ اسے بہلا بہلا کر تھک گئی تھی۔

"مجھ سے جھوٹ نہ بولا کرو، نہ تمہیں جھوٹ بولنا آتا ہے اور نہ میں تمہارے لیے نیا ہوں جو مجھے تمہارے موڈ اور انداز کا پتا نہیں ہوگا۔"

"تمہیں مس کر رہی ہوں شاید اسی لیے اپ سیٹ ہے موڈ۔ کب تک آؤ گے؟" اس کا دھیان ہٹانے کے لیے اس نے بات بنائی اور خاطر خواہ اثر بھی ہوا۔

"میں خود کب تم سے دور رہنا چاہتا ہوں جان حیات! بس مجبوری ہے کام کی۔ دو دن میں آجاؤں گا۔ میں بھی تمہیں بہت زیادہ مس کر رہا ہوں۔ تمہارا پیار، تمہارا ساتھ مجھ میں انرجی بھر دیتا ہے۔" وہ اپنی بے قراریوں کی داستان سنا رہا تھا اور وہ آنسو صاف کرتی مسکرا رہی تھی کہ کڑوی کسیلی دل کو چیر دینے والی باتوں کے بعد محبت کی نرم گرم سرگوشی اعصاب کو پرسکون کر رہی تھی۔

☆.....☆

عادی ارجلال کو آئے دو گھنٹے ہو گئے تھے۔ وہ لاؤنج میں مام اور نگہت کے نرغے میں پھنسا ہوا تھا۔ انا ہیر زیب جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی۔ اس نے بھی لاؤنج میں جانے کی گستاخی کرنا چاہی تھی مگر مام کی زہر بجھی باتیں اور نگہت کی روتی سسکتی آوازوں نے اس کے قدم روک لیے تھے۔ مام اور نگہت کا رشتہ ختم ہونے کا احوال بڑھا چڑھا کر سنا رہی تھیں۔ انا ہیر زیب کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبا رکھا تھا۔

"اگر جو بھی عادی اس سے نفرت کرنے لگے؟ نہیں۔" اس خیال کے آتے ہی اس کی سانسیں جیسے جلنے لگی تھیں۔ اتنی دیر سے وہ آیا بیٹھا تھا اور ابھی تک اس سے ملا نہیں تھا۔ ورنہ تو وہ ایک پل کی بھی دوری برداشت نہیں کرتا تھا۔ آفس سے آکر اس کی پہلی خواہش ہوتی تھی انا ہیر اس کی نظروں کے سامنے ہو، اکثر تو وہ ہی اسے پک کر لیتا تھا۔ جب بھی وہ جلدی لوٹ آتی تھی تو خود ہی اس کی گاڑی کا ہارن سن کر نکل آتی تھی اور وہ جتنا خوش ہوتا تھا یہ اس کے چہرے کے رنگوں سے ظاہر ہو جاتا تھا لیکن اب ماں بہن کی سسکیوں، آنسوؤں میں شاید اس کا خیال بھی بہہ گیا تھا۔ جانے وہ کب تک روتی رہتی تب ہی ملازم پیغام لے کر حاضر ہوا تھا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"میم صاحبہ! عادی سر آپ کو لاؤنج میں بلا رہے ہیں۔"
ملازم پیغام دے کر چلا گیا۔ پیشی کا وقت آ گیا تھا۔ وہ اٹھ کر لاؤنج تک آئی۔
عادی ارجلال بے حد سنجیدہ چہرہ لیے بیٹھا تھا۔ مام اسے سرد نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ نگہت نے ہونہہ کر کے منہ پھیر لیا تھا۔
"السلام علیکم!" اس نے ڈوبتی آواز میں سلام کر کے صوفے کا سہارا لیا۔ ماحول بہت گمبھیر لگ رہا تھا۔ وہ اپنی صفائی میں کیا کہتی، اسے نہیں معلوم تھا۔ ایسے گھریلو سیاست اور سازش کی الف ب بھی نہیں پتا تھی۔ وہ اسٹریٹ فارورڈ اور سامنے بولنے والوں میں سے تھی اگر اسے عادی کے کان بھرنے ہوتے تو وہ کام فون کال پر کب کا کر چکی ہوتی۔ عادی ارجلال نے بغور اس کا پھیکا چہرہ اور ہاتھوں کی بے چینی سے اس کے اندر کا اضطراب محسوس کیا تھا۔
"یہاں آؤ ہیر!" عادی نے اسے صوفے کی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بمشکل خود کو گھسیٹتی اس کی نشاندہی پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ اپنی گود میں دھرے ہاتھ کے ناخنوں کو چٹخا رہی تھی۔ عادی ارجلال نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔
"آپ دونوں سے میرا خون کا برسوں پرانا رشتہ ہے اور ہیر سے چند مہینوں کی محبت اور چند مہینے شادی کو ہوئے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو غلط نہیں ٹھہرا رہا لیکن جو کچھ ہوا اس کے لیے آپ لوگوں نے جس طرح اسے موردِ الزام ٹھہرایا، باتیں سنائیں۔ اس کا مجھے ساری زندگی افسوس رہے گا۔"
مام شاکڈ بیٹھی رہ گئی تھیں۔ ان کی نظریں عادی ارجلال کے ہاتھ میں دبے انابیہ کے ہاتھ پر جمی تھیں۔ وہ گھٹنوں سے اس کی بریفنگ واشنگ کر رہی تھیں۔ انہیں امید تھی کہ وہ اسے بلا کر جھاڑ جھپاڑ تو ضرور کرے گا مگر وہ جو بول رہا تھا وہ خلاف توقع تھا۔ نگہت کو بھی حیرانی تھی۔ اتنی دیر سے بہائے آنسو بے کار ہو گئے تھے۔
"تو لگادی شکایت ہمارے خلاف، بھر دیے کان!" نگہت نے نفرت سے اسے دیکھا، وہ مزید سہم گئی۔
"شٹ اپ نگہت! آئندہ اس لہجے میں ہیر سے بات نہیں کرنا، مجھے اس اللہ کی بندی نے کچھ نہیں بتایا۔ لاکھ پوچھنے پر بھی۔ مجھے چھوٹی نے سب کچھ بتایا ہے، جب میں نے گھر میں سب کی خیریت معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا۔"
عادی ارجلال، نگہت کے انداز پر درشت لہجے میں دہاڑا۔ چھوٹی بہن کا حوالہ سن کر نگہت غصے سے منہ پھیر گئی۔
"مام! یہی وہ لڑکی ہے جس نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں شادی کے بعد آپ لوگوں کے ساتھ رہوں۔ میں نے صرف اس کے کہنے پر یہ بات مان لی تھی اور اب اسے بھی اچھا سبق مل گیا ہوگا اور مجھے بھی نصیحت مل گئی کہ خون کے رشتوں کے دل تنگ ہوتے ہیں جو اپنے بیٹے بھائی سے جڑی ہستی کو دل میں جگہ نہیں دیتے۔" وہ بہت دکھ سے کہہ رہا تھا۔ انابیہ زیب کے آنسو اس کی گود میں گرنے لگے۔
"تم کب تک محبت کی پٹی باندھے رکھو گے۔ تمہیں ہماری ہی غلطی نظر آتی ہے۔ اپنی اور اس کی نہیں۔ تماشا تم دونوں نے ہمارا بنا رکھا ہے۔" مام چڑ کر نفرت کا اظہار کر گئیں۔
"کیسا تماشا لگایا ہے، زندگی میری ہے، میں جس سے چاہے محبت کروں، شادی کروں۔ دنیا کے لوگوں کو کیا تکلیف ہے۔ جو لوگ رشتہ لے کر آئے تھے انہیں نا مجھ سے شادی کرنی تھی نا ہیر سے۔ وہ نگہت تک رہتے، انہیں ہماری نجی لائف میں کیا انٹرسٹ ہے۔" عادی ارجلال جھنجلا گیا۔

"شادی دو لوگوں کے بیچ نہیں، دو خاندانوں کے درمیان ہوتی ہے۔" مام جتانا نہیں بھولیں۔
"لیکن شادی چلتی دو فریق کی سمجھ داری، محبت اور نیک نیتی پر ہے۔ کون سی ساس، بہو سے خوش رہتی ہے، کون سی نند کو بھابی نام کی مخلوق ہضم ہوتی ہے؟" اس کے کڑے سوال پر مام لب بھینچ گئیں۔
"بہر حال! آپ لوگوں کو ہیر کی وجہ سے آئندہ کوئی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔" عادی ارجلال کے پرسکون لہجے پر انابیہ نے ڈرتے ڈرتے چہرہ اس کی طرف کیا۔
"میں، انابیہ اور بچے اپنے گھر شفٹ ہو رہے ہیں، ملتے آتے رہیں گے۔ آپ لوگ بھی آیئے گا۔"
مام بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔
"تم بچوں کو تیار کرو اور ضروری چیزیں لے لو۔ رونے سے مسئلے حل ہوتے تو اب تک دنیا میں کسی کو کوئی مسئلے درپیش نہ ہوتا۔"
اس کی بھیگی پلکوں کو محبت سے دیکھتے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود اس کا ہاتھ ہولے سے دبا کر چھوڑ دیا۔
"تم اس عورت کے لیے اپنی ماں کو چھوڑ کر جا رہے ہو جسے تم سب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔" مام اموشنل بلیک میلنگ پر اتر آئیں۔
"مجھے آپ سے بہت محبت ہے مام! لیکن مجھے ہیر سے بھی شدید محبت ہے۔ میں نے اس سے اس لیے شادی نہیں کی کہ اسے سب کی باتیں سنواؤں، ورنہ کیا اس کے منہ میں زبان نہیں ہے۔ یہ آپ کو اور نگہت کو جواب نہیں دے سکتی تھی؟ یہ محبت سے آپ لوگوں کی طرف بڑھتی ہے تو آپ لوگ انجان بن جاتے ہیں۔ محبت سے آپ لوگوں کے لیے کچھ لاتی ہے تو حقیر ظاہر کر کے اسے ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ پھر میں کیوں اس کا امتحان لیتا رہوں۔ آپ لوگوں کے خلاف اس نے آج تک کچھ نہیں کہا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں اسے آزمائش میں ڈالتا رہوں۔" عادی ارجلال کا لہجہ، اس کی باتیں ایسی تھیں کہ پھر کوئی کچھ نہ بول سکا۔
"نہ کیا کرو کچھ برداشت، جو بھی برا لگے برملا کہہ دیا کرو۔ اسٹریٹ فارورڈ لڑکی کہاں جا چھپی ہے۔" اسے خود میں سموئے وہ اس کی زود رنجی دور کر رہا تھا۔ وہ کسی قدر آسودہ ہو گئی تھی۔

☆.....☆

الگ گھر میں رہ کر زندگی مزید خوبصورت ہو گئی تھی۔ لاہور سے زیادہ خوبصورت گھر عادی نے کراچی میں بھی ڈیزائن کروایا تھا۔
"جب تمہیں دیکھا تھا تب ہی طے کر لیا تھا کہ تمہارے لیے ایک بہت اچھا گھر ڈیزائن کروں گا۔" گھر دکھاتے اس کے شانے محبت سے تھامے کہہ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔ حنظلہ اور میرب کو بھی اس کی بلاوجہ کی بار بار کی روک ٹوک سے نجات مل گئی تھی۔ مام نے تو انفارم کر دیا تھا۔ انہوں نے رج کے باتیں سنائی تھیں۔
"ڈیڈ آپ کو آپ کی شریک سفر نے کہا کہ انہیں بہت سارا پیسہ، گاڑی، بینک بیلنس چاہیے۔ آپ نے ان کی مان لی۔ سالوں ہم سے دور خود کو مشین بنائے پیسہ کما رہے ہیں۔ میرا بھی تو کچھ فرض بنتا ہے کہ میں اپنی شریک حیات کے لیے خوش رہنے کے اسباب پیدا کروں اور اگر یہ صرف آپ لوگوں کی نگاہ کی دوری میں ہے تو اس میں برائی کیا ہے۔ وہ مجھے سات سمندر پار جانے کو تو نہیں کہہ رہی۔ وہ میری خوشی کے لیے سب برداشت کر لے گی مگر میں اسے آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ الگ ہونے کا فیصلہ میرا ہے۔"
کبھی کبھی جو باتیں ہمیں زندگی کے تجربے اور مشاہدے نہیں سمجھا سکتے وہ ہمیں ہمارے چھوٹے سمجھا دیتے

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

ہیں۔ڈیڈ بھی قائل ہوگئے تھے۔ساتھ ہی اپنی زندگی پر کچھ بے چین بھی ہوگئے تھے۔

ان کی شریک سفر نے انہیں شاید صرف پیسہ کمانے کی مشین سمجھ لیا تھا۔وہ جو کہتی رہیں وہ کرتے رہے لیکن ان کا بیٹا نہ بیوی کے کہنے پر چل رہا تھا نہ اس کے ساتھ زیادتی ہونے دینا چاہتا تھا اور محبت تو یہی ہے جس میں اگلے کی خوشی ہو اس کی ذات کی اہمیت اور اس سے محبت ہو۔ان کی شریک سفر کو محبت بھی تھی یا نہیں؟ بچوں کے اتنے بڑے ہوجانے کے بعد آج انہیں یہ سوال کھانے لگا تھا۔

☆.....☆

انا ہیر زیب مسلسل آتی رونگ کالز پر کچھ ڈسٹرب رہنے لگی تھی۔کچھ دھمکی آمیز فون کالز آنے لگی تھیں جنہیں اس نے چنداں اہمیت نہیں دی تھی۔وہ سوچ رہی تھی عادی سے ان کالز کے متعلق ذکر کرے مگر جھجھک رہی تھی وہ کریزی حد سے گزر جائے گا،سو اسی لیے چپ رہی۔

عشق کرتا ہوں تو عشق میں حد کرتا ہوں
میں منافق نہیں کھل کے حسد کرتا ہوں

"ہیر! کیا یہ ممکن نہیں کہ تم آفس سے ریزائن کردو۔" وہ مرر کے آگے کھڑی بال بنا رہی تھی،وہ کافی دیر سے بیڈ پر بیٹھا اسے روزمرہ کے معاملات نمٹاتے دیکھتا رہا،پھر اٹھ کر پیچھے سے آکر ٹھوڑی اس کے شانے پر رکھ کر اس کے وجود کے گرد اپنے بازو لپیٹ دیئے۔بالوں کو دائیں شولڈر پر کرکے برش کرتے اس کے ہاتھ ایک لمحے کو ٹھٹکے۔وہ مرر میں اس کا عکس دیکھ رہی تھی۔

"کیوں؟"

"بس مجھے نہیں اچھا لگتا تم جاب کرو اور ایسے ویسے لوگوں کو ڈیل کرو۔میں تم پر کسی کی گندی نظر برداشت نہیں کرسکتا۔" اس نے سچائی سے دلی کیفیت بتائی۔

"معاشرہ مردوں کا ہے عادی! جہاں اچھے ہیں تو برے مردوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے،جنرل اسٹور سے لے کر شاپنگ سینٹرز تک میں ہمیں مردوں سے ہی ڈیل کرنا ہوتی ہے۔اب ہم کسی کی گندی نظر کے خوف سے جینا تو نہیں چھوڑ سکتے۔" اسے اختلاف ہوا۔

"پبلک پوائنٹ پر ڈیلنگ اور بات ہے تمہیں میر فاروق جیسے لوگوں کے پاس دیکھ کر ہی آگ لگ جاتی ہے۔" یہ واقعی کوئی دیوانا تھا،انا ہیر کو ہوٹل کا منظر اچھی طرح یاد آگیا۔

"مجھ پر بچوں کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔میں تم پر بوجھ نہیں ڈالنا چاہتی۔" اس نے صاف لفظوں میں کہا۔

"بوجھ کہہ کر تکلیف نہ دو،بچے باپ کی ذمہ داری ہوتے ہیں اور میں انہیں اپنی اولاد ہی سمجھتا ہوں،دوبارہ ایسی بات.....!" اس نے وارن کیا۔وہ سر ہلا کے رہ گئی۔عادی نے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"تم آفس چھوڑ دو،بچوں کو،مجھے،گھر کو ٹائم دو،جہاں کہیں بھی آنا جانا ہے جاؤ،کوئی پابندی نہیں تم پر۔" وہ جیسے ہر حال میں اسے منانا چاہتا تھا۔

"عادی! میرا ایک کیریئر ہے،میں اسے ایک دم سے کیسے اسٹاپ لگا سکتی ہوں۔"

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اپنی بات اس کے دل میں کیسے اتارے۔

"اوکے! پھر جیسے تمہاری مرضی۔" وہ ایک دم سے الگ ہوکر بیڈ کی طرف بڑھ گیا۔انا ہیر زیب نے سنجیدگی سے اس کے انداز کو دیکھا تھا۔وہ بیڈ تک آئی تو وہ رخ پھیر کر سوتا بن گیا۔

"عادی!" وہ یقیناً ناراض ہوچکا تھا۔اسے عجیب سا لگا۔اتنی سی بات پر ناراضگی۔

"مجھے نیند آرہی ہے،تم بھی سو جاؤ۔صبح بات کریں گے۔" رخ پھیرے اس نے جواب دیا تھا۔انا ہیر کے دل کو جیسے ٹھیس لگی۔

☆.....☆

سنو جانا! پل پل تمہیں محسوس کرنا
ہر پل میری عادت بن گئی ہے

محبت میں جب تک خود فریبی کی کیفیت طاری رہتی ہے سب کچھ بہت دلکش لگتا ہے۔جوں ہی خود فریبی کو زوال آتا ہے محبت سے بری شے دنیا میں کوئی نہیں لگتی۔

یہ سچ تھا کہ انا ہیر زیب کو جتنی محبت نو سالوں میں سابقہ شوہر سے نہیں ہوئی تھی اتنی چند مہینوں میں عادی ارجلال سے ہوگئی تھی اور اس میں زیادہ کمال عادی ارجلال کا تھا۔وہ جب سے اس کی زندگی میں آیا تھا قطرہ قطرہ محبت بن کر اس کے دل پر گر کے اس میں اپنا نام لکھ چکا تھا۔ہر گھڑی،ہر پل اس کا سایہ بنا رہتا تھا۔شادی کے بعد اس کی محبت میں کمی نہیں آئی تھی بلکہ اس کی شدتوں میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔آفس میں بھی ہوتا تو پہلے کی طرح وقفے وقفے سے کال کرتا رہتا۔روز ہی چاروں کہیں نہ کہیں آؤٹنگ پر چلے جاتے لیکن جاب نہ چھوڑنے کی بات کے بعد سے اس نے محسوس کیا تھا عادی کے انداز میں تھوڑا فرق آگیا تھا۔وہ اب بھی اس سے غافل نہیں تھا،پل پل کی خبر رکھتا تھا لیکن محبت کے اظہار میں اب وہ بے اختیاری کم نظر آرہی تھی۔

انا ہیر زیب کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اسے کیسے سمجھائے۔ یہ سچ تھا کہ اس نے کوئی تشنگی نہیں چھوڑی تھی۔اپنی طرف سے دور دور تک کچھ کمی نہیں رکھا تھا۔اس کی فیملی بھلے سرد مہر انداز میں ملتی تھی مگر اس کے خلاف کچھ بھی بولنے کا حوصلہ نہ تھا کہ وہ عادی ارجلال کی بیوی تھی۔

بے حد محبت کرنے والے،خیال رکھنے والے دیوانے کی دیوانگی کی اب وہ عادی ہوگئی تھی تو وہ ایک چھوٹی سی بات کو لے کر ناراض ہوگیا تھا اور کمال یہ تھا کہ کھل کے جتا بھی نہیں رہا تھا۔

عادی ارجلال بچوں اور اسے شاپنگ پر لے کر آیا تھا۔بچے شاپنگ پر کم اور کھانے پینے کے اسٹالز پر زیادہ دلچسپی لے رہے تھے۔میرب فرائز کے لیے چل گئی تو حنظلہ کو آئس کریم اور نگٹس کھانے تھے۔

عادی انہیں لے کر اسٹالز کی طرف بڑھ گیا۔انا ہیر زیب کو لائبریری نظر آئی تو وہ اس طرف بڑھ گئی۔کئی کتابیں دیکھ کر اسے خوشی ہوئی۔ایک عرصے سے وہ ان کتابوں کی تلاش میں تھی۔

"ہے انا ہیر زیب! کیسی ہو سویٹ ہارٹ۔" اجنبی لب و لہجے کی بے تکلفی قریب سے گونجی تو وہ حیرانگی سے اجنبی نگاہوں میں دلچسپی لیے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔

"تم آج بھی اتنی ہی ہاٹ ہو،یہی وجہ تو ہے کہ میں آج بھی تمہیں چاہتا ہوں۔" اس بے باک انداز پر انا ہیر زیب کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔

پلٹتا کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے پیچھے کیا تھا۔وہ بے حد گھبرا گئی۔اپنی بازو پر رکھے ہاتھ سے ہوتی اس کی نگاہ عادی ارجلال پر اٹھیں۔

زمانے بھر کی سنجیدگی چہرے پر سجائے اجنبی کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"عادی پلیز!" وہ سختی سے اس کا بازو تھام گئی۔سادہ سا وہ تھپڑ نہ جڑ دے مقابل کو۔عادی نے گردن موڑ کر اس

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

کے پریشان چہرے کو دیکھا۔

"تسلی رکھو، نہیں مار رہا تھپڑ!" وہ جب بولا تو اس کے لہجے کی سرسراہٹ سے انا ہیر زیب کو پسینہ آنے لگا۔ اجنبی ہونق کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو کسی نی میل سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے؟" اب کے وہ اجنبی کی خیریت پوچھ رہا تھا۔ اجنبی اس کے کڑے لب و لہجے اور تاثرات پر تھوڑا کھسیا گیا تھا۔

"آپ کی تعریف؟"

"آپ جیسوں کو کرانا پسند نہیں کرتا۔" خونخوار نظروں سے اسے گھورتا رہا۔ اجنبی اس کے شولڈر سے جھانکتی انا ہیر زیب کو دیکھتا شانے اچکا کر پلیٹ گیا۔

"عادی یہ.....!" وہ سامنے آئی تھی۔ عادی ارجلال سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ دانش ہے، ایک بار آرٹس کونسل میں ملا تھا تب سے فضول بکواس کرتا ہے۔" وہ جانے کیوں اسے صفائی دے رہی تھی۔

"ایسے ہی فضول لوگوں سے دور رہنے کا کہتا ہوں تو تمہیں میری بات سمجھ نہیں آتی۔" خشک لہجے میں کہہ کر وہ بچوں کا ہاتھ تھام کر آگے چلنے لگا۔ انا ہیر زیب کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے۔

☆.....☆

عادی ارجلال کی لاتعلقی، سرد مہری اسے کھلنے لگی تھی۔ وہ اس سے سنجیدگی سے بات کرنا چاہ رہی تھی مگر وہ کوئی موقع نہیں دے رہا تھا۔ وہ سر پکڑے آفس میں بیٹھی تھی۔ جب کوریئر سروس سے اس کے نام ایک پارسل آیا۔ پیکنگ ایسی تھی کہ اس میں کچھ غیر معمولی پن محسوس کر کے اس نے پارسل کھولا تھا۔ ورنہ روز کی نارمل ڈاک آتی رہتی تھی۔ اندر سے جو چیزیں برآمد ہوئیں اسے دیکھ کر اس نے بے ساختہ چیئر کرا تھ پیچھے کر لیے تھے، جیسے بچھو نے ڈنک مارا ہو۔ اس کی آنکھیں تحیر سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ ایک خط تھا اور اس کے ساتھ کئی عریاں پکچرز تھیں جن میں اس کا چہرہ نمایاں تھا۔ اس کا دم اکھڑنے لگا۔ اس نے خط اٹھایا۔

"کیسی لگی اپنی پکچرز؟ اگر ہمارے خلاف لکھنا بند نہ کیا تو تمہاری پکچرز تمام سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کر دی جائیں گی۔"

مزید کچھ گھٹیا جملے لکھے ہوئے تھے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔ تصویریں اتنی اچھی طرح ایڈٹ کی گئی تھیں کہ کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ سر پکڑے بیٹھی رہ گئی۔

اسی وقت بری طرح ڈور دھکیل کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ وہ عادی ارجلال تھا۔ آتے ہی اس نے سیم ویا لفافہ اس کی میز پر پھینکا تھا۔

"کیا ہے یہ؟" عادی کی نظریں اس کی میز پر پڑیں تو اسے کہانی سمجھ آ گئی۔ سیم وہی خرافات اسے بھی بھیجی گئی تھیں۔ ان فضول تصویروں کو تیزی سے سمیٹ کر عادی نے واپس لفافے میں ڈالیں۔ انا ہیر اس سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہ تھی۔

"چلو!" اس کا بازو تھام کر وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ وہ مشینی انداز میں اٹھ گئی۔ اس کا ہاتھ تھامے وہ گاڑی تک آیا تھا۔ دونوں لفافے ڈیش بورڈ پر پھینک کر عادی نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ شدید غصے میں لگ رہا تھا۔

"اترو!" گھر کے باہر گاڑی روک کر اسے اترنے کو کہا۔ وہ پتھرائی آنکھوں سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ

رہی تھی جہاں محبت کا شائبہ تک نہ تھا۔ فقط بدگمانی تھی، وہ خاموشی سے اتر گئی تو وہ واپس تیزی سے گاڑی کو بھگا لے گیا۔

عادی ارجلال کے بیگانے پن پر اس کے آنسو بہنے لگے تھے۔ وہ تصویر ہر چیز کو بھول گئی تھی۔ اسے کوئی دکھ رلا رہا تھا تو اس کی لاتعلقی، بیگانگی تھی۔ وہ رات گئے لوٹا تھا۔ بیڈ روم میں آنے کی بجائے دوسرے کمرے میں سونے چلا گیا۔ وہ چپ چاپ اس کا انداز دیکھ رہی تھی۔

محبت اور خوشیاں شاید اس کے نصیب میں نہیں تھیں تب ہی تو چند مہینوں کی رفاقت کے رنگ پھیکے پڑنے لگے تھے۔ رات فہد کی کال آئی تو اس نے چھوٹتے ہی کہہ دیا۔

"بھائی! مجھے اپنے پاس بلا لیں، میں اب پاکستان میں نہیں رہنا چاہتی۔"

"اور عادی!" فہد کو حیرانی ہوئی۔

"صرف میں اور بچے آئیں گے۔"

فہد کو تشویش ہوئی۔ پچھلی کال میں تو وہ بے حد خوش تھی اور اب غیر مبہم گفتگو۔ انا ہیر نے بے دردی سے آنکھیں انگلیوں کی پشت سے رگڑتے ایک فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ عادی کی زندگی سے نکل جانے کا فیصلہ کر چکی تھی خود اسے بھی اسے سمجھنے میں غلطی ہو گئی تھی۔

وہ اس کی محبت کو عشق سمجھ بیٹھی تھی اور چند مہینوں میں ہی اس کا اصل چہرہ سامنے آ گیا تھا۔ اس کا ظرف، حوصلہ بڑے دعوے کرنے والا بہت جلدی تھک گیا تھا۔ بغیر صفائی کا موقع دیئے اسے مجرم بنا گیا تھا۔

اگلے روز بھی عادی کا انداز نہیں بدلا تھا۔ وہ بنا ناشتا کیے آفس چلا گیا تھا۔ وہ بھی بے دلی سے بچوں کو ناشتا کروا رہی تھی۔

گرم چائے کے ساتھ آنسوؤں کو پینا مشکل لگ رہا تھا۔ جانے اسے چھوڑنے کے خیال سے دل کیوں بند ہونے لگا تھا۔ وہ اس کی محبت میں سر تا پا غرق ہو چکی تھی اور محبت کا راگ الاپنے والا کھوٹا بن گیا تھا۔

فہد تشویش کے عالم میں عادی سے رابطہ کیا تھا۔ اس سے خیریت دریافت کی تھی۔ انا ہیر کے فیصلے کا بتایا تو عادی کے بھی ہوش اڑ گئے۔

☆.....☆

وہ ایک آرٹیکل مکمل کر رہی تھی جب آندھی طوفان کی طرح عادی ارجلال کمرے میں داخل ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی بازو سے گھسیٹ کر عادی نے اسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"کہاں جا رہی ہو مجھے چھوڑ کر؟"

اس کے سوال پر پہلے تو وہ حیران ہوئی پھر نظریں چرا گئی۔

"اتنی مشکلوں، دعاؤں کے بعد ملی ہو اور ابھی سے جانے کی لگ گئی تمہیں؟" عادی ارجلال نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔ نظریں اس کی آنکھوں میں گڑی تھیں جو بھیگنے کو بے تاب ہو رہی تھیں۔

"میں تمہارے قابل نہیں ہوں، تم کسی اور سے شادی کر لینا۔ طلاق نہیں لوں گی تم سے مگر ساتھ بھی نہیں رہوں گی۔"

وہ خود کو بے حد مضبوط ظاہر کر رہی تھی مگر بہتے آنسو اس کی دلی کیفیت بیان کر گئے تھے۔ بے حد محبت سے اس نے اس کی بھیگتی پلکوں کو دیکھا تھا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"رہ لوگی میرے بغیر؟" بہت دھیمی سرگوشی تھی۔
"ہاں!" سوں سوں کرتی شدومد سے سر ہلانے لگی۔ وہ مسکرادیا۔
"لیکن میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر!" اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ہولے سے ٹکرائی۔
"جھوٹ!" پھر کرانا ہیر زیب نے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔
"پچھلے ایک ہفتے سے کیا کر رہے ہو تم۔ بیگانے بنے بیٹھے ہو۔ صرف اس لیے کہ میں نے جاب چھوڑنے کی بات نہیں مانی تمہاری، تم چاہتے ہو میں کٹھ پتلی بن کر تمہارے اشاروں پر چلوں اور نہ چلوں تو تم مجھے بیگانگی کی مار مارو۔ مسٹر عادی ارجلال! بہت جلد آپ نے محبت کا چولہ اتار کر روایتی مرد کا روپ دھارلیا ہے، اور وہ پکس.....؟" بولتے بولتے وہ ایک دم چپ ہوگئی۔
"میں آپ کو مزید تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ میں نہیں چاہتی کہ جو محبت کا ڈھنڈورا آپ میرے سامنے پیٹتے آئے ہیں آپ کو شرمندہ کروں، بہتر یہی ہوگا کہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اسے ہم دونوں مان لیں۔"
"نہ مانوں تو کیا کروگی، بولو!" عادی ارجلال نے اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے دیوار سے لگادیا۔ وہ سہمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر جھولتی لٹ کو اس کے کان کے پیچھے کرتے وہ ہولے سے بولا۔ "سچ تو یہ ہے ہیر جی کہ آپ ابھی تک اپنے رائے کو سمجھ نہیں سکیں۔ ابھی بھی دوسروں کے تناظر میں، میرا اور میری محبت کا موازنہ کرتی رہتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ تمہارے جاب نہ چھوڑنے کے فیصلے پر مجھے افسوس ہے، ہاں میں تھوڑا ناراض بھی تھا۔ تمہیں لگتا ہے میں تمہارا کیریئر ختم کر رہا ہوں جب کہ میں تمہیں گندے لوگوں کی نظروں سے دور رکھنا چاہتا ہوں تو اس میں برا کیا ہے؟ تم پہلے بھی جاب کر رہی تھیں۔ بچے ڈے کیئر میں پل رہے تھے۔ اب بھی وہی سب چل رہا ہے اگر تم جاب چھوڑ دو گی تو بچوں کو گھر کا سکھ نصیب ہوگا۔ کیوں ان کی معصومیت چھین رہی ہو۔ اپنی محبت سے دور رکھتی ہو۔
تم گھر پر رہو گی تو بچے بھی آسودہ رہیں گے ورنہ ان کے اندر کی تبدیلی سے تم بھی آگاہ ہو۔"
اور انا ہیر زیب خود سے اعتراف کر گئی تھی کہ بچے واقعی محروم تھے۔ باپ کی محبت تو پہلے ہی نصیب میں نہ تھی، معاشی مسائل کا مقابلہ کرنے کے لیے وہ میدان میں آئی تو اس نے انہیں ڈے کیئر کے حوالے کر دیا جو کیا لیتے تھے مگر ان کی تربیت اور ایک ماں کی تربیت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔
"میری بھی خواہش ہوتی ہے کہ جب کبھی گھر آؤں تو تم تھکی نڈھال نہ ملو، فریش، نکھری نکھری ملو، جب کبھی جلدی فری ہو جاتا ہوں تو بھی آفس میں بیٹھا بور ہوتا رہتا ہوں کہ گھر پر کون میرا منتظر ہوگا۔"
عادی ارجلال کا انگوٹھا اس کے صبیح رخسار پر ہولے ہولے گردش کر رہا تھا۔ وہ مسحور سی اسے سن رہی تھی۔
"رہی تم پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرنے والی بات تو کل جیسی خرافات کو میں جوتے کی نوک پر رکھتا ہوں لیکن مجھے تمہاری پروا ہے۔ ہاں مجھے غصہ تھا اور اس وقت تک نہیں اترا جب تک میں نے یہ حرکت کرنے والے کی ہڈیاں نہیں تڑوادیں۔" وہ بول رہا تھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔
"کس کی حرکت تھی وہ؟"
"دانش صاحب کی!" اس نے کمال سکون سے کہا۔
"واٹ؟؟" وہ چیخی۔
"جی! اس دنیا میں گھٹیا انسانوں کی کمی نہیں ہے۔ کل میں نے ریکارڈ نکلوالیا تھا دانش صاحب بھی اسی گروہ کے

مارن ہیں جن کے خلاف تم لکھتی رہی ہو اور اب دانش صاحب اپنی ہڈیاں سہلا رہے ہوں گے۔"
انا ہیر کے اندر جیسے سکون پھیلنے لگا تھا۔ عادی ارجلال نے اس پر شک نہیں کیا تھا اور نہ یہ بن اسے چھوڑ رہی تھی۔
"انا ہیر! تمہیں زمانے سے بجائے رکھنے کی خواہش تم پر اعتباری نہیں ہے۔ تم پبلک پراپرٹی نہیں ہو کہ جس کا دل چاہے سرراہ تمہیں تنگ کرے، تعشق جھاڑے یا تمہیں خرافات بھیجے۔"
"میں کب کسی کو کہہ رہی ہوں کہ مجھ سے عشق کرے!" وہ چڑ گئی۔
"لیکن دور بھی نہیں رہ رہی ہو، فاروق، دانش اور جانے ایسے کتنے لوگ ہیں۔"
"اب ایسوں کے ڈر سے میں کیریئر ختم کردوں؟" وہ غصہ ہوئی۔
"مت کرو ختم، میں بھی سب کی ہڈیاں تڑوا تا رہوں گا۔" اس نے بھی نروٹھے پن سے کہا۔ وہ ہولے سے مسکرادی۔
"اچھا جی، اتنی محبت؟"
"ہاں ہے، تو!"
"نہ کرو اتنی محبت۔"
اس کا بدلہ انداز عادی ارجلال کو تحیر میں مبتلا کر گیا تھا۔ اس کے ہاتھ اس کی شرٹ کے بٹن سے کھیل رہے تھے۔
"کیوں نہ کروں؟ تم سے پوچھ کر تھوڑی نہ محبت کی تھی!" انداز جتانے والا تھا۔
"میں نے ریزائن کر دیا ہے، جو بھی کام ہوگا گھر پر کروں گی۔" اس کی اطلاع پر وہ خوش ہوگیا۔
"رئیلی!" چہرے پر بے یقینی تھی۔
"ریزائن انگلینڈ جانے کے لیے کیا ہے۔" چڑاتی بولی۔
"جا کے دکھا، جان لے لوں گا تیری!" اس کے بال مٹھی میں بھرلیے۔
"مجھے کہیں نہیں جانا ہے کیونکہ مجھے اصل جگہ مل گئی ہے، جو بہت صاف ستھری ہے۔" اس نے عادی ارجلال کے سینے پر سر رکھ دیا تھا۔
"میری جان حیات! میری شریک حیات!" عادی ارجلال نے اسے خود میں سمولیا تھا۔
"ویسے اتنا سب کچھ کہنے کے باوجود تم نے اب تک ایک بات نہیں کہی۔"
"کیا؟" استفسار ہوا۔
"کہو مجھ سے محبت ہے؟" تقاضا ہوا۔
"کہہ ہی نہیں تو کیسے کہوں۔" وہ صاف مکر گئی۔
"کتنی بری ہو تم!" اس کے کان کھینچے۔
"ہائے اوربا، اتنے زور سے کھینچا ہے۔" وہ چلانے لگی۔
"جھوٹی!"
"تم جھوٹے!"
ان کی پیار بھری تکرار تو شاید کبھی ختم ہی نہیں ہونے والی تھی۔ کائنات کی ہر شے دو دیوانوں کے انداز محبت پر مسکرادی تھی۔

.....☆.....ختم شد☆.....

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

سعدیہ عابد

ماں بہر آسرا دے جہن

''گڈ مارننگ ماما!'' ڈائننگ ہال میں داخل ہوکر اس نے چیئر پر بیٹھی مسز بیگ پر سلامتی بھیجی تھی۔

''گڈ آفٹر نون!'' انہوں نے بیٹے کو خفگی سے دیکھا تھا اور وہ ہلکے سے مسکراتا چیئر کھسکا کر بیٹھ گیا۔

''ابوبکر کیا ہوا ہے تم نے بیٹا اس طرح کب تک چلے گا؟'' آج وہ کچھ زیادہ ہی غصہ میں تھیں۔

''کیا ماما! ڈھائی بجے ہیں اور آپ جانتی ہیں آج کل جامعہ میں چھٹیاں ہیں اس ہلٹے میں کچھ دیر سے سو کر اٹھ رہا ہوں''۔ وہ لاپروائی سے بولا تھا۔

''تمہارا ایم بی اے کا لاسٹ ایئر چل رہا ہے تمہاری لاپروائیاں عروج پر ہیں تمہاری وجہ سے ابوزر سے مجھے کتنی ڈانٹ سننی پڑتی ہے اب بچے نہیں رہے ہو تم ابوبکر اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی کوشش کرو تم ہماری اکلوتی اولاد ہو ابوزر کا بزنس تم نے ہی سنبھالنا ہے''۔ ابوزر بیگ آفس کے کام سے آؤٹ آف سٹی تھے صبح انہوں نے فون کیا تھا ابوبکر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہہ دیا وہ سو رہا ہے ابوزر نے بیوی کو خوب ہی سنائی تھیں اور انہوں نے ساری بھڑاس جوان پر نکالی تھی اب وہی وہ بیٹے پر نکال رہی تھیں۔

''ماما! وقت آنے تو لینے دیں سب کچھ کرلوں گا' آپ کا موڈ آف ہے کیا پاپا یاد آرہے ہیں؟'' شرارت سے کہہ کر نوالہ منہ میں رکھ لیا۔

''تمہارے ہٹلر کے جانشین پاپا کو یاد کر کے میں نے اپنا موڈ اور وقت برباد نہیں کرنا''۔ ان کے تپے ہوئے لہجے پر وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

''پاپا نے کچھ کہا ہے جب ہی موسم اتنا گرما گرم ہے''۔ وہ ان کی گھوری کو خاطر میں نہیں لایا تھا۔

''تمہاری وجہ سے ڈانٹ پڑی ہے' میں نے ابوزر کو اپنی طرف سے کبھی کوئی شکایت کا موقع نہیں دیا مگر تمہاری وجہ سے اب مجھے کتنی سننا پڑتی ہیں وہ صاحب تو برملا کہہ کر کہ تمہیں بگاڑنے میں میرا ہاتھ ہے خود پیچھے ہٹ جاتے ہیں''۔ وہ بری طرح تپی ہوئی تھیں۔

''ابوبکر ہی نہیں مجھے بگاڑنے میں بھی آپ کا ہی ہاتھ ہے مسز بیگ'' آواز پر وہ دونوں ہی چونکے اور نگاہ ابوزر بیگ کے مسکراتے چہرے پر ٹھہر گئی تھی۔

''السلام علیکم پاپا'' وہ اٹھ کر باپ سے گرمجوشی سے ملا تھا جبکہ انہوں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سلام کیا تھا۔

''کیسے ہو پاپا کی جان؟'' بیٹے کے چوڑے شانے پر ہاتھ پھیلا کر محبت سے پوچھا تھا۔

''اچھا نہیں ہوں پاپا آپ کی بیگم نے صبح سے ڈانٹ ڈپٹ کا پروگرام بنا کر ناشتہ تک نہیں کرنے دیا آپ کی بیگم بڑی ہی ظالم ہیں''۔ اس کے لہجے و انداز میں شرارت تھی جس میں انہوں نے بیٹے کا بھرپور ساتھ دیا۔

''ظالم تو ہماری بیگم بہت ہیں مگر یہ دل و نظر کو ایسی بھائیں کہ سارے ظلم برداشت کر گئے''۔ بیوی کو پیار سے دیکھا تھا۔

''بیٹے کو بگاڑنے میں سو فیصدی آپ کا ہاتھ ہے ابوزر' الزام مجھے دیتے ہیں''۔ جھینپ مٹانے کو خفگی

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

سے بولی تھیں اور وہ دونوں ہی ہنس دیئے۔ ابوزر بیگ کا اپنا لیدر کا بزنس تھا ابوبکر ان کا اکلوتا بیٹا تھا لاڈ پیار کی وجہ سے اور کچھ فطرتاً وہ ضدی لاپرواہ اور ہنسنے ہنسانے والا شخص تھا' زندگی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہا تھا جبکہ اب وہ دونوں میاں بیوی چاہتے تھے کہ اب وہ ذمہ داریوں کو سمجھنا شروع کردے تاکہ دو سال بعد جب اس کی تعلیم مکمل ہو تو پریکٹیکل لائف گزارنے میں اسے دشواری کا سامنا نہ ہو کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو ایک کامیاب زندگی گزارتے دیکھنا چاہتے تھے مگر وہ زندگی کو بہت آسان لئے ہوئے تھا اور زندگی گر آسان ہے تو مشکل بھی تو ہے۔

☆☆☆☆

''کیا پاپا بزنس کے کام سے جارہے ہیں نہ تو اکیلے چلے جائیں آپ جانتے بھی ہیں ماما کے بغیر میرا گھر میں دل بالکل نہیں لگتا''۔ ابوزر بزنس کے سلسلے میں ایک ماہ کے لئے سڈنی جارہے تھے تو انہوں نے سوچا کیوں نہ زہرہ کو بھی ساتھ لے جائیں کہ کافی عرصے سے وہ ایک ساتھ کہیں نہیں گئے تھے' زہرہ یتیم رضامند تھیں کہ انہیں بیٹے کا بھی خیال تھا اور وہ تو سنتے ہی اعتراضات کی لمبی فہرست لے بیٹھا تھا۔

''یار ایک ماہ اپنی ماما کے بغیر رہ لینا آخر کو کچھ تو آپ کی ماما پر ہمارا بھی حق ہے اور ہماری بیگم صاحبہ آپ جناب کی وجہ سے ہمیں نظر انداز کرتی رہتی ہیں''۔ وہ اپنے مخصوص بے تکلف لہجے میں بولے تھے اور وہ شوہر کو تاسف سے دیکھنے لگی تھیں۔

''میں کچھ نہیں جانتا پاپا' ماما کے بغیر ایک دن نہیں گزرتا اور آپ ایک ماہ کی بات کررہے ہیں' آپ بھول رہے ہیں' میرا ڈپارٹمنٹ ورلڈ ٹور پر جارہا ہے اور میں ماما سے دور جانے کے خیال سے صاف انکار کرچکا ہوں''۔ وہ خفا لہجے میں کہتا باپ کو ناراضی سے دیکھ رہا تھا۔

''تو یار مسئلہ کیا ہے تم ورلڈ ٹور پر جاؤ' لائف انجوائے کرو' کچھ وقت ہمیں بھی ساتھ گزارنے دو''۔ وہ بیٹے کی ناراضی میں چھپی چاہت محسوس کرتے متبسم لہجے میں بولے تھے۔

''کچھ شرم کرلیں پاپا بڑھاپے میں بھی آپ کو چین نہیں ہے''۔ اس کی خفگی ان کے انداز پر مٹ گئی تھی اور وہ ان کے سے ہی دوستانہ انداز میں بولا تھا۔

''اوہوں ابوبکر یہ اپنے پاپا سے کس طرح بات کررہے ہو''۔ وہ جوان دونوں کو الجھتے دیکھ جانے کے لئے اٹھ گئی تھیں' رک کر بیٹے کو تنبیہ کی تھی۔

''سوری''۔ بچوں کی طرح منہ پھلا کر بولا تھا' وہ مسکراہٹ روک نہیں سکی تھیں جبکہ ابوزر بیگ نے قہقہہ لگایا تھا' وہ ایک خفا نگاہ باپ پر ڈالتا اٹھ رہا تھا کہ انہوں نے بازو تھام لیا تھا۔

''بیگم ہم دونوں باپ بیٹے کے لئے شاندار سی کافی لے کر آئیں''۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی چلی گئی تھیں۔

''یار تم نہیں چاہتے تو تمہاری ماما ہی کیا میں بھی نہیں جاؤں گا''۔ بیٹے کے خبر و چہرے کو پیار سے دیکھا تھا۔

''میں نے آپ کو نہیں روکا''۔

''ہاں تو مجھے کیوں روکو گے تمہیں اپنی ماما سے ہی تمہیں محبت ہے ہم آپ سے ہیں کون؟'' اسے گھورتے ہوئے بولے تھے۔

''آپ تو سب کچھ ہیں پاپا بٹ آپ ہمیشہ بزنس کے سلسلے میں آتے جاتے رہے تو میں بچپن سے عادی ہوں آپ کو مس کرتا ہوں پھر مینج کرلیتا ہوں' ماما سے کبھی ایک دن کے لئے بھی دور نہیں ہوا تو یہ خیال ہی مجھے برا لگتا ہے''۔ وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

''آئی نو مائی سن اور اسی لئے اس دفعہ میں نے زہرہ کو ساتھ لے جانے کی بات کی کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تم ورلڈ ٹور پر جاؤ ابھی کا جو وقت ہے وہ بھی لوٹ کر نہیں آئے گا' میں ہر تیسرے مہینے کسی نہ

کسی ملک یا شہر جارہا ہوتا ہوں' مگر اپنے لئے فیملی کے لئے وقت نہیں نکال پاتا' میں چاہتا ہوں تم زندگی کے ہر لمحے سے خوشی کشید کرو تاکہ جب پریکٹیکل لائف گزارو تو کوئی افسوس' پچھتاوہ' کوئی کمی تمہاری راہ میں نہ آئے''۔ وہ بیٹے کو پیار سے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔

''پاپا' میں اپنی لائف میں خوش ہوں' آپ اور ماما میرے ساتھ ہیں تو مجھے کچھ نہیں چاہئے' میری ورلڈ ٹور پر جانے میں نہیں ماما کے ساتھ آپ کے ساتھ وقت گزارنے میں ہے' آپ چاہتے ہیں نہ کہ میں ورلڈ ٹور پر جاؤں تو آپ دونوں میرے ساتھ چلیں''۔ وہ باپ کے ہاتھ تھام گیا تھا۔

''نہیں یار سڈنی جانا ضروری ہے' اس لئے تم دوستوں کے ساتھ چلے جاؤ پیرس کے ساتھ وقت گزارنے میں اور دوستوں کے ساتھ وقت گزارنے میں بہت فرق ہوتا ہے مائی سن اور تم نے ہمیشہ ہمارے ساتھ لائف انجوائے کی ہے' اب دنیا کو دوستوں کے ساتھ دیکھو پھر کچھ اکیلے وقت گزارو' دنیا کو لوگوں کو سمجھو' ہم ساری زندگی تو تمہارے ساتھ نہیں رہیں گے' کچھ تو تمہیں عادت''۔

''پاپا''۔ اس نے بہت سختی سے باپ کو ٹوکا تھا۔

''آج تو ایسا کہا آئندہ سوچیئے گا بھی مت''۔ وہ فوراً موڈ کے ساتھ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

''ابوبکر' چائے تو لے لو''۔ وہ زہرہ کے روکنے پر بھی نہیں رکا تھا۔

''ابوزر' کیا ضرورت ہے آپ کو اس کے پیچھے پڑنے کی وہ نہیں چاہتا تو ٹھیک ہے زبردستی نہ کریں''۔

''زہرہ تم سمجھ نہیں رہی ہو' ہمارے بیٹے کی سوشل لائف تو بالکل ہی نہیں ہے' یونیورسٹی سے سیدھا گھر آتا ہے اور اس کے بعد چھ سے سات دوستوں کے ساتھ گزارتا ہے باقی ٹائم گھر میں' وہ لڑکی نہیں ہے زہرہ اسے باہر نکلنا چاہئے لوگوں کو سمجھنا چاہئے وہ مرد ہے' اور مرد کی زندگی گھر سے زیادہ باہر گزرتی ہے اور وہ باہر کتنا رہتا ہے تم جانتی ہو' اس لئے ہمیں اسے صحیح ڈگر پر کوشش سے لانا ہوگا''۔

''آپ کی بھی مجھے سمجھ میں نہیں آتی ابوزر' دنیا کے 75 فیصد والدین اس لئے پریشان رہتے ہیں کہ ان کے بیٹے گھر میں نہیں رہتے' انہیں ٹائم نہیں دیتے اور آپ کا بیٹا گھر میں آپ کی آنکھوں کے سامنے رہتا ہے تو آپ کو اعتراض ہے' جبکہ کراچی کے حالات سے بھی آپ واقف ہیں' جتنی دیر وہ جامعہ میں رہتا ہے کتنی ان سیکیورٹیز فیل کرتی ہوں میں اور شام کا ایک گھنٹہ تو لگتا ہے دس گھنٹوں کے برابر ہوگیا ہے''۔ وہ قدرے بے چینی سے بولی تھیں۔

''یہی تو تم نے ابوزر کو اکسٹرا توجہ دے کر ماما ز بنا دیا ہے وہ گھر سے باہر ہو تو تم پریشان وہ گھر بھاگنے کے لئے اتاولا' دنیا کی اور بائیں اور بچے بھی تو ہیں' ہر چیز میں بیلنس ہو تو ہی اچھی لگتی ہے' اس بات کو خود سمجھو اور اپنے لاڈلے کو بھی سمجھاؤ' پرمت بھولو زہرہ کہ کام کی وجہ سے ایک نہ ایک دن اس کو گھر سے دور ہونا پڑے گا' ایک وقت ایسا بھی ہوگا جب وہ گھر کو وقت نہیں دے پائے گا' کچھ تم اور وہ عادی ہوں گے تو مسائل نہیں ہوں گے اور یہ تو سوچو کچھ سال بعد جب ابوبکر کی شادی ہوگی تب کیا ہوگا؟ اس کی بے پناہ توجہ کی تم عادی رہی ہو جب پورے وقت میں سے زیادہ یا کم وقت وہ بیوی کو دے گا تو کیا تم برداشت کرپاؤ گی؟''

''ہاں تو جیسا چل رہا ہے چلنے دو' نہیں تو اسے خود سے اتنا دور ضرور کردو کہ وہ تمہاری نگاہ کے سامنے رہے کہ ہر چیز کی زیادتی بھی کمی کی ہی طرح نقصان دہ ہوتی ہے''۔ وہ بیوی کو سوچتا چھوڑ کر نکلتے چلے گئے۔

☆☆☆☆

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''تیرا موڈ کیوں آف ہے؟'' وہ کافی عرصے بعد اپنے واحد اسکول اور یونی فیلو شایان کے گھر آیا تھا اسے دیکھ اسے خوشگوار حیرت ہوئی تھی کہ وہ ہی اکثر اس کے گھر جاتا تھا اسے یہ توفیق شاذ و نادر ہی ہوا کرتی تھی۔

''ماما! سڈنی جارہی ہیں''۔ اس نے قدرے اداسی سے کہا تھا اور اس کا بچوں کی طرح کہہ کر منہ پھلا لینا شایان کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا تھا' اس کے گھورنے پر وہ مگر سنبھل کر بیٹھ گیا تھا مگر شرارت کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

''آنٹی سڈنی جارہی ہیں اس لئے منے کو رونا آرہا ہے' ابوبکر اسے دبے دبے گھورتا جانے کو کھڑا ہوگیا اس کی ساری شرارت اور موڈ کی شوخی ہوا ہوگئی تھی۔

''میں یہاں اتنا پریشان ہوں اور تو ہے کہ مذاق سوجھ رہا ہے''۔ ابوبکر کا موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا۔

''آنٹی سڈنی ہی تو جارہی ہیں ناں' چھ ماہ میں آجائیں گی تو کیوں اتنا پریشان ہورہا ہے؟'' شایان نے اب کے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

''تو جانتا ہے ماما کے بغیر میں ایک دن نہیں رہ سکتا اور وہ پورے ایک مہینے کے لئے جارہی ہیں''۔ وہ روہانسا ہورہا تھا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھلا' اب تم بچے نہیں ہو ابوبکر' کچھ سالوں میں تم نے اپنی پریکٹیکل لائف شروع کرنی ہے تم کب تک آنٹی کی انگلی تھام کر چلتے رہو گے؟'' شایان قدرے سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''پاپا بھی یہی کہتے ہیں مگر مجھ سے ماما کے بغیر نہیں رہا جاتا ماما سے کچھ گھنٹوں کی دوری بھی مجھ سے برداشت نہیں ہوگی' ابوبکر اپنی ماں کی محبت میں ڈوبا ہوا سا بولا تھا اور وہ اسے اچھے دوستوں کی طرح سمجھانے لگا تھا۔

''رشتوں اور محبتوں میں بھی توازن کا ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے تم اپنے اندر توازن پیدا کرو سب کچھ سیٹ ہوتا چلا جائے گا''۔ اسے غیر معمولی سنجیدہ نظر آتے ابوبکر کو دیکھتے ہوئے سمجھایا تھا۔

''یہی سب پاپا کہتے ہیں مگر میں یہ سب کیسے کروں؟ ماما کے بنا تو میرے حلق سے نوالہ نہیں اترتا اسی لئے تو میں نے ورلڈ ٹور پر جانے سے معذرت کرلی اور میں جانتا ہوں شایان کہ بزنس سے پاپا نے ماما کو ہمیشہ ہی دور رکھا ہے وہ ماما کو کبھی بزنس پارٹی میں نہیں لے گئے اور اب صرف میری وجہ سے مام کو آفیشل ٹرپ پر لے جارہے ہیں کہ ماما پاپا دونوں ہی چاہتے ہیں کہ میں اپنی لائف کو انجوائے کروں ورلڈ ٹور پر جاؤں' جبکہ ماما کے بغیر کہیں جانے کا خیال ہی مجھے برا لگتا ہے''۔ وہ ماں کی چاہت میں مبتلا 25-26 سال کا نوجوان نہیں بلکہ چھ سات سال کا [illegible]

ایسا تو میرے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ جب مما یا پاپا نہیں ہوتے تو ماما کی فیل ہوتی ہے ماما گھر میں نہ ہوں تو گھر گھر نہیں لگتا' ماں ہوتی ہی ایسی ہستی ہے جس کے ہونے سے اندھیرا بھی روشنی بن جاتا ہے اور روشنی اس کی ممتا کی کرنوں کے آگے ماند پڑ جاتی ہے' برا مجھے بھی لگتا ہے مگر زندگی ہے اور کبھی رشتے ہیں ماں کے لئے خود کو خود سے وابستہ رشتوں کو بھی تو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا' اسکول' کالج کے لئے مما سے دور ہوا' آفس کے لئے مما سے دور ہوں گا مگر یہ دوری وقتی ہوتی ہے اس دوری میں ضرورت چھپی ہوتی ہے اور تمہیں بھی ضرورت کے تحت ہی سہی اپنی مما کی دوری برداشت کرنا پڑی اور آگے بھی کرنا پڑے گی' تم اسکول ہی نہیں یونی سے بھی گھر جانے کو بے تاب ہوتے ہو جبکہ میں نے اسکول کالج لائف کو ان کے انداز میں انجوائے کیا گھر میں رہا تو گھر کی محبت میں گرفتار' ماں کا لاڈلا' بھائیوں کا پیارا بن کر

[illegible] میں رہا تو اسکول کو اپنا لیا دوست بنا لئے اور [illegible] تم ہمیشہ ہر چیز سے بھاگتے رہے کہ تمہیں گھر [illegible] کی جلدی ہوتی تھی اس لئے تم صرف گھر کے [illegible] رہ گئے تمہاری سوشل لائف نہیں ہے آج کل [illegible] نوجوانوں کی طرح کی کوئی سرگرمیاں نہیں ہیں [illegible] تو مجھے بھی اپنی مما سے ہے مگر میں اپنی مما سے [illegible] ہوتا ہوں گھر جانے کی جلدی ہوتی ہے مگر یہ جلدی [illegible] لوگوں کے قریب جانے سے نہیں روکتی ماں بھی [illegible] قریب ہے باقی رشتے بھی کہ میری سوشل [illegible] بھی اہمیت ہے اور تم صرف اپنی ماما سے قریب [illegible] باقی سب سے دور اس لئے مانی فرینڈ ابھی وقت [illegible] اپنی اصلاح کرلو اپنے اندر اپنی محبتوں میں توازن [illegible] آؤ سب کچھ سیٹ ہوجائے گا آنٹی سے کچھ دن [illegible] رہو گے تو بھی وقتی ہوگا کہ بچوں کی دوری ہو یا [illegible] کی چاہت ہو تو دل سے نہیں لگتی کہ دوریاں جو [illegible] کے تحت آئیں وہ ختم ہوجاتی ہیں [illegible] دوریاں دلوں میں نہیں آنی چاہئے تمہیں اپنی ماں [illegible] محبت ہے تو ان کے سامنے ہونے سے بھی قائم [illegible] جب ان سے دور ہو گے تو بھی قائم رہے گی''۔ وہ بہترین دوست کی طرح اس کی رہنمائی کررہا تھا اور وہ اسے بہت غور سے سن رہا تھا اس کی کئی باتوں پر تو [illegible] آمادہ ہوتا عمل کا بھی سوچ رہا تھا مگر اس کی آخری بات پر وہ دہل گیا تھا۔

''اللہ نہ کرے کہ میری مما مجھ سے کبھی دور [illegible]'' وہ صدق دل سے بولا تھا۔

''آمین'' شایان نے اس کے چہرے پر امڈنے والے خوف کو تاسف سے دیکھتے ہوئے [illegible] کہا تھا۔

''ہماری زندگی پر پہلا اور سب سے بڑا حق [illegible] اللہ کا ہے ابوبکر ہماری پہلی چاہت ہمارے [illegible] اور اس کا نبی ﷺ ہیں' اللہ نے دنیا میں ہمیں بھیجا [illegible] اللہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے دنیا میں بھیجا مگر ساتھ ہی ہمیں کچھ رشتے دے دیئے تاکہ ہم ان کے ساتھ رہیں لیکن موت بھی سب ہی کو آنی ہے کہ موت تو برحق ہے اور جو کچھ ہے زندگی تک ہے' اس لئے زندگی کو سمجھو اسے ایسے گزارو کہ کوئی لمحہ کوئی رشتہ نظر انداز نہ ہو میں غلط نہیں ہوں تو تم اپنی ماما کے آگے تو اپنے پاپا کو بھی اہمیت نہیں دیتے ہو اور اصل برائی یہی ہے کہ تمہاری محبت غیر متوازن ہے اس میں توازن لاؤ''۔ وہ اچھے دوستوں کی طرح اس کی [illegible] جانب رہنمائی کررہا تھا۔

ماما جی یہی کہتے ہیں کہ ماما کے بغیر مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا'' وہ بھی اسے بالکل کچھ جواب شایان سمجھانا چاہ رہا تھا یہی کوشش کچھ عرصے سے ابوزر بیگ بھی تو کررہے تھے۔

''اللہ نہ کرے کہ کبھی ایک لمحہ کو بھی آنٹی تم سے دور ہوں مگر میرے یار رشتوں اور ضروریات کو سمجھو کہ ابھی تم آنٹی کو مکمل وقت دیتے ہو کہ تمہاری سوشل لائف نہ ہونے کے برابر ہے مگر جب چند سالوں بعد تمہاری شادی ہوگی تمہاری اپنی فیملی ہوگی تو آٹومیٹکلی تمہارا وقت اور تمہاری توجہ تقسیم ہوجائے گی جب آنٹی کا سوچا ہے کیا ہوگا؟'' وہ اسے نئے پہلو کی جانب متوجہ کرگیا تھا۔

''اور توجہ تمہاری تقسیم نہ ہوئی تم آنٹی کو لے کر جتنے ہی کانشس رہے تو تمہاری فیملی سفر کرے گی اس لئے بہتر یہی ہے کہ وقت پر ہی ہر چیز کو سمجھو ہر رشتہ کو نبھانا سیکھو کہ مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہوتا ہے مگر اس کے باوجود مرد کے باقی حقوق و فرائض ختم نہیں ہوجاتے''۔ وہ نرمی سے قائل کرلینے والے انداز میں کہتا چلا گیا تھا' اور وہ قائل ہوا تھا یا نہیں مگر خاموش ہی رہا تھا اور اس کا انداز پرسوچ تھا اور شایان اب کے صحیح معنوں میں ابوزر بیگ کی فکر کو سمجھ پارہا تھا کہ ایسے ہی تو انہوں

http://www.bookstube.net
http://www.urdutube.net

نے اس سے بات کرنے کو نہیں کہا تھا۔

☆☆☆☆

ابوبکر ان سب کے فورس کرنے پر ورلڈ ٹور پر چلا گیا یہ ٹور ایک ماہ کا تھا مگر فقط گیارہ دن بعد ہی اس کی واپسی ہوگئی تھی کہ دوستوں کے ساتھ مل کر اس نے انجوائے تو کیا کرنا تھا وہ پل پل کسی چھوٹے بچے کی مانند ماں کو ہی تلاشتا رہا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اسے تیز بخار نے آلیا تھا نیم غنودگی میں ماما' ماما کی گردان لامحالہ شایان اسے پاکستان واپس لے آیا تھا اور اسے دیکھ مسز بیگ ہی نہیں ابوزر بیگ بھی ششدر رہ گئے تھے کہ اس کی آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے زرد چہرہ وہ تو صدیوں کا بیمار لگ رہا تھا اور وہ شوہر پر خفا ہوتیں بیٹے کی تیمارداری میں لگ گئی تھیں جو چند دنوں میں ہی ان کی مکمل توجہ اور نگہداشت کے باعث صحت یاب ہوگیا تھا مگر اس کی حالت سے ابوزر بیگ کو نہایت مضطرب کر ڈالا تھا اور اس کی صحت یابی کے بعد جب مسز بیگ کو کچھ فرصت کے لمحات نصیب ہوئے تھے تب وہ انہیں سمجھانے لگے تھے اس بار تو وہ کافی ڈر گئی تھیں اور نامحسوس طریقے سے اس کو خود سے دور کرنے لگی تھیں مگر برسوں کی چاہت' عادت جو فطرت میں شامل ہوچکی تھی وہ ایسے کہاں ختم ہوسکتی تھی' دو سال مزید سرک گئے تھے اور اس نے ایم بی اے کرلیا تھا اور تعلیم مکمل ہونے کے فقط ایک ماہ بعد باپ کا بزنس میں ہاتھ بٹانے لگا تھا' مسز بیگ کو اب بیٹے کی شادی کی فکر ستانے لگی تھی مگر وہ ماں کی دکھائی ہر تصویر ہر لڑکی کو انکار کرتا جارہا تھا کہ ایک دن اس کے آفس میں انٹرویو کے لئے آئیں نوجوان لڑکیوں میں ربابہ احمد کو سلیکٹ کرلیا تھا اور کام کے دوران وہ دھیرے دھیرے اس کے بارے میں سوچنے لگا تھا کوئی تقریباً دو ماہ گزر گئے تھے وہ ربابہ کے بارے میں اب سیریس ہوکر سوچنے لگا تھا اسے جو لڑکی پہلی نظر میں اچھی لگی تھی وہ اب اس سے شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا' مسز بیگ نے اس کے لئے ایک لڑکی دیکھی تھی وہ بیٹے کو تصویر دکھا رہی تھیں اور اس نے ماں کو ربابہ احمد کے بارے میں سب بتاتے ہوئے اس سے شادی کرنے کا کہہ دیا تھا مسز بیگ کو بیٹے سے ایسی امید نہ تھی وہ اس پر خفا ہونے لگی تھیں۔

''اگر تمہیں اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کرنی تھی تو صاف کہہ دیتے میں فضول میں لڑکیاں دیکھتی پھر رہی تھی''۔ وہ اینولپ میں تصویر رکھتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

''ماما! میں نے پہلے نہیں سوچا تھا' بس ربابہ ایک نظر میں ہی اتنی اچھی لگی کہ میرا دل بدل گیا''۔ وہ ماں کو خفا ہوتے دیکھ لپک کر ان کی راہ میں حائل ہوگیا تھا۔

''ٹھیک ہے زندگی تمہاری پسند تمہاری میں کیا کہہ سکتی ہوں'' وہ بیٹے کا ہاتھ اپنے شانے سے ہٹاتیں دھیمے سے کہہ کر نکلتی چلی گئی تھیں اور وہ بے چین ہوگیا تھا' بات ابوزر بیگ کو پتہ چلی تھی انہوں نے بیوی کو سمجھایا تھا اور وہ ربابہ کو دیکھنے اس کے گھر پہنچ گئی تھیں انہیں ربابہ اور اس کی فیملی کوئی خاص پسند نہیں آئی تھی ربابہ دنیا کے قدیم مڈل کلاس لوگوں کی ان کے بیٹے کے آگے تو وہ کچھ بھی نہیں تھی اوپر سے اسٹیٹس کا فرق' وہ صاف انکار کر گئی تھیں انہوں نے بیٹے کو صاف کہہ دیا تھا کہ انہیں ربابہ اور اس کی فیملی پسند ہی نہیں آئی۔

''ماما پلیز میری خاطر مان جائیں' مجھے ربابہ سے محبت ہوگئی ہے آپ سمجھیں پلیز''۔ وہ ماں کے واضح انکار کے بعد منتوں پر اتر آیا تھا۔

''وہ لڑکی تمہارے قابل نہیں ہے ابوبکر!'' وہ نرمی سے بولی تھیں۔

''ماما! اگر وہ کم صورت ہے یا غریب ہے تو میرے قابل نہیں ہے اس کی نیک سیرت طبیعت' اس

اچھا لکھا ہونا یہ سب آپ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا''۔ وہ خفگی سے بولا تھا۔

''بات صرف غریبی کی ہوتی یا مجھے کم صورتی کو ایکسکیوز بنانا ہوتا تو میں رشتہ لے کر ہی نہ جاتی''۔ وہ پاگل جوان کو کسی بات کے لئے 'ناں' نہیں کہتا تھا اس کا فیصلہ سے بحث کرنا ان کی ہر بات سے اختلاف کرنا انہیں ہرٹ کررہا تھا مگر وہ ضبط سے کام لے رہی تھیں۔

''تمہاری ماما ٹھیک کہہ رہی ہیں وہ لوگ کچھ لائف سے لگے وہ لڑکی ہمارے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہوپائے گی''۔ ابوزر بیگ بیوی کی حمایت میں بولے تھے۔

''پاپا! مجھے ربابہ پسند ہے مجھے اسی سے شادی کرنی ہے''۔ وہ کہہ کر رکا نہ تھا اور انہوں نے بیٹے کی ضد دیکھتے ہوئے ہتھیار ڈال دیئے تھے فقط دو ماہ میں رخصت ہوکر آگئی تھی ایک ہفتہ تو بڑے سکون سے گزرا تھا اور پھر دھیرے دھیرے ربابہ نے اپنے رنگ ڈھنگ دکھانا شروع کردیئے تھے وہ اکیلے گھر میں شفٹ ہونا چاہتی تھی اور اس کے لئے اس نے شوہر کے کان بھرنے شروع کردیئے تھے' ابوبکر جو ماں کے بغیر ایک لمحہ نہیں رہ پاتا ہر دوسری بات پر ماں سے الجھنے لگا تھا اور شادی کے فقط ایک ماہ میں وہ الگ ہوگیا تھا مسز بیگ اکلوتے بیٹے کی طوطا چشمی پر دیر تک بستر کی ہوکر رہ گئی تھیں اور وہ کھڑے دم انہیں چھوڑ آیا تھا اور رخصت ہوگیا تھا' اکیلے ہوتے ہی اپنے رنگ دکھائے تھے اس کی ماں اور بہنیں ہر وقت اس کے گھر پر نازل رہتی تھیں' ان کے لئے ابوبکر نے کل وقتی ملازمہ رکھی ہوئی تھی کچھ کرنا ہی نہیں آتا تھا بھی پڑا آرڈر ہورہا تھا بھی وہ ماں بہنوں کے ساتھ باہر کھانے چلی گئی ابوبکر کے ناز اٹھا اٹھا کر وہ اسے بالکل ہی اندھا کرچکی تھی' تین ماہ گزر گئے تھے وہ ابوبکر سے کثیر رقم اینٹھ چکی تھی دن رات شاپنگ ہورہی تھی وہ اور اس کی ماں بہنیں عیش کررہی تھیں اور دوسری جانب ابوزر بیگ کو چپ لگ گئی تھی اور بیوی بیمار تھیں انہیں ہارٹ اٹیک آیا تھا ابوزر بیگ نے بیٹے کو بتانے کے لئے کال کی تھی جو ربابہ نے ریسیو کی تھی یہ ابوبکر کو بتانے کا کہہ کر اس نے لائن ڈراپ کردی تھی اور اس نے ابوبکر کو مسز بیگ کے ہارٹ اٹیک کا نہیں بتایا تھا ہاسپٹل میں شایان موجود تھا اسی نے ابوزر بیگ کے ساتھ مل کر بھاگ دوڑ کی تھی اور جیسے ہی مسز بیگ کی خیریت کی اطلاع کے ساتھ انہیں آئی سی یو سے پرائیویٹ روم میں منتقل کیا گیا تھا وہ ابوبکر کے گھر پہنچ گیا تھا' اتوار کا دن تھا ابوبکر گھر پر ہی تھا البتہ بیوی کی فرمائش پر اسے شاپنگ کے لئے لے کر جانے کی تیاری میں تھا اپنے گھر پہلی دفعہ شایان کو دیکھ کر اسے گہری مسرت محسوس ہورہی تھی جبکہ ربابہ کا منہ بن گیا تھا' ابوبکر نے دوست کو بیٹھنے کے لئے کہا تھا شایان بیٹھتا یا کچھ کہتا وہ بول پڑی تھی۔

''آپ آنے سے پہلے اطلاع ہی کردیتے ہم لوگ تو اس وقت شاپنگ کے لئے جارہے تھے''۔ وہ شایان کو جانتی تھی کہ آفس میں جاب کے دوران بھی شایان اکثر ابوبکر سے ملنے آتا تھا تو وہ اسے ابوبکر کے دوست کی حیثیت سے شادی سے پہلے ہی جان گئی تھی اور اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ شایان ابوبکر کا ایک مخلص دوست ہے اور اس نے ابوبکر کے والدین کی طرح ربابہ سے شادی کی مخالفت بھی کی تھی اس لئے وہ شایان سے خار کھائے بیٹھی تھی اس نے شادی کے بعد جیسے ابوبکر کو اس کے والدین سے دور کیا تھا اس کے واحد غمگسار دوست شایان سے بھی دور کر ڈالا تھا۔

''جی آپ لوگوں کو شاپنگ پر جانا بھی چاہئے کہ ابوبکر جب آنٹی فوت ہوجائیں گی تو ان کے

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

جنازے میں شرکت کے لئے تمہیں اور تمہاری بیوی کو لباس فاخرہ کی ضرورت تو پڑے گی ہی"۔ وہ ربابہ پر ایک سخت تنبیہی نظر ڈالتا خاموش کھڑے ابوبکر سے بولا تھا اور وہ اشتعال میں آ گیا تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے شایان؟"

"بکواس نہیں حقیقت ہے' تمہاری ماں ادھر ہاسپٹل میں زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے اور تم یہاں عیش کررہے ہو شاپنگ پر جارہے ہو"۔ وہ ابوبکر سے زیادہ طیش میں آ کر چیخ ہی تو پڑا تھا اور ابوبکر کو اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم شایان' ماما کو کیا ہوا ہے؟" وہ بے حد مضطرب ہو چکا تھا۔

"کیوں تمہاری بیوی نے بتایا نہیں تمہیں کہ آنٹی کو ہارٹ اٹیک آیا ہے"۔ وہ گہرے طنز سے بولا تھا اور وہ بیوی کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگا تھا۔

"مجھے کیسے پتہ ہوسکتا ہے' مجھے تو خود ابھی شایان بھائی کے منہ سے پتہ لگ رہا ہے"۔ وہ فوراً خود کو معصوم ظاہر کرتی جھوٹ بول پڑی تھی۔

"جھوٹ نہ بولیں بھابی! انکل نے ابوبکر کے نمبر پر میرے سامنے کال کی تھی آپ سے بات ہوئی تھی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اتنا گر بھی سکتی ہیں وہاں آپ کے شوہر کی ماں ہاسپٹل میں زندگی اور موت کے درمیان اپنے بیٹے کو پکار رہی ہیں اور آپ نے اپنے شوہر کو بتانا بھی مناسب نہیں سمجھا اور شاپنگ کے لئے جارہی ہیں' شرم آنی چاہئے آپ کو"۔ شایان بلا تکان کہتا چلا گیا تھا اور ابوبکر کی برداشت ختم ہوئی تھی وہ بیوی کے منہ پر طمانچہ مار گیا تھا۔

"تھپڑ بھائی کو نہیں تمہیں خود کو مارنے کی ضرورت ہے ابوبکر کے لئے یہ اتنی اگر بڑھ گئیں تو صرف تمہاری شہہ پر جب تم نے ماں باپ کا خیال نہیں رکھا تو انہیں کیا ضرورت کہ پرواہ کریں"۔ وہ بیوی پر غصہ ہو رہا تھا کہ شایان درمیان میں بولا تھا اور وہ شرمندہ ہو کر دوسمت کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

"سب نے ہمیشہ تمہیں یہی سمجھایا کہ تم میانہ روی سے کام لو تمہاری شدت پسندی تمہیں خوار کروائے گی تم نے نہیں سنا' میں تو اس پر ہی حیران ہوتا ہوں کہ جس ماں سے گیارہ دن دور ہونے پر تم مرنے کے قریب ہو گئے تھے اسی ماں سے ایک سال سے دور رہ کر زندہ کیسے ہو' ماں کو تکلیف دے کر تمہیں نیند کیسے آجاتی ہے"۔ شایان نصیحت ملامت کررہا تھا اور وہ لب بھینچے اسے گھور رہی تھی اسے لگا تھا کہ اس کی راجدھانی ختم ہونے کو ہے' اس لئے وہ فوراً اچھی بن گئی تھی اس نے شرمندہ سے ساکت کھڑے ابوبکر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے اپنے غلط اقدام کی معافی طلب کرنے لگی تھی۔

"[illegible] میرے سامنے سے چلی جاؤ ربابہ مجھے تم سے اب امید نہیں تھی کہ تم مجھ سے میری ماما کی بیماری کا چھپاؤ گی"۔ وہ سخت خفا نظر آرہا تھا۔

"میں نے تو صرف اس خیال سے نہیں بتایا کہ آپ پریشان ہوں گے"۔ وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر کے مکاری کی انتہا پر تھی وہ اس سے متاثر ہو جاتا کہ شایان نے تالیاں پیٹنی شروع کردی تھیں۔

"جی غم غلط کرنے کو ہی تو آپ اسے شاپنگ پر لے جارہی تھیں' اسے بہلانا چاہتی تھیں تاکہ ماں کے مرنے کا صدمہ کم ہو"۔ وہ پھنکارا تھا۔

"شایان! تم میری ماما کے متعلق ایک لفظ نہیں بولو گے"۔ وہ شایان کو گھور رہا تھا۔

"واہ! بڑی فکر ہے تمہیں' جس عورت کو تم زندہ درگور کر آئے تھے مجھے حیرت ہو رہی ہے اس کے مرنے کا سن کر تمہیں برا لگ رہا ہے"۔ شایان بالکل بھی دھیما نہیں پڑا تھا۔

"آپ کو ہمارے گھر کے ذاتی معاملات میں

بل اندازی کی ہرگز بھی ضرورت نہیں ہے آپ جاسکتے ہیں"۔ وہ شایان کی بات پر چپ کر گیا تھا تب ربابہ کو بگڑتے دیکھ تلخی سے بولی تھی۔

"میں آپ سے بات نہیں کررہا تو بہتر ہوگا آپ خاموش رہیں کہ میں ایسی عورتوں کے منہ نہیں لگا کرتا جو گھر بنانے والی نہیں' گھر اجاڑنے والی ہوتی ہیں' جو شوہر کو آقا کے بجائے غلام بنا کر زندگی بسر کرتی ہیں۔ شوہر کو اس کے اپنوں سے پیدا کرنے والے ماں باپ سے دور کردیتی ہیں"۔ وہ نفرت بھری نگاہ ربابہ پر ڈالتے ہوئے درشتگی سے بولا تھا' وہ انتہائی اہانت پر سرخ پڑ گئی تھی۔

"یہ تھی تمہاری بیوی ابوبکر! کہ اس نے تم سے تمہارے ماں باپ چھین لئے تم جس ماں کے بغیر ایک پل نہیں رہ پاتے تھے سال بھر سے اس سے دور ہو عورت جس کے لئے تم نے والدین کو چھوڑ دیا دیکھو تم سے کتنی وفادار ہے کہ تمہاری ماں موت کے منہ میں پھنسی ہے اور یہ تمہیں بہلانے کو شاپنگ پر لے جارہی ہے بہت خوش قسمت ہو تم کہ تمہیں اتنی خوب صورت بیوی ملی' مگر اک بار ضرور سوچنا کہ اس کو پاکر تم فائدے میں رہے یا والدین کو کھو کر خسارے میں ہو"۔ وہ ساکت کھڑے ابوبکر کو دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں نے تمہیں ہمیشہ سمجھایا کہ اپنی زندگی میں توازن لاؤ مگر تم شدت کی راہ پر چلتے رہے یہ لڑکی تمہارے لائق نہ تھی مگر تم نے اس کو اپنانے کے لئے ماں کو چھوڑ دیا اور میری اک بات یاد رکھنا کہ یہ عورت تمہارے ساتھ نہیں ہے یہ تمہاری دولت تک تمہارے ساتھ ہے' یقین نہیں ہے تو جیسے والدین کو چھوڑا ہے باپ کے بس کو بھی لات مار دو' سڑک پر آگئے تو تمہیں چھوڑ کر جانے والوں میں سب سے پہلے یہ عورت ہوگی اور اگر یہ تمہارے ساتھ وفا کر گئی تو آ کر میرے منہ پر تھوک دینا"۔ شایان جو کہنا وہاں ٹھہرا نہ تھا اور جس وقت سے سب کچھ کہتا وہاں ٹھہرا نہ تھا اور جس وقت ابوبکر ہاسپٹل پہنچا تھا بہت دیر ہو چکی تھی اس کی ماں زندگی سے ناطہ توڑ گئی تھی۔

"ایک پل کو میرا بیٹا میری نگاہ سے اوجھل ہوتا ہے تو میری سانس سینے میں اٹکنے لگتی ہے میں اپنے بیٹے کو دیکھے بنا جی ہی نہیں سکتی"۔ وہ ماں کے مردہ چہرہ کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے کانوں میں ماں کی برسوں قبل کہی بات گونجی تھی اور وہ گھٹنوں کے بل گر گیا تھا۔

"تم نہیں سمجھ سکتے شایان! میری ماں میرے لئے کیا ہے میں اپنی ماں کا چہرہ ایک دن نہ دیکھوں تو میری جان نکلنے لگتی ہے میں ماما کے بغیر نہیں رہ سکتا واپس پاکستان چلو ورنہ میں مرجاؤں گا' ماما سے چند دن اور دور رہا تو میں مرجاؤں گا"۔ اسے اب اپنی کہی بات یاد آئی تھی جو اس نے ورلڈ ٹور پر جب گئے تھے تب دوست سے کہی تھی۔ وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا۔

"ماما! آپ کی محبت سچی تھی' آپ کا ہر لفظ سچا تھا' آپ کی ماما سچی تھی' آپ جیت گئیں میری محبت میں کھوٹ تھا' میرے لفظ کھوکھلے تھے میں ہار گیا' آپ مر کر جیت گئیں ماما! اور میں زندہ رہ کر ہار گیا"۔ وہ بلکتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مسز بیگ کی موت کے بعد اسے ایک گہری چپ لگ گئی تھی اس روبوٹ سے انسان کے ساتھ ربابہ نے صرف دو سال بسر کئے تھے اور اس دوران جتنا بٹور سکتی تھی بٹور کر اس کی زندگی سے چلی گئی تھی اب وہ تھا اور اس کی ندامت تھی وہ باپ سے نظر چرائے پھرتا تھا۔

"ربابہ! تمہاری محبت میں' میں نے کیا کچھ کیا اپنی جنت کھوئی' باپ کی شفقت کے حق سے محروم ہو گیا اور تم نے وفا نہ کی ماما ٹھیک کہتی تھیں کہ تم میرے لائق نہیں ہو تمہارا گھرانہ لالچی ہے مگر میری آنکھوں پر محبت کی پٹی بندھی تھی جو اتری ہے تو تمہاری مکروہ شکل میرے سامنے آ گئی ہے"۔ اس نے ربابہ کے طلاق کے مطالبہ پر کہا تھا اور وہ آگے سے بہت کچھ بولی تھی اور اس نے مزید ذلت سے

http://www.books.urdutube.net/

بچنے کو اسے طلاق اور حق مہر دے کر فارغ کر دیا تھا' ابوزر بیگ جو بیوی کی موت سے ہی نہیں سنبھلے تھے بیٹے کی بربادی انہیں مضطرب رکھتی تھی' انہوں نے بیٹے سے بات کی تھی صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ وہ اسے معاف کر چکے ہیں۔

''پاپا آپ نے تو معاف کر دیا مگر میں ماما! سے کیسے معافی مانگوں' میری ماں مجھ سے ناراض زندگی سے چلی گئی''۔ وہ باپ کے کاندھے پر سر رکھے بلک رہا تھا۔

''جو تم کر چکے ہو اب پچھتاوے ہی تمہارا مقدر ہیں' مگر بس اب اپنا کہوں گا اپنی زندگی کو مزید شدتوں کی نظر نہ کرنا رابہ تمہاری زندگی سے چلی گئی تم ایک اچھی لڑکی دیکھ کر شادی کر لو نئے سفر کا آغاز کرو کہ اس طرح پر اذیت زندگی جیتے رہے تو تمہاری ماما کی روح کو سکون نہیں ملے گا''۔ وہ بیٹے کو ہمیشہ میانہ روی کی تعلیم دیتے تھے آج بھی اسے سمجھاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے اس نے ماں کی وفات کے بعد تیسرے سال شایان کی بہن سے شادی کر لی تھی اس کے مہرین سے دو بچے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ان کی شادی کو کوئی گیارہ برس بیت گئے ہیں مسز بیگ کی وفات کو تقریباً چودہ پندرہ سال کا عرصہ بیت گیا ہے مگر وہ آج بھی بلاناغہ ماں کی قبر پر فاتحہ خوانی کو جاتا ہے ابوزر بیگ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں مہرین سسر کا بے حد خیال رکھتی ہے کہ اس کی تربیت نیک ہاتھوں میں ہوئی ہے اسے گھر بگاڑنے کی نہیں گھر بنانے کی تربیت دی گئی ہے ابوبکر کو بیوی سے کوئی شکایت نہیں ہے اس نے اپنے بیڈ روم میں ماں کی بڑی سی تصویر لگائی ہوئی ہے جسے دیکھ کر اس کی صبح ہوتی ہے وہ مداوے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے مگر اس نے جو کھویا ہے وہ پا نہیں سکتا کہ بیوی ملنا آسان ہے ایک چھوڑ کر گئی دوسری آ گئی مگر ماں کا کوئی نعم البدل نہیں ہے اور اس نے ماں کو کھویا ہے اور جسے اب وہ مر کر بھی نہیں پا سکتا' اس نے ماں کی قبر پر ہاتھ پھیرا' وہ موتی قبر کی مٹی میں مل گئے تھے اس نے قبر پر سر گلاب کی پتیاں بکھیری تھیں۔

''ماما آپ کے بغیر جی تو رہا ہوں مگر ان پھولوں کی پتیوں کی مانند بکھر کر' آپ مجھے معاف کر دیں ماما'' اس نے قبر کے سرہانے سر رکھ کر سسکی بھری تھی اور کچھ دیر یونہی سر رکھے ماں سے باتیں کرتا رہا تھا' ان سے معافی طلب کرتا رہا تھا' وہ وہیں بیٹھا سسک رہا تھا۔

اے ماں پیاری ماں
اپنے قدموں میں دے دے جگہ
اپنا سایہ بنا لے مجھے
اپنے نغمے سکھا دے مجھے
دیر جب بھی ہوئی گھر میں آتے مجھے
میں نے دیکھا کہ ماں میری سوئی نہیں
میرے ہر خواب کا ہر ایک قطرہ یہ کہہ اٹھا
میری ماں تم سے بڑھ کر کوئی نہیں
آ گلے سے لگا لے مجھے
اپنے دامن میں جگہ دے مجھے
جب بھی کوئی پریشانی مجھ کو ہوئی
تیرے آنچل تلے آ کر سویا ہوں میں
تیری باتوں کی ڈوری کو تھامے ہوئے
تیری گودی پر سر رکھ کر سویا ہوں میں
کوئی لوری سنا دے مجھے
آج پھر آ سرا دے مجھے
تو نے ہر دم مجھے خوش رکھا ہے مگر
میں نے تجھ کو کئی غم دیئے ہیں نا ماں
اپنے بیٹے کو تو کر دے نا تو درگزر
چاہے کوئی سزا دے مجھے
ہر ہر لمحہ دعا مجھے
ماں..... پیاری..... ماں

☆.....☆.....☆

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

سائرہ مشال

مائے نی

''رابعہ بیٹر''۔انورہ دائی نے کھانسی سے بے حال ہوکر رابعہ کو پکارا۔

''آئی اماں!'' رابعہ نے باہر سے ہی اونچی آواز میں جواب دیا۔دائی انورہ نے نڈھال سی ہوکر آنکھیں بند کیں ہی تھیں رابعہ کمرے میں آئی۔

''کیا ہوا اماں؟'' رابعہ کے استفسار پر دائی انورہ نے بند آنکھیں کھول کر اپنی کمسن و صابر بیٹی کی جانب شفقت سے دیکھا۔

''میرا اگالدان کدھر ہے پتر؟''۔رابعہ نے ہاتھ میں پکڑا دھلا ہوا اگالدان اماں کی چارپائی کے نیچے رکھا۔رابعہ کے تھکے تھکے سے چہرے کو دیکھ کر دائی انورہ کی بوڑھی کمزور آنکھیں بے بسی و بے کسی کے دل سوز احساس سے بھیگنے لگیں ماں کے چہرے پر پھیلی شکستگی و مایوسی نے رابعہ کو مضطرب سا کردیا۔

''کیا ہوا اماں! کہیں پر تکلیف ہورہی ہے کیا؟'' رابعہ نے ان کا ابھری ہوئی نسوں والا نحیف ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر سہلاتے ہوئے بے چینی سے پوچھا۔اٹھکیاں کرتے بے فکری کے دور میں رابعہ کے چہرے پر بنا تفکرات کا جال اور آنکھوں میں تیرتی سوچ کی چھائیوں نے دائی انورہ کے دل پر گویا پرچھریاں سی چلادیں۔رابعہ کو سینے سے لگا کر وہ کسی نوزائیدہ بچے کی مانند ہچکیوں سے رونے لگیں' ماں کی گرم آغوش میں ہزار ضبط کے باوجود رابعہ بھی سسک اٹھی۔

☆☆☆☆

گھنیری دراز پلکوں کو مسکارے کا کچ دے کر اپنی ساحرانہ آنکھوں کو مزید قاتل بنا کر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا بڑی تنقیدی نظروں سے جائزہ لیا' بلیو ٹائٹس پر لیمن کلر کی سلیولیس اس کی گلابیاں کھلی شفاف رنگت پر بے حد سج رہے تھے' شانوں پر بکھرے اخروٹی بال اور بھرے بھرے کٹاؤ زدہ ہونٹوں پر دمکتی سرخ لپ اسٹک ہوش چھین رہی تھی' واقعی وہ تخلیقار کی مکمل تخلیق تھی' حسن کا حسین شاہکار تھی' اس کی روشن گرے آنکھوں میں بے ساختہ اپنے لئے تفاخر آمیز ستائش ابھری' ریڈ اسٹالش سا مفلر گلے میں ڈال کر ایک بار پھر ہر زاویے سے اپنا جائزہ لے کر مکمل اطمینان کرلینے کے بعد اپنی ہائی ہیل کھٹکاتی کمرے سے باہر نکلی۔

''کہاں چلی بیٹا؟'' لاؤنج میں صوفے پر براجمان فیشن میگزین کی ورق گردانی کرتی مسز آفندی نے زوبائشہ کی تیز رفتار کی پرزور سے ٹوکا۔

''اوہ..... مام! بتایا تو تھا آپ کو حمزہ کی فیانسی کی برتھ ڈے ہے آج ان کے فارم ہاؤس میں سیلیبریشن پارٹی ہے جن میں سب فرینڈز انوائیٹڈ ہیں''۔مام کی بے وقت مداخلت پر قدرے جھنجھلا کر اپنی خوبصورت نارنگی سی ناک سکیڑتے ہوئے عجلت میں جواب دیا۔

''مگر حمزہ کا فارم ہاؤس تو شہر سے خاصا دور سنسان علاقے میں ہے''۔

''پلیز مام! اتنا اوورری ایکٹ مت کریں میں اب لولی پاپ کھانے والی عمر سے باہر آچکی ہوں اپنے معاملات میں اپنے طور پر ہینڈل کرسکتی ہوں'

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Paksociety.com

اب آپ مجھے فیڈر پینے والے بچوں کی طرح ٹریٹ کرنا چھوڑ دیں"۔ زوبائشہ نے بڑی بے زاری سے مسز آفندی کی بات کاٹی انداز دوٹوک اور لہجہ بے لچک تھا۔

"اینی ویز میں آل ریڈی خاصا لیٹ ہو چکی ہوں' بائے"۔ ہاتھ میں پکڑی اسپورٹس کار کی چابی گھماتی بڑے طمطراق سے باہر کی سمت بڑھی اس کا طنطنہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ مسز آفندی نے ایک یاسیت زدہ نگاہ اس حویلی نما بڑے سنسان و ویران گھر پر ڈالی اور ایک شکست خوردہ نگاہ اپنے اکیلے و تنہا وجود پر ڈال کر افسردہ سی سانس کو جھل فضا کے سپرد کر دی۔

☆☆☆☆

رابعہ نے فٹافٹ دھلے ہوئے کپڑے دھوپ میں سوکھنے کے لئے تار پر پھیلائے کام سے فارغ ہو کر پڑوسن والی خالہ کے گھر بچہ بھیج کر ان کے فریج میں رکھوایا ہوا چکن کا پیکٹ منگوایا' تھیلی کے اندر برف بنے گوشت میں سے بڑی مشقتوں سے دو بوٹیاں الگ کر کے شاپر اوپر سے باندھ کر دوبارہ فریج میں رکھوانے کے لئے بچے کے ہاتھ بھجوایا۔ پتیلی میں پانی ڈال کر ساتھ میں وہ دو بوٹیاں اور نمک مصالحے بھی ڈال کر اماں کے لئے یخنی چولہے پر چڑھائی' گھر کے کاموں سے فراغت پا کر گھڑی کی جانب دیکھا' دس بج رہے تھے اماں دواؤں کے زیر اثر ہلکے ہلکے خراٹے لے رہی تھیں' اس نے نیچے جھک کر چارپائی کے نیچے سے کشیدہ کاری کرنے والی بیڈ شیٹ نکالی اور سولی میں دھاگہ ڈال کر نہایت ہی صفائی و مہارت سے بیڈ شیٹ کی چادر پر بنے گل بوٹوں میں کڑھائی کرنے لگی' خالہ نے شام تک چادر مکمل کر کے دینے کا کہا تھا' اور ابھی خاصا کام باقی تھا وہ تیزی سے ہاتھ چلانے لگی' پڑوس والی خالہ کہیں سے بیڈ شیٹ کور کشن کور کڑھائی کے لئے لاتیں تھیں' پندرہ دنوں میں ایک مرتبہ خالہ وہاں جا کر تیار شدہ مال دے آتیں اور اجرت کے ساتھ نیا مال بھی لے آتیں' آج اگر یہ چادر مکمل ہونے سے رہ جاتی تو اسے پھر پندرہ دن انتظار کرنا پڑتا جو کہ بے حد مشکل امر تھا' کیونکہ اماں کی دوائیں (کچھ تو سرکاری اسپتال سے مل جاتی) مگر جو خود سے خریدنی پڑتیں وہ بھی ایک ہی خوراک باقی تھی' آج کسی بھی حال میں اسے یہ چادر مکمل کر کے خالہ کو دینی تھی' تاکہ اس کی اجرت ملنے پر وہ اماں کی دوائیں لے آتی' ان کی دواؤں میں ایک دن کا ناغہ بھی ان کی زندگی سے کھیلنے کے مترادف تھا' کہنے کو تو ٹی بی ایک عام سی معمولی بیماری تھی' مگر غربت کی چکی میں پسے ہوئے کھوکھلے و کمزور وجود پر وہ عام سی معمولی بیماری بھی کسی ایٹم بم کی طرح نازل ہوئی اور کالونی بھر میں گھر گھر پھرتیں انورہ دائی یکدم ڈھیر ہو کر بستر سے آن لگیں' رابعہ تو اس ناگہانی افتاد پر بوکھلا سی گئی' اسکول جانا ترک کر کے دن رات ماں کی خدمت میں لگی رہتی اس کے لاشعور میں ایک خوف سا بیٹھ گیا تھا کہ اگر جو اماں کو کچھ ہوا تو میرا کیا ہوگا' ابا کے بعد تو اماں کا سہارا تھا' لیکن اماں کے بارے میں ایسا سوچ کر ہی اس کا دم نکلنے لگتا' اماں کی بڑی آرزو تھی رابعہ کو بہت سا پڑھا لکھا کے اس کے اچھے مستقبل کے لئے جو جمع جوڑ رکھا تھا' وہ ان کی بیماری میں بڑی تیزی سے ختم ہونے لگا' اسپتال بھلے سے سرکاری تھا لیکن اماں کی حالت کے پیش نظر اسپتال لانے لے جانے کے لئے ٹیکسی بک کرنی پڑتی' صرف دعاؤں اور دواؤں سے تو کچھ نہیں ہوتا ناں بیمار کو شکست دینے کے لئے ہمت و طاقت کی بھی بے حد ضرورت پڑتی ہے' ہمت و طاقت اچھی خوراک کے تابع ہوتی ہے' اماں کی بیماری کو شکست دینے کے چکر میں وہ خود ہارنے لگی' گھر میں موجود رقم کو تیزی سے ختم ہوتے دیکھ کر رابعہ نے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیا' مگر اس غریب آبادی کے مکین اپنی چند ہزار کی تنخواہ سے سوا ڈیڑھ سو ہی بمشکل بچا پاتے' خود سے زیادہ مانگتے ہوئے رابعہ کو

حیا آتی کیونکہ وہ اپنے محلے کے مکینوں کی حالت سے بخوبی واقف تھی' مستزاد ان شیطان بچوں کی شرارتیں اور شور و غل الگ سے اماں کے سکون میں خلل کا باعث بنتا' کبھی بچوں کی چھٹی کروا کر پڑوس والی خالہ کی صلاح پر ان سے کشیدہ کاری سیکھ لی' سمجھدار تو وہ ویسے بھی تھی مستزاد حالات کی ستم ظریفیوں نے اپنی عمر سے زیادہ پختہ کر دیا تھا' خدا نے ہاتھ میں صفائی بھی بہت دی تھی سو اس کا نفاست سے بنایا ہوا بھلا ہی کور بے حد پسند کیا گیا' تب سے وہ سارا دن جھکی کشیدہ کاری کرتی اس کے تمام خواب' خواہشات اور آرزوئیں کہیں پس منظر میں چلی گئی تھیں' اپنے خیالوں کی رو میں بہہ کر وہ نا جانے کس سمت نکل گئی تھی اچانک حبس زدہ گرمی کے چبھتے ہوئے احساس نے اسے خیالات کی رو سے کھینچ نکالا' اس نے اوپر پنکھے کی طرف دیکھا' واپڈا والوں نے ہمیشہ کی طرح خباثت کا ثبوت دیتے ہوئے بجلی آٹھ گھنٹے میں سے آدھا گھنٹہ پہلے بند کر دی تھی۔ اس نے غصے سے کھولتے جھنجھلا کر اکثر ہوئی پلستر والی دیوار میں ٹھونکی کیل سے لٹکا ہوا دستی پنکھا کھینچ کر اتارا' جون کی تپتی دوپہر کی چلچلاتی دھوپ نے ان کے چھوٹے سے صحن اور چاروں اطراف دیواروں پر مکمل طور سے اپنی اجارہ داری قائم کر لی تھی' کبھی اندر کمرے کا رخ جلتی لوڈ شیڈنگ کا سا منظر پیش کر رہا تھا' رابعہ نے کرسی پر بیٹھتے پسینے کو اپنے دوپٹے سے صاف کیا اور تیزی سے دستی پنکھا جھلنے لگی' تھوڑی دیر بعد وہ دستی پنکھا روک کر اماں کی بہار اور پھرتی سے کڑھائی کرنے لگی' اسی دوران میں سوئی اس کے انگوٹھے میں بڑی زور سے چبھی اس نے سوئی اور کڑھائی والا فریم نیچے پھینک کر انگوٹھا ہاتھ میں پکڑ کر دبایا خون کی ننھی سی بوند چمکنے لگی' انگوٹھا ہاتھ میں دبائے وہ آزردہ سوچوں کے گرداب میں دھنستی جا رہی تھی۔ تبھی گرمی کی شدت سے دم توڑتی انورہ دائی کروٹ بدل کر گہری سانس لینے لگی' اماں کی بے آرامی محسوس کر کے اپنی تمام یاسیت زدہ سوچوں کو جھٹک کر تیزی سے پنکھا جھلنے لگی۔ اماں کے چہرے پر پھیلتا سکون اس کے دکھ' تکلیف' و تھکاوٹ کو لمحہ بہ لمحہ زائل کر رہا تھا۔

☆☆☆☆

"زوبائشہ بیٹا! آپ مصروف تو نہیں؟" مسز آفندی موبائل میں کھیلتی زوبائشہ سے مخاطب ہوئیں۔

"نو مام! فی الحال تو فری ہوں"۔ زوبائشہ نے ان کی جانب دیکھے بنا اپنی مخصوص بے نیازی سے جواب دیا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے آپ اپنا کوئی اچھا سا ڈریس پہن کر تیار ہو جائیں آپ کے تایا کی طرف چلتے ہیں' بہت عرصہ ہوا وہاں کا چکر لگائے"۔ مسز آفندی اچھا سا پرزور دے کر گویا ہوئیں' اچھا سا مراد مشرقی لباس تھا' جو زوبائشہ نے آخری بار کب پہنا تھا خود انہیں بھی یاد نا تھا' مام کی بات سن کر زوبائشہ کے منہ میں جیسے کڑوا کونین گھل گیا۔

"پلیز مام! مجھے تو آپ بخش ہی دیں' اگر خود آپ کو بیک ورڈ تایا تائی کے مولوی ٹائپ بچے یاد آ رہے ہیں تو شوق سے جائیں"۔ زوبائشہ کے بے نیاز مغرورانہ لہجے میں اکتاہٹ و بیزاری کا عنصر غالب تھا۔

"بری بات بیٹا! ایسے نہیں کہتے' ماشاء اللہ کتنے سلجھے ہوئے بچے ہیں بھائی جان اور بھابھی کے'" مسز آفندی نے اسے حلاوت آمیز نرمی سے سمجھانے کی سعی کی۔

"تو آپ کی نظر میں میں بگڑی ہوئی ہوں"۔ مام کی بھی بات سے اپنی سوچ کے مطابق معنی اخذ کر کے وہ بگڑی۔

"نہیں میری جان! میری بیٹی تو سب سے اچھی اور بے حد پیاری ہے"۔ مسز آفندی نے اس کے بگڑے ہوئے زاویئے درست کرنے کی خاطر لاڈ سے بچکارا جس کا اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"میری تعریف بھلے سے نا کریں لیکن پلیز میرے سامنے ان ماما بوائز کے قصیدے مت پڑھا کریں"۔ زونائشہ نے ماتھے پر ناگوار بل ڈال کر اپنے نہایت ہی سعادت منداور فرمانبردار (مام کی نظر میں) کزنز کے خلاف برملا اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا' اس کے لہجے سے چھلکتے تمسخر نے مسز آفندی کو خاصا دل گرفتہ کردیا۔ اس کی دل شکن باتوں سے افسردہ ہوکر مسز آفندی ٹیبل پر رکھے میگزین کو اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگیں' زوبائشہ سے کچھ بھی کہنا بیکار تھا اس پر کوئی بات اثر انداز ہوتی ہی نہیں' تبھی اس پل اس نے مکمل توجہ برتتے ہوئے خود کو میگزین میں مگن کیا' ممتا بھرے دل کے اندر کہیں موہوم سی آس کا دیا بھی ٹمٹما رہا تھا کہ ابھی وہ اس کی خفگی بھانپ کر لاڈ دکھاتے ہوئے ان کی گردن میں بانہیں ڈال کر منائے گی۔

"مام! میں کشف کی طرف جارہی ہوں ہوسکتا ہے رات وہیں رک جاؤں آپ نے اگر تایا کی طرف جانا ہیں تو چلی جائیے او کے بائے"۔ آس کا ٹمٹماتا دیا لہجے کے سرد پن سے بجھ کر اندر ہی اندر سلگنے لگا۔ بے حد خوبصورت انداز میں سجا ہوا بے حد شاندار محل نما بنگلہ مسز آفندی کو گول گول گھومتا ہوا محسوس ہورہا تھا' انہوں نے اپنا چکراتا سر دونوں ہاتھوں میں تھاما اور ملازمین کو آواز دینے لگیں' جب تک ملازمین آتے تب تک وہ صوفے پر ڈھے چکی تھیں۔

☆☆☆☆

"داستان میرے لاڈ پیار کی بس ایک ہستی کے گرد گھومتی ہے' پیار جنت سے ہے اس لئے مجھے کیونکہ میری ماں کے قدم چومتی ہے"۔ مسز آفندی نے خالی خالی نظروں سے خوبصورت سے مدرڈے کارڈ میں لکھے ہوئے محبت کی چاشنی میں ڈوبے چاہت کے احساس سے لبریز جملوں کو دیکھا اور پھر نگاہ اٹھا کر سامنے مسکراتی زوبائشہ کو۔

"مام! گفٹ کھول کر تو دیکھیں"۔ زوبائشہ نے خاصی ایکسائٹمنٹ سے کہا۔ مسز آفندی نے قدرے بے دلی سے خوبصورت ریپر میں لپٹا گفٹ کھولا جس کے اندر ہمیشہ کی طرح نفیس سی قیمتی ساڑھی تھی زوبائشہ کی چوائس واقعی لاجواب تھی' لیکن انہیں ان نمائشی تحفوں کی ضرورت نہیں تھی بلکہ انہوں نے ایک گہری افسردہ سی سانس بھری۔

"کیسا لگا مام؟" زوبائشہ نے ان کی جانب داد طلب نظروں سے دیکھا۔

"ہوں..... اچھا ہے"۔ انہوں نے کس قدر چونک کر پھیکی سی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

"کشف نے بھی آنٹی کے لئے گفٹ لیا تھا لیکن میرا گفٹ سب کو بہت پسند آیا' نمل کہہ رہی تھی کہ زوبائشہ ہر سال مدرز ڈے اپنے نام کرلیتی ہو' رئیلی مام ہر سال میرا ہی گفٹ سب سے زیادہ خوبصورت اور مہنگا ہوتا ہے' مام سب نے مجھے بے حد اپریشیٹ کیا روبانہ کی تو شکل دیکھنے والی ہوئی تھی"۔ اس نے اپنی یونیورسٹی فیلو کا حوالہ دیتے ہوئے تمسخر سے کہا' مسز آفندی نے بے حد گہری نظروں سے بیٹی کا چہرہ دیکھا جس کے چہرے پر فخر و نمائش خود ستائی کی گہری چھاپ کے علاوہ کوئی احساس نظر نہ آیا' وہ کیسے اس نادان کو بتاتیں کس طرح اسے بتاتیں کہ اس کے دیئے ہوئے تحفوں کی ضرورت نہیں تھی' ان دنیاوی آسائشوں کے تو ان کے سامنے ڈھیر لگے تھے' ان تمام آسائشوں کے باوجود ان کا قلبی سکون روز بہ روز معدوم ہوتا جارہا تھا' اپنے من کی بے کلی دور کرنے کے لئے جو شے درکار تھی وہ نادان اسی سے ان کو محروم کررہی تھی' کیا یہ چار لائنوں پر مشتمل چند محبت آمیز جملے ان کی عمر بھر کی ریاضتوں کے لئے کافی تھے؟ کیا ان چند لفظوں نے ان نو ماہ کی تکلیفوں کا مداوا کردیا تھا جو اسے اپنی کوکھ میں پروان چڑھاتے انہوں نے جھیلیں کیا ان کے رت جگوں وصعوبتوں کا

ثمر فقط وہ چند جملے تھے' وہ جا چکی تھی اپنی بے اعتنائی سے انہیں دکھ و کرب ملال کے گہرے سمندر میں دھکیل کر' یہ تھی ان کی بیٹی جسے یہ تک خبر نا تھی کہ ساری رات انہوں نے کس قدر کرب و تکلیف کے عالم میں اسپتال میں گزاری ان کا بی پی کتنا شوٹ کر گیا تھا' کس قدر مشکلوں سے وہ نارمل ہوا' ساری رات انہوں نے اسپتال میں بے یار و مددگار ملازموں کے رحم و کرم پر گزاری' صبح اسپتال سے آتے ہوئے بھی وہی اس کا سہارا بنے رہے اور ان کی بیٹی ان کا سہارا لیٹ نائٹ پارٹی سے آنے پر اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ ناشتے کی عدم موجودگی کا نوٹس لئے بغیر بے فکری سے سوگئی' انہوں نے سر جھٹک کر بچھو کی طرح ڈنگ مارتے ان آزردہ و پرملال سوچوں سے چھٹکارا پانے کی سعی کی۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سوجے ہوئے بوجھل پپوٹوں کو دبایا' یہ سناٹوں میں گھر اکھران کی وحشتوں میں مزید اضافہ کررہا تھا' انہوں نے پیشانی پر چمکتے پسینے کو ساڑھی کے پلو سے پونچھا اور اٹھتے قدموں سے اس آسیب زدہ گھر سے باہر نکلیں' کار میں بیٹھ کر ڈرائیور کو ایڈریس بتایا' اور خود سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کردیں۔ ہلکی ہلکی سی خوشگوار ہوا نے ان کے کشیدہ اعصاب کو قدرے پرسکون کردیا' تقریباً پینتیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد کار غریب سی کالونی کے سیکنڈری اسکول کے سامنے رکی' ڈرائیور کو تھوڑی دیر انتظار کا کہہ کر وہ اسکول کے اندر داخل ہوئیں' اسکول کا حال بھی کچھ زیادہ خوشحال نہ تھا' وہ اچٹتی سی نگاہ چاروں طرف ڈال کر پرنسپل کے آفس تک آئیں۔ پرنسپل کی کرسی پر اپنی بچپن کی دوست شازمہ کو براجمان دیکھ کر ان کا موڈ یکدم خوشگوار ہوا تبھی دروازے کو ہلکے سے ناک کرتے ہوئے شوخی سے اجازت طلب کی۔ ان کی آواز پر شازمہ نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا ان پر نظر پڑتے ہی مسرت آمیز حیرت اس کے چہرے سے عیاں ہونے لگی۔

"مسز آفندی....." شازمہ نے اپنی حیرت پر قابو پا کر ہو بہو اس کے اسٹائل میں جواب دیا ساتھ ہی دونوں کا مشترکہ قہقہہ آفس میں گونجا۔

"کیسی ہو تم میری جان؟" شازمہ نے پرجوش انداز میں اپنے ساتھ بھینچ کر ہمیشہ کی طرح اپنی بے لوث محبت کا اظہار کیا۔

"ٹھیک ٹھاک تم سناؤ"۔ انہوں نے شازمہ سے جدا ہوکر مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔

"الحمد اللہ سب خیریت ہے تم سناؤ آج مجھ غریب کو کیسے یاد کرلیا"۔ شازمہ خوشگوار کھنکھتے لہجے میں گویا ہوئی۔

"ارے یاد کب کیا میں نے وہ تو یہاں سے گزر رہی تھی سو چا مل لوں"۔ اس کی آنکھوں سے عیاں ہوتی شرارت پر شازمہ نے پھر بڑی زندہ دلی سے قہقہہ لگایا۔

"اچھا کیا لو گی تم چائے کافی یا کچھ ٹھنڈا؟" شازمہ نے سامنے رکھی فائل پرے کھسکا کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"اپنی گرتی میں چائے کافی کو تو رہنے ہی دو"۔ مسز آفندی نے میز پر دھری فائل اٹھا کر پٹخا کرتے ہوئے گرمی سے بچاؤ کی ناکام سعی کی۔

"پھر کولڈ ڈرنک ٹھیک رہے گی"۔ شازمہ انٹر کام پر پیون کو کولڈ ڈرنک کا کہہ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم بیمار ہو کیا؟" شازمہ نے بغور اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔

"نہیں تو" مسز آفندی نے مسکراتے ہوئے ٹالا۔

"تمہاری پژمردگی و اضمحلال دیکھ کر لگتا تو نہیں کہ تم ٹھیک ہو بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے؟" شازمہ نے اس کا عذر مسترد کرکے دھونس بھرے لہجے میں پوچھا۔ اپنے لئے اس کے رویئے و لہجے سے چھلکتی

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

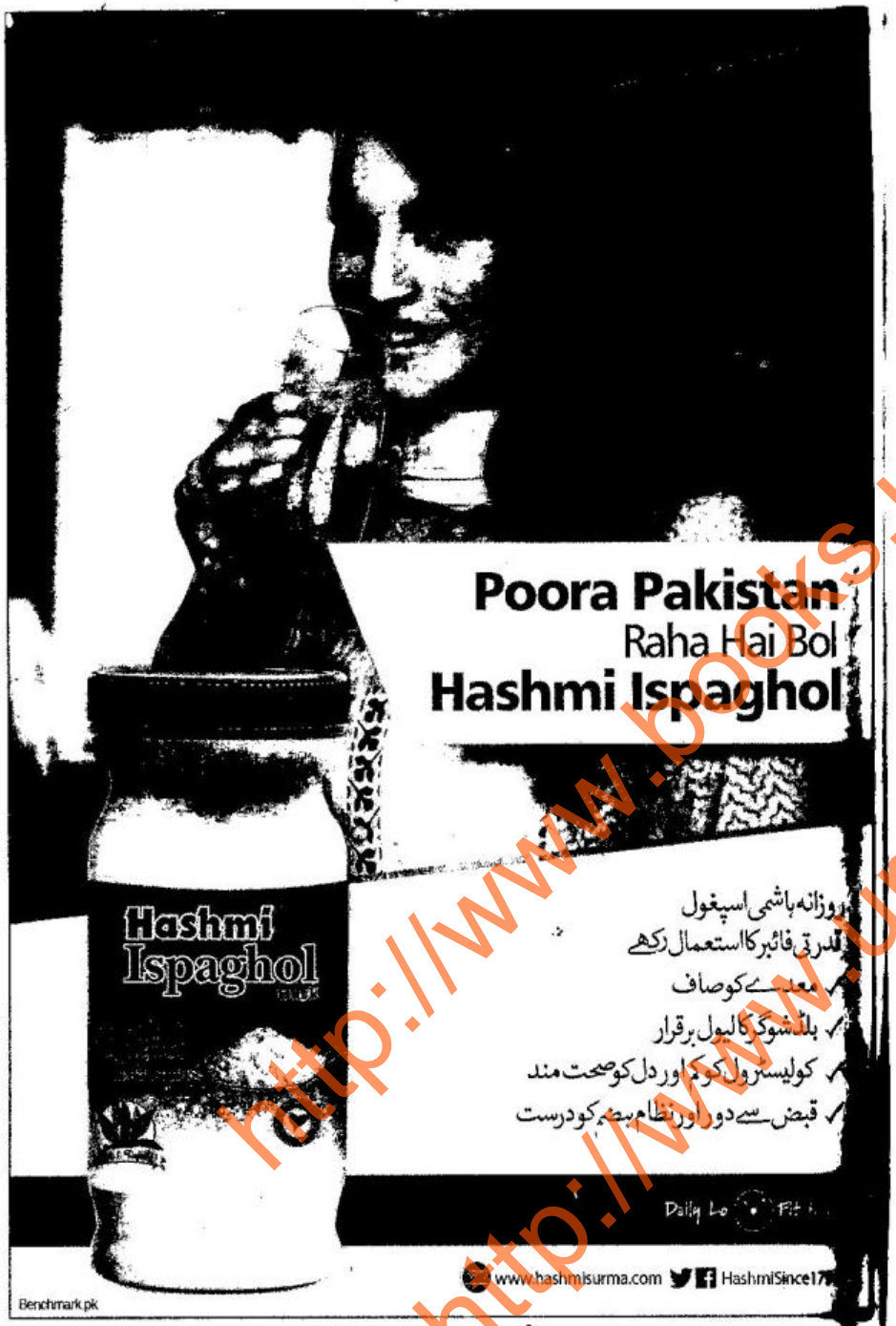

فکرمندی و اپنا پن اسے بے حد اچھا لگا' وہ کوئی بہانہ بنانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ دروازہ ناک ہونے پر شازمہ اس سمت متوجہ ہوئی۔

''آؤ رابعہ''۔شازمہ نے حلاوت آمیز نرمی سے دروازے پر ایستادہ سانولی سی دبلی پتلی لگ بھگ پندرہ سولہ سالہ بچی کو مخاطب کیا۔

''السلام علیکم میڈم!'' اندر آکر بچی نے ہلکی سی آواز میں سلام کیا۔

''وعلیکم السلام بیٹھو بیٹا!'' شازمہ نے سامنے رکھی کرسی کی جانب اشارہ کیا۔وہ کچھ دیر شش و پنج کے عالم میں کھڑی رہی پھر جھجکتے ہوئے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''آپ کی مدر آف کیسی ہیں؟'' شازمہ کے استفسار پر رابعہ نے مایوسی سے نفی میں سر ہلایا۔

''ہوں بیٹا میں آپ کی پریشانی سمجھ سکتی ہوں' جو آپ کی کیفیت ہو رہی ہے اس کا اندازہ ہے مجھے لیکن اگلے مہینے سے پیپرز اسٹارٹ ہو رہے ہیں آپ ایسے میں آپ کی طویل غیر حاضری تشویشناک بات ہے جب آپ پڑھیں گی نہیں تو پیپر کیسے دیں گی''۔شازمہ کی ناصحانہ و طویل بات وہ سر جھکائے خاموشی سے سنتی رہی اس کے خاموش ہوتے ہی نگاہیں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔

''میں ایگزام میں نہیں بیٹھوں گی میڈم''۔

''کیوں بیٹا؟'' رابعہ کی بات نے شازمہ کو حیران کر دیا۔

''کیونکہ اماں کی کنڈیشن ایسی نہیں کہ میں ان کو اکیلا چھوڑ کر اسکول آؤں''۔رابعہ نے اپنے ہاتھوں کو تکتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اگر آپ اسکول میں مکمل ٹائم نہیں گزار سکتیں تو کوئی بات نہیں آپ جب ٹائم ملے آجایا کریں جو سمجھانا ہوگا میں سمجھا لیا کروں گی باقی اسکول ورک آپ گھر میں کر لیا کریں''۔شازمہ نے ایک اور تجویز پیش کی' رابعہ پھیکے پن سے مسکرائی۔

''تھینک یو سو مچ میڈم! آپ نے میرے لئے اتنا سوچا لیکن میں اماں کے حوالے سے کوئی رسک نہیں لے سکتی اس سال نا سہی اگلے سال انشاء اللہ ایگزام میں ضرور بیٹھوں گی''۔اس کے اٹل انداز اور مضبوط لہجے نے جہاں مسز آفندی کو حیرت زدہ کر دیا وہیں شازمہ اس کا جواب سن کر سخت مایوس ہوئی۔

''بہت برا کر رہی ہیں رابعہ آپ اپنے ساتھ آج کل زمانہ بہت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے آپ اپنی سست رفتاری کے باعث بہت پیچھے رہ جائیں گی''۔شازمہ نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے گویا اس کی کم عقلی کا ماتم کیا۔

''دنیاوی میدان میں اپنے اناڑی پن کی وجہ سے میں مات کھا بھی جاؤں تو مجھے اپنے رب پر پورا یقین ہے کہ وہ میری اس شکست کے بدلے آخرت کے میدان میں ضرور مجھے کامیابی و سرخروئی سے ہمکنار کرے گا' اس تمام وقت میں وہ پہلی مرتبہ پورے اعتماد سے ان کے سامنے بولی تھی۔مسز آفندی کے اندر اس ان دیکھی عورت کے لئے رشک بھرے جذبات جنم لینے لگے جس نے رابعہ جیسی ہیرا صفت بیٹی جنی تھی۔

''چلتی ہوں میڈم! دیر ہو رہی ہے اماں کے بالوں میں کنگھا کر رہی تھی آپ کے بلاوے پر یوں ہی سب چھوڑ چھاڑ کر چلی آئی خدا حافظ''۔وہ چھوٹی سی بچی ان دونوں کو اک نئی سوچ کا سرا تھما کر چلی گئی جو بات مسز آفندی کی ویل ایجوکیٹڈ بیٹی بڑے بڑے اداروں میں پڑھنے کے باوجود سمجھ نہ سکی' وہ ایک پسماندہ علاقے میں رہنے والی گورنمنٹ اسکول کی میٹرک کی طالبہ نے سمجھ لی' واقعی اگر علم ڈگریوں کا محتاج ہوتا تو آج ایک زمانہ جاہل ہوتا' آج کل کے باشعور پڑھے لکھے ہاتھوں میں اعلیٰ ڈگریاں لئے جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔

☆.....☆.....☆

http://www.books.urdutube.net/

صبا خان

افسانہ

بوجھ

کمرے کے وسط میں بڑی بان کی چارپائی پر اس کا نحیف و نزار وجود پڑا تھا لیکن اس کے وجود کا بوجھ اتنا تھا کہ چارپائی کی بان آہستہ آہستہ مزید ڈھیلی ہوتی جا رہی تھی۔ جیسے اس پر بہت بوجھ پڑا ہوا۔ کمرے میں

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

کافور کی بو کے علاوہ عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی ادھ کھلی آنکھوں میں شکستگی کے علاوہ بہت کچھ تھا۔ اس نے ایک تھکی ہوئی نگاہ کمرے کے دائیں طرف عورتوں میں بیٹھی ہوئی اپنی عمر بھر کی رفیق پر ڈالی تو وہ اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔

"خود احتسابی کا وقت ہے۔ بہت بوجھ ہے میرے دل کے اوپر۔"

"ایسا مت کہیے۔ اللہ مہربان بادشاہ ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"وہ بھی تو نہیں ہے، اسے کہاں سے ڈھونڈ لاؤں۔ وہ معاف کر دیتا..... تو شاید....." وہ لرزتی آواز میں ٹوٹے جملے ادا کر رہی تھی اور پھر.....!

☆.....☆

"منشی ہدایت کہہ رہا تھا کہ عظیم صاحب آئے تھے اور نہر والی زمین بیچ کر پھر چلے گئے۔" وہ دھوپ میں صحن کے بیچوں بیچ چارپائی ڈال کر اس کے سر میں مالش کر رہی تھی۔ ساتھ ہی تازہ ترین خبریں سارے محلے کی اس کی گوش گزار کر دیتی۔

"کب؟ مجھے تو نہیں بتایا منشی نے۔" مالٹے کھاتے ہوئے اس کا سونے کی چوڑیوں سے بھرا ہاتھ رک گیا۔

"ابھی آ کر بتا دے گا بی بی جان! مجھے تو سویرے ملا تھا۔"

"ہوں۔"

"یہ اس سال میں تیسری مرتبہ بڑے صاحب نے زمین بیچی ہے بی بی جان! آپ پوچھتی کیوں نہیں۔" اس کی چٹیا بناتے ہوئے وہ بولی۔

"میں کیوں پوچھنے لگی سروری! چاہیے ہوں گے پیسے اپنی عیاشیوں کے لیے۔ اپنے حصے کی زمینیں بیچتا ہے میرے والے کو تو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ آئے گا ایک دن کنگال ہو کے میرے پاس تب دھتکار دوں گی اسے۔" وہ اپنی قیمتی شال سر پر اوڑھتے ہوئے بولی۔

"دھتکارا تو ابھی بھی ہے آپ نے اس کو نہ کرتی تو شاید....."

"خاموش ہو جاؤ۔ جس بات کا پتا نہ ہو اسے دہرایا مت کرو، جاؤ میرے لیے چائے بنا کر لاؤ۔"

"چھا جی!" سروری خاموشی سے اٹھ گئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے کئی سال پرانے منظر کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔

☆.....☆

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" دروازہ بند کرتے ہوئے دو کشن پیچھے سے آ کر اسے لگے تھے۔

"بدتمیزی نہیں تمہاری اوقات ہے۔ یہ کشن لو اور اُدھر صوفے پر مرو میرے قریب آنے کی کوشش مت کرنا۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"اپنی آواز دھیمی رکھو، کوئی سہاگ رات پر ایسا ہنگامہ کرتا ہے۔ دلہنیں اتنی چیختی ہیں۔" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"یہ لہجہ اب ساری زندگی تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔"

"لیکن میرا قصور کیا ہے؟" وہ چڑتے ہوئے بولا۔

"قصور..... یعنی یہ بھی مجھے بتانا پڑے گا۔" غصے سے اس کا سانس پھولنے لگا۔

"ہاں جب میں نہیں جانتا تو ظاہر ہے تمہیں بتانا پڑے گا۔" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے پراعتماد لہجے میں بولا۔

"تم نے مجھ سے شادی سے انکار کیا تھا۔ یہ کہہ کر کہ میں تمہیں بہن لگتی ہوں۔" وہ سامنے کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

"ہاں....." وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

"اسی لیے کہ تم کسی اور کو پسند کرتے تھے تو پھر کیوں کی مجھ سے شادی۔" وہ غراتے ہوئے بولی۔

"اس کی یہ وجہ ہرگز نہیں تھی کہ میں کسی اور کو پسند کرتا تھا۔" وہ لائٹر نکال کر سگریٹ سلگاتے ہوئے

بولا۔

"تو پھر کیا وجہ تھی؟"

"جو بھی تھی مگر یہ نہیں تھی۔"

"تم نے انکار کے باوجود مجھ سے شادی کیوں کی؟"

"اس لیے کہ یہ بڑوں کی مرضی تھی اور بڑے ہمیشہ اچھا سوچتے ہیں۔"

"جھوٹ..... بالکل جھوٹ۔"

"تو سچ تم بتا دو۔" وہ اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم نے میری زمین کی وجہ سے مجھ سے شادی کی تم لالچی....."

"خبردار! جو ایک لفظ بھی آگے بولا۔ تم سے کئی گنا زیادہ جائیداد کا مالک ہوں۔" اس نے بازو سے کھینچتے ہوئے ایک جھٹکے سے چھوڑ دیا۔

"میں تمہیں قریب نہیں آنے دوں گی۔"

"اور میں قریب نہیں آؤں گا۔" دروازہ زور سے بند کرتے ہوئے وہ نکل گیا۔

☆.....☆

"چائے ٹھنڈی ہو گئی بی بی جان۔" سروری نے میز پر پڑی پیالی کو دیکھا۔

"پہاڑوں پر برف پگھلنے لگی ہے سروری! پتا نہیں یہ منظر مجھے کیوں اداس کر دیتا ہے۔"

"وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز پگھل جاتی ہے بی بی جان نہیں پگھلی تو بس آپ۔" سروری چائے اٹھا کر لے جانے لگی۔ اس کی باتیں اس کو نشتر کی طرح چبھتی تھیں مگر وہ اسے کچھ نہیں کہتی کیونکہ وہ اس کی واحد ہمراز وفادار اور رفیق تھی۔ اس کی آنکھوں میں پھر کئی منظر دھندلانے لگے۔

☆.....☆

ڈارک گرین ویلوٹ میں جس پر گولڈ کلر کا کام ہوا تھا سونے کے زیورات سے لدی وہ خاندانی ناز و نعم سے لبریز صوفے پر بیٹھی نوکروں کو حکم دے رہی تھی۔ جب عظیم کمرے میں داخل ہوا۔

"تم سب جاؤ۔" اور بعد میں وہ خود بھی اٹھ کر جانے لگی۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے عطیہ۔"

"کہو۔" وہ بے تاثر لہجے میں منہ دوسری طرف کرتے ہوئے بولی۔

"مجھ سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ شادی کو چار سال ہو گئے۔ میری اولاد کیوں نہیں ہوتی، میں کیسے کہہ دوں کہ ہمارے درمیان ابھی تک کوئی رشتہ ہی بن نہیں سکا۔"

"اور میں بننے بھی نہیں دوں گی۔"

"کیوں..... میرا جرم اتنا بڑا تو نہیں اگر میرے انکار سے تمہارا دل ٹوٹا ہے تو میں معافی مانگتا ہوں۔" وہ ملتجی لہجے میں بولا۔

"میرا کوئی دل نہیں ٹوٹا، بس اس کا نام بتا دو۔"

"قسم سے مجھ کو کوئی پسند نہیں تھی۔"

"پھر مجھ سے انکار کی وجہ بتا دو۔"

"تمہاری ضد اور بدزبانی۔" وہ طویل خاموشی کے بعد بولا۔

"اور اب یہ تمہیں برداشت کرنا ہوگی۔" وہ طنزیہ مسکرائی۔

"نہیں کر سکتا، کر سکتا ہوتا تو ہر وقت تم سے معافیاں نہ مانگتا۔ میں انسان ہوں زندگی چاہتا ہوں۔"

"پھر مجھے طلاق دے دو۔"

"تم جانتی ہو میں تایا اور ابا کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا۔"

"بس پھر صبر کرتے رہو۔" وہ گردن اکڑتے ہوئے باہر نکل گئی۔

☆.....☆

"سروری منشی ہدایت آج نہیں آیا۔ میں نے بلایا

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

تھا۔ کچھ حساب کتاب کرنا تھا۔" وہ اپنی تجوری کھولے کھڑی چیزیں ٹھیک کر رہی تھی۔

"وہ تو بی بی کل کا گیا ہوا ہے اپنے سسرال بیوی کو منانے۔" سروری صوفوں پر کپڑا مارتے ہوئے بولی۔

"کیوں....." اس نے الماری سے سر نکال کر اسے دیکھا۔

"روٹھ کے گئی ہے ناں بی بی جان چھ مہینے ہو گئے ہر دوسرے مہینے منشی جاتا ہے منانے لیکن وہ نہیں آتی۔"

"کیوں؟"

"اب بندہ ایک ظلم کب تک برداشت کرے بی بی جان! منشی ہدایت بھی تو بڑا گھمنڈی بندہ ہے، وہ بے چاری تو مار بھی کھاتی تھی اور الٹا منشی کو منانی، پیروں پڑتی مگر..... منشی اللہ توبہ....." وہ کانوں کو ہاتھ لگاتے بولی۔

"تو واپس کیوں نہیں آتی۔" زیورات پھر سے ڈبوں میں ترتیب سے رکھتے ہوئے بولی۔

"پہلے تو ایک بلاوے پر آجاتی تھی۔ اب پتا نہیں کیا ہو گیا ہے شاید حویلی کے نمک کا اثر ہے جو معاف کرنا اور پلٹنا بھول گئی ہے۔" اس نے چور نگاہوں سے بی بی جان کو دیکھا اور پھر تیز تیز کپڑا رگڑنے لگی میز پر، جیسے بے دھیانی میں کہا ہو۔

"سروری! تیرے ٹنز میں خوب بجتی ہوں۔ تیری عمر کا اور وفاداری کا لحاظ نہ ہوتا تو کھڑے کھڑے نکال دیتی مگر....." وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی اور سروری کے جھریوں زدہ چہرے پر مسکان آگئی۔ وہ جانتی تھی کہ مگر کے بعد کیا کہے گی یہی کہ میرے علاوہ اس کو کوئی سننے والا نہیں۔

☆.....☆

"رشید! میں نے تمہارے حوالے ایک کام کیا تھا کیا بنا اس کا؟"

"جی بی بی جان! پچھلے ایک ماہ سے پھر رہا ہوں لیکن کچھ بھی معلوم نہیں ہوا، جن جگہوں کا آپ نے کہا تھا وہاں یہ تصویر دکھا کے آیا ہوں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک اس بندے کو نہیں دیکھا۔ وہاں تو ہر آنے جانے والے کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے بی بی جان! کئی دفعہ مستقل پوچھ بھی کیا ہے لیکن کوئی مستقل ٹھکانا نہیں۔ سارے اکاؤنٹ چیک کیے رقم وہاں بھی نہیں، آپ کا وہم ہو گا بی بی جان۔" اور اس نے خونخوار نظروں سے رشید کو دیکھا۔

"معافی چاہتا ہوں، بی بی جان منہ سے نکل گیا۔" وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"جھوٹ تو نہیں بول رہے، کسی نے....."

"اللہ کی قسم بی بی جان۔"

"اچھا اچھا۔ یہ لو اور جاؤ۔" اس نے چند ہزار آگے کرتے ہوئے کہا۔

"اللہ سلامت رکھے۔" وہ خوشی سے نوٹ گنتے ہوئے چلا گیا۔

"جن راستوں پر جانا نہیں اسے کھوجنے سے کیا ملے گا؟" سروری جو دروازے پر کھڑی سب سن رہی تھی اندر آئی۔

"تو تم سن رہی تھیں۔"

"نہ بھی سنتی تو تم بتا دیتیں۔"

"جن منزلوں کی تمنا ہی نہیں اس کی جستجو کیوں کرتی ہو۔"

"میرے سر میں مالش کر لو۔" وہ اپنی کہہ رہی تھی اور سروری اپنی ان کی گفتگو اکثر ہی ہوا کرتی تھی۔

"اسے بدنام کرنے کے لیے۔" وہ تیل کی بوتل اٹھاتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔" وہ چڑتے ہوئے بولی۔

"پھر..... جن دروازوں پر خود تالے لگائے ہیں، ان کے سوراخوں میں جھانکنے سے کیا ملے گا؟" وہ آہستہ آہستہ اس کے لمبے بالوں کے بل کھول رہی

تھی۔

"اس کی خاموشی سروری، کچھ تو ہے۔"

"کچھ بھی نہیں ہے۔ کتنے برس آتا رہا۔ تیرے پیروں پر سر رکھ کے روتا رہا مگر تو ہر دفعہ دھتکارتی رہی کیا کرتا۔" اس نے بال کھول کر برف کی طرح اترتی سفیدی کو دیکھا۔

"اب تو زندگی کے پہاڑ پر بھی برف پڑنے لگی ہے۔" اور اس نے بے اختیار آئینہ اٹھا کر اپنے بالوں کو دیکھا۔

"اس نے مجھے ٹھکرایا تھا سروری! مجھے۔" وہ اسی تکبر سے بولی۔

"ٹھکرایا نہیں تھا۔ صرف اپنی رائے دی تھی۔"

"یہی کہ میں بدزبان ہوں۔"

"نہیں..... بلکہ یہ کہ تمہارے اور اس کے مزاج میں فرق تھا۔"

"تم ہمیشہ سے اس کی وکیل ہو۔" وہ چڑتے ہوئے بولی۔

"نہیں تمہاری خیر خواہ ہوں، بس تم چیزوں کو اپنی نظر سے دیکھتی ہو، حقیقت کی آنکھ سے نہیں۔"

"جب رقم اس کے اکاؤنٹ میں نہیں، وہ کہیں رہتا نہیں شادی نہیں کی تو پھر پیسے کہاں لٹاتا ہے۔"

"کہیں بھی لٹائے، تم تو اپنا حق وصول کر چکی ہو اور جو تم لٹاتی ہو۔ خود غرض لوگوں پر اس نے کبھی حساب رکھا ہے۔" اسے پھر ماضی میں دھکیلتے ہوئے وہ تیل کی شیشی اٹھا کر چلی گئی۔

☆.....☆

"میں ایسا کیا کروں کہ تمہیں یقین آجائے۔" وہ ہمیشہ کی طرح اس کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔

"میری بات مان لے۔" اس کے مغرور چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم کہو تو سہی۔" اس کی آواز میں امید جاگی تھی۔

"میرے حصے کی زمین جو میرے والد نے تمہارے نام کی ہے۔" اور وہ افسوس کرتے ہوئے نکل گیا۔

"مجھے پتا تھا تم یہ نہیں کر سکو گے اسی لیے تو تم۔" اور اس نے فائلیں اس کے سامنے پھینک دیں جو ایک ہفتے بعد آیا تھا۔

"یہ تمہاری اپنی زمین جو تمہارا حق تھا۔" اس نے ایک فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"یہ وہ زمین جو میں نے تمہیں مہر میں دی تھی اپنی مرضی سے تایا کے منع کرنے کے باوجود دوسری فائل..... یہ میری ماں کی زمین جو اس نے اپنی اکلوتی بہو کو منہ دکھائی میں دینے کا کہا تھا۔ تیسری فائل..... یہ زیورات جو میری ماں کے تھے یہ 5 لاکھ نقد بھی حق مہر میں تھا۔" اس نے چیک آگے بڑھایا۔

"یہ ان ساری زمینوں کی سالانہ آمدنی کے کاغذات آج سے منشی ہدایت تمہیں دیا کرے گا۔" وہ گنگ ہوئی سب چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔

"میں اپنا فیصلہ تم کو کل بتا دوں گی۔" اتنا سب کچھ دیکھ کر اس کے گھمنڈ میں اور اضافہ ہوا۔ وہ اور اترانے لگی۔

"اوکے۔" وہ کچھ کہے بغیر نکل گیا۔

کئی دن اسی شش و پنج میں گزر گئے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دوبارہ فون کرے گا مگر اس نے نہیں کیا۔

"ہیلو! میں بول رہی ہوں۔" ایک ہفتے کے انتظار کے بعد اس نے خود ہی فون کیا۔

"سن رہا ہوں۔" دوسری طرف خلاف توقع سرد مہری تھی۔

"اگر میں کہوں کہ میں اب بھی مطمئن نہیں ہوں تو....."

"تو میں سمجھوں گا میں نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز تمہیں خوش نہیں کر سکتی سوائے اپنی انا کے۔" اور فون بند ہو گیا۔ اسے پہلی دفعہ شاک

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

لگا وہ کچھ اور سننا چاہتی تھی اور کچھ اور سنا۔

☆.....☆

پھر اس کے آنے کے وقفوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ کبھی چھ مہینے کبھی سال وہ اپنی جائیداد فروخت کرتا اور غائب ہو جاتا۔ عطیہ بیگم کی بھانجیاں، بھتیجاں خاندان والے خوشامد کر کر کے اس کی دولت لوٹ رہے تھے۔ انہوں نے کبھی بھی اس کے اور عظیم کے درمیان غلط فہمی نہ جاننے کی کوشش کی نہ مٹانے کی وہ ان کی لاوارث زندگی سے خوش تھے۔ کیونکہ وہ ان کی جائیداد کے منتظر تھے۔ عطیہ بیگم کو اب عظیم کی خاموشی اور اس طرح پراسرار زندگی کھٹکتی تھی۔ کبھی کبھی حویلی کی تنہائی ڈستی تھی۔ حالانکہ وہاں ہر وقت کوئی نہ کوئی خوشامدی موجود ہوتا تھا۔ اس نے رشید کو طوائفوں کے کوٹھوں سے لے کر شہر کے بنگلوں، کلبوں جہاں جہاں اس کا شک جاتا وہاں وہاں رشید جاتا لیکن وہ کہیں نہ ملا۔

☆.....☆

گیٹ پر شور کی آواز سن کر وہ باہر آئی۔ اپنے اسی شاہانہ انداز کے ساتھ لائٹ گرے کلر کا سوٹ جس پر Black کام ہوا تھا، اسی طرح میچنگ کام والی چادر چوڑیوں سے بھرے اس کے سفید ہاتھ بڑے بڑے جھمکے، گلے میں چھوٹی بڑی ترتیب سے چین سرخ و سفید رنگت جسے کبھی میک اپ کی ضرورت ہی نہیں پڑی، بس وہ ہلکا سا لپ اسٹک لگاتی تھی۔ اس کی ستواں ناک جو گھمنڈ سے تھوڑی اور اونچی رکھتی تھی، اسے گیٹ کی طرف آتے دیکھ کر سب مودب کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں، سب لوگ کیوں جمع ہو گیا دعوت ہے یہاں کسی کی؟" وہ غصے سے بولی۔

"بی بی جان! وہ....." رشید سر جھکائے کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔

"کیا وہ..... ایسی کیا بات ہے جو تم اٹک رہے ہو۔"

"جی وہ منشی ہدایت۔"

"کیا منشی ہدایت کیا کیا ہے۔ اس نے حساب میں گڑبڑ ہے یا تمہارے بڑے صاحب پھر زمین بیچ کر گئے ہیں۔" وہ بات کاٹتے ہوئے کئی سوال ایک سانس میں کر گئی۔

"باہر گاڑی آئی ہے بی بی جان۔" منشی ہدایت آگے بڑھا۔

"تو....." اس کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوا۔

"ایمبولینس ہے جی....."

"تو..... وہ....." وہ چڑتے ہوئے بولی۔

"وہ عظیم صاحب..... ہم میں نہیں رہے۔" اس کی آنکھیں چھلک پڑیں اور وہ دہل گئی جس طرح زلزلہ بڑے بڑے پہاڑوں کو ہلا دیتا ہے۔ جس طرح آندھی بڑے تناور درخت جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے۔ مین گیٹ کھل گیا۔ اس کا جسم بے حس و حرکت سفید لباس میں ملبوس چار کاندھوں پر لا کر لان کے وسط میں رکھا گیا اور پھر لوگوں کا ایک ہجوم اندر آیا۔ اجنبی لوگ جنہیں وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ نہ خاندان والے نہ زمینوں پر کام کرنے والے نہ گاؤں والے کیونکہ ان سب کو تو وہ جانتی تھی۔ پھر یہ کون لوگ تھے۔ شاید ان کے سسرال..... لیکن یہ نہیں ہو سکتے اور اتنی رونے والی آوازیں..... سسکیاں..... بین..... وہ ان کے اتنے عزیز تھے کیا..... لیکن رشتہ کیا ہے؟ ایسے تو اولاد روتی ہے ماں باپ کے پیچھے۔ سوال در سوال اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا مگر وہ گنگ بیٹھی تھی۔ جنازہ اٹھ گیا۔ تو ایک عورت نے سروری کے کان میں کچھ کہا۔ وہ سر ہلاتے ہوئے خاموشی سے اٹھ گئی۔ لان میں سفید چادریں بچھائی گئیں اور قرآن خوانی شروع ہوئی۔ رات تک ہوگئی ختم مکمل کرتے یہ سلسلہ تین دن تک جاری رہا۔ وہ حیرت کے انتہاؤں پر تھی مگر کچھ پوچھ نہ سکی۔

"کیا پتا عظیم نے میرے بارے میں سب بتایا ہو

پوچھنے پر یہ سب کے سامنے شروع ہو ..." یہی خدشہ اس کے دل میں کھٹک رہا تھا۔

☆.....☆

...عظیم سے آپ لوگوں کا کیا رشتہ تھا؟" سروری ...الآخر پوچھ لیا۔

"آپ ان کی کیا لگتی ہیں؟" جواب کی بجائے الٹا ...ل آیا۔

"میرے بیٹوں جیسا تھا۔ میرے ہاتھوں میں ...ش پائی تھی۔" سروری رندھی آواز میں بولی۔

"ان ہاتھوں میں پرورش پائی ہے۔" ایک لڑکی ...بے اختیار سروری کے ہاتھ چوم کر آنکھوں ...لگا لیے۔

"مگر آپ لوگ....." سروری اس عقیدت کو سمجھ ...پائی اور عطیہ بیگم خاموشی سے انجان بنی سب سن ...رہی۔

"وہ ہمارے محسن تھے۔" وہ روتے ہوئے بولی۔

"ہم سب ان کے کسی نہ کسی احسان کے تلے ...ہوئے ہیں۔ انہوں نے کئی یتیم بچیوں کی ...یاں کرائیں مجھ سمیت جو جہیز کے آسرے پر بیٹھی ...، کئی بیواؤں کے لیے گھر بنائے کتنوں کو پڑھایا، ...کو روزگار دلایا، وہ ہمارے لیے فرشتہ تھے۔ ...لوں میں کبھی ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں وہ واقعی ...تھے۔" اس نے حویلی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

☆.....☆

...سال پر لگا کر اڑتے رہے، عمر کی پرتیں ...لتے ہوئے خاموشی سے جس طرح موسم دستک ...ہیر چلے آتے ہیں اور اپنے ساتھ عمر کا کچھ حصہ ...ہوئے لے جاتے ہیں۔ وقت کی بے رحم ...ائیاں عطیہ بیگم کے چہرے پر اور حویلی کے در و ...پر ظاہر ہونے لگی تھیں۔ کہتا ہے بڑے ظالم ...ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب آپ سے ...وقت بھی گزر جائے۔ عطیہ بیگم کے وجود کو گھن لگ گیا تھا۔ دو سال پہلے جب اسے پتا چلا تھا اپنے کینسر کا تب سے اس کے غرور اور انا کی عمارت زمین بوس ہو گئی تھی مگر اس کے آنسو، اس کی فریاد اس کے گناہوں کا بوجھ کم کرنے میں ناکام رہے۔ اس کا ضمیر مطمئن نہ ہو سکا۔ جس طرح اس کی انا زندگی میں مطمئن نہ ہو سکی۔

☆.....☆

بستر مرگ پر پڑی وہ انتہائی اذیت میں تھی۔ نڈھال گزور تھکی ہوئی شکستہ۔ اس کے اپنے ان سے بیزار ہو کے کب کا چھوڑ چکے تھے۔ اس کی سرخ و سفید رنگت زرد ہو چکی تھی۔ آنکھوں کے نیچے بڑے سیاہ حلقے..... سفید ہونٹ اندر کی طرف دھنسی ہوئی آنکھیں، اس کا فربہی مائل جسم ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکا تھا۔ وہ انتہائی خوفناک لگتی تھی۔ اکثر راتوں کو وہ ڈراؤنے خواب دیکھ کر ڈر جاتی تھی۔ سروری اس کی بہت خدمت کرتی۔ وقت پر دوائیں دیتی۔ سارا دن قرآن پڑھ کر پھونکتی مگر اس کی اذیت کم نہ ہوئی۔

"میں نے اسے بہت اذیت دی ہے سروری۔ اب جان گئی ہوں کہ اذیت کیا ہوتی ہے۔ اس نے مجھے معاف نہیں کیا اسی لیے میں....." اس کے چہرے پر آنسو بہنے لگے۔

"کاش..... یہ احساس تجھے پہلے ہو جاتا۔" سروری اس کا سر دباتے ہوئے بولی۔

"احساس تھا۔ محبت بھی تھی۔ بس میں اس کے منہ سے اظہار محبت سننا چاہتی تھی۔" کیا اعتراف تھا اور کون سا وقت تھا۔ سروری کے منہ سے ایک سرد آہ نکلی۔

"اظہار محبت کے لیے پھر پہلے اظہار کرنا پڑتا ہے۔ محبت کروانے کے لیے محبت کرنا پڑتی ہے۔ عزت لینے کے لیے پہلے دینا پڑتی ہے۔ کسی کو جھکانے کے لیے پہلے جھکنا پڑتا ہے۔ کائنات کا اتنا بڑا اصول تو زندگی بھر سمجھ نہ سکی۔"

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"جب آنکھوں پر انا کی پٹی بندھی ہو تو اپنے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ سروری۔" اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

"میں نے اس سے اس کی خوشیاں چھین لیں۔ اس کے نکاح میں رہتے ہوئے شوہر کا درجہ نہیں دیا، میرے گناہوں کا بوجھ بہت زیادہ ہے سروری۔" اس کی ہچکیوں سے سانس بند ہونے لگی۔

"میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں، زیادہ سوچا مت کرو۔"

"بیٹھ جاؤ سروری! اب ڈاکٹر بلانے کی ضرورت نہیں۔ جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ میرے بعد میرے لیے دعا کرنا۔" اس کی سانس میں عجیب سیٹی کی سی آواز آ رہی تھی۔ کمرے کے وسط میں پڑی بان کی چارپائی پر اس کا نحیف و نزار وجود پڑا تھا لیکن اس کے وجود کا بوجھ اتنا تھا کہ بان آہستہ آہستہ مزید ڈھیلی ہو رہی تھی۔ کمرے میں کافور کی بو کے علاوہ عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی ادھ کھلی آنکھوں میں شائستگی کے علاوہ بہت کچھ تھا۔ اس کے خاندان والیوں اور ہمسائی عورتوں سے کمرا بھرا تھا۔ اس نے سروری کی طرف مرجھائی آنکھوں سے دیکھا تو وہ اٹھ کر قریب آ گئی۔ ورد کے درمیان عورتیں چہ میگوئیاں کرنے لگتیں۔

"سروری! بہت..... بوجھ....." اس کے ہونٹ بہت آہستہ ہل رہے تھے۔

"اللہ مہربان بادشاہ ہے۔ رحیم ہے بی بی جان..... کلمہ پڑھو۔"

"بہت بوجھ..... سروری....." اور پھر سانس اتنی تکلیف سے آتی ہے جیسے خاردار تار کو کسی کپڑے پر کھینچ کر جتنی مشکل سے وہ پھٹتا ہے۔

"اللہ معاف کرنے والا ہے بی بی جان! بہت معاف کرنے والا اس کی رحمت کی کوئی حد نہیں ہے اس پر بھروسا رکھو امید رکھو۔" اور اس نے سر ہلا کر جیسے نفی کر دی یا اسے چپ رہنے کو کہا۔

"سروری..... تمہاری بات....." اور سروری اچانک اپنی بات یاد آ گئی۔ جب چند دن پہلے اس نے نہایت بے بسی سے سروری سے پوچھا تھا۔

"کیا اللہ مجھے معاف کر دے گا سروری؟"

"اگر تم نے اللہ کی نافرمانی کی ہو تو..... وہ ضرور معاف کر دیتا ہے جیسے چاہے یہ اس کا وعدہ ہے۔ لیکن اگر اس کے بندے کا دل دکھایا ہو تو....." سروری خاموش ہو گئی۔

"تو.....؟" اس نے پھر پوچھا۔

"تو اسے معاف کرنے کا وعدہ نہیں کیا۔"

"کیوں.....؟" وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیونکہ یہ اس بندے کے ساتھ ناانصافی ہے جس کی حق تلفی ہوئی ہو۔"

"پھر تو مجھے معافی نہیں ملے گی۔"

"لیکن اگر وہ بندہ آپ کو معاف کر دے تو اللہ بھی معاف کر دیتا ہے۔" سروری نے ایک نئی امید دلائی تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"اور بندہ مجھے کیوں معاف کرے گا۔ میں نے اس سے اس کا سب کچھ چھین لیا۔ اسے اولاد سے محروم رکھا۔ گھر سے دور رکھا۔ جب وہ خلق خدا کی خدمت کرتا رہا تو میں اس پر بہتان لگاتی رہی اس کی دولت پر ناگن بن کر بیٹھی رہی، وقت نے اس پر لا سارے الزامات دھو ڈالے اور مجھ پر گناہوں کا بوجھ بڑھتا گیا۔ وہ شادی شدہ ہو کے بھی تنہا زندگی گزارتا رہا۔"

"آپ بھی تو بیوگی کی زندگی گزارتی رہی ہیں بی بی جان! کبھی کبھی ہم دوسروں کو سزا دیتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ درحقیقت وہی سزا ہم خود کو دے رہے ہوتے ہیں۔"

"دروازہ بند کر دو سروری یا۔" اور پھر آخری ایام میں وہ صرف بوجھ..... بوجھ..... پکارتی رہی۔

.....☆.....

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

بوسیہ جمالو

زندگی کہیں تو ٹھہر!

نوٹس بورڈ کے آگے لگے مجمع میں ٹھس تو گئی مگر اب یوں لگ رہا تھا جیسے سانس بند ہو جائے گا۔ وہاں فرسٹ سیمسٹر والوں کا ٹائم ٹیبل لگا ہوا تھا اور وہ اپنی پہلی کلاس کا ٹائم دیکھنے کی کوششوں میں تھی۔

''اوئے ہوئے بہنا میرے پاؤں پر سے تو اتر و توبہ ہے۔'' اس نے چلا کے خود پہ چڑھتی لڑکی سے کہا اور خود ابھی نوٹس بورڈ کی طرف متوجہ ہوئی ہی تھی کہ پیچھے سے نہ جانے کس کی کہنی اس کے سر پر لگی۔ چشمہ

ایک دم پھسل کے گلے میں لٹک گیا اور سارا ٹائم ٹیبل دھندلا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتی، ایک دھکا لگا اور اس کا منہ نوٹس بورڈ کے کونے میں لگا۔ ''او میرے خدایا، یہ کس جنجال پورے میں ایڈمیشن لے لیا میں نے۔'' اس کا صبر جواب دے گیا۔ چشمہ پھسل کے اس کے قدموں میں گر چکا تھا اور یہ ٹائم ٹیبل..... پتہ نہیں کس افلاطون نے بنایا ہے اس قدر باریک؟ بمشکل اس نے جھک کے اپنا چشمہ اٹھایا۔

''ایم ایس سی فرسٹ سیمسٹر؟'' پاس کھڑی لڑکی نے اس کی جھنجھلاہٹ کے پیش نظر پوچھا۔

''آہو جی غلطی سے.....'' کلس کے کہتے ہوئے وہ واپس مڑی مگر یہ رستہ بند اسے غصہ آ گیا۔

''او تعلیم کے شیدائیوں اب باہر تو نکلنے دو۔'' اس نے چلا کر کہا اور تبھی کسی نے اسے بازو سے پکڑ کے باہر کھینچ لیا۔

مکمل ناول

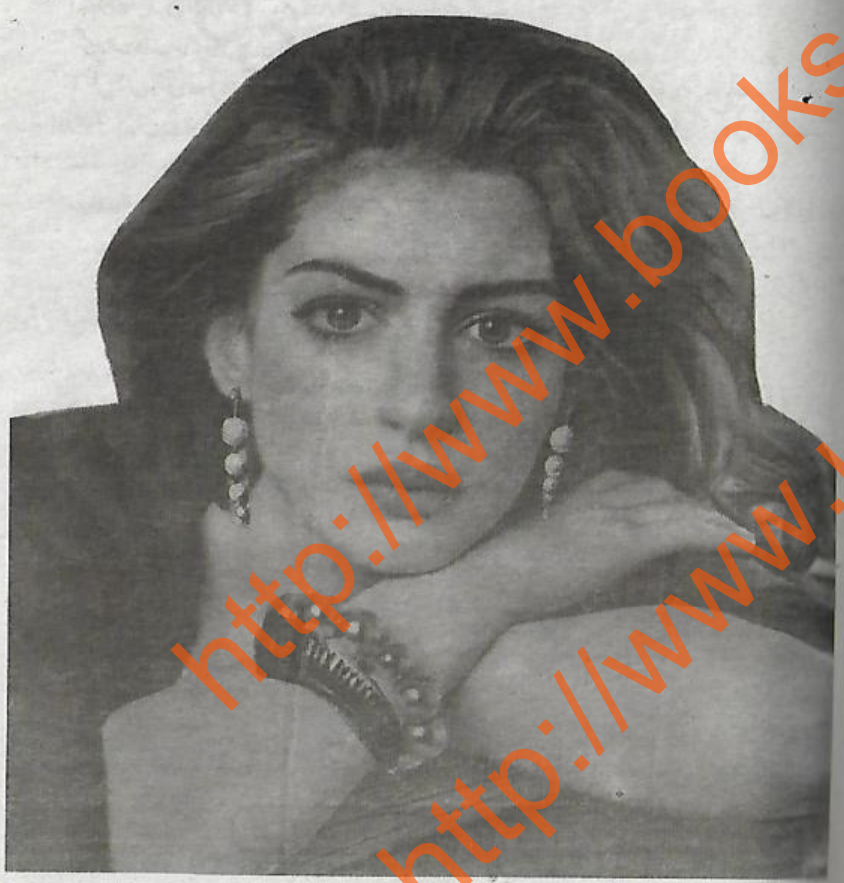

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

اس کی حالت دیکھنے والی تھی۔ اڑے بال، پھٹی آنکھیں، گلے سے لٹکتا چشمہ اور چڑ مڑی ہوا دوپٹہ..... کھینچنے والی کے منہ سے یکدم ہنسی کا فوارہ چھوٹا۔ ''اے رومی! اس کے بال دیکھ.....'' اس نے پاس کھڑی ایک اور لڑکی کو کہنی مار کے متوجہ کیا تھا۔

''شرم تو نہیں آرہی یوں دانت نکالتے ہوئے۔ بجائے اس کے کہ مجھ پر ترس کھا کر میری مدد کرو لفنگوں کی طرح ہنس رہی ہو۔'' وہ ایک دم اپنی جون میں آئی۔

''مدد ہی کی ہے جو تمہیں باہر نکالا ہے ورنہ اس مجمع میں ہی دفن ہو جاتیں تم۔'' سامنے والی بھی سوا سیر تھی۔

''چلو اب پہلی کلاس آٹھ بج کر پچاس منٹ پر ہے۔'' وہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ کلاس تک آتے آتے اس نے اپنا حلیہ کافی حد تک درست کر لیا۔

''تم دونوں فرینڈز ہو؟'' اس نے کلاس میں داخل ہوتے ہوئے ان سے پوچھا۔

''ہاں F.sc فرینڈز ہیں، یہیں پیپلز کالونی میں ہی گھر ہیں ہم دونوں کے۔'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' اعتماد کی اس میں کوئی کمی نہیں تھی۔

''ایم رشنا اینڈ شی از رائمہ..... تم؟'' رشنا نے فوراً ہی پوچھا۔

''ایم رحمہ ملک ساہیوال سے آئی ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''ہاسٹل میں رہتی ہو گی نہ تم تو؟'' اب کے رائمہ نے پوچھا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

اور تھوڑے ہی دنوں میں اس نے یہ سب اپنی کلاس میٹ کو بتا دیا کہ رحمہ ملک فرام ساہیوال بھی کوئی چیز ہے۔

☆.....☆

رحمہ ملک فرام ساہیوال بیشک شہر چھوٹا تھا مگر اس کا دل چھوٹا نہیں تھا تبھی ایک ہاتھ میں کپڑوں کا بیگ اور دوسرے میں کتابوں کا پلندہ اٹھائے اکیلی ہی گھر سے 120 کلومیٹر دور پڑھنے آگئی تھی۔ اعتماد اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا تبھی تو پہلے دن ہی رشنا جیسی لڑکی سے نبھ گئی۔ رشنا طاہر وہ ہو بہو اس جیسی ہی تھی۔ خوش شکل، صاف دل، تیز مزاج اور پراعتماد..... دو چیزیں اور تھیں جو ان دونوں میں مشترک تھیں۔

ذہین..... دونوں ہی تھیں۔

محنتی..... دونوں ہی نہیں تھیں۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ان کی رائٹ اینگل لائن اینگل (قائمہ زاویہ مثلث) کا 90 ڈگری کا زاویہ رائمہ حسن تھی۔ ذہین کم محنتی زیادہ۔ ان دونوں کے برعکس وہ نرم مزاج بھی تھی اور کم گو بھی سو جہاں کہیں رحمہ اور رشنا کے غصے آسمانوں کو چھوتے رائمہ کا دھیما پن معاملہ سمیٹ دیتا۔

جہاں کہیں رحمہ کسی بات پر لاجواب ہوتی رشنا کی زبان قراقرم ایکسپریس کو بھی مات دے جاتی۔

جہاں کہیں رشنا ذرا پیچھے ہٹتی نظر آتی، رحمہ جھٹ دھکا لگا کہ اسے ہزار کلومیٹر آگے لے جاتی اور جہاں کہیں رائمہ پریشان ہوتی وہ دونوں ڈھال کی طرح اس کے آگے آجاتیں۔

رشنا جیسی موڈی لڑکی شاید اتنی جلدی رحمہ کو قبول نہ کرتی اگر وہ واقعہ نہ ہو جاتا۔

☆.....☆

اس دن سر رشید نے انہیں آرگینک کیمسٹری کے مڈٹرم کے پیپرز دکھائے، سب سے زیادہ مارکس ان کی

اس کی ارنیب طارق کے تھے جو Bsc تک رشنا کی کمپیٹر تھی اور ہمیشہ اس سے ایک نمبر آگے ہی رہتی تھی۔ اب بھی ارنیب کے 17 تھے اور رحمہ کے 16.5 اور رشنا کے 16 رحمہ کے تو پیروں میں خارش ہونے لگی شکل سے تو ذہین نہیں لگتی پھر کیسے 17 آگئے اس کے؟ اسے ارنیب کے 17 مارکس ہضم ہی نہیں ہو رہے تھے۔ چار پانچ چکر لگا لیے ہوں گے اس نے سر رشید کے آفس کے۔ رشنا کو تو ویسے بھی آگ لگی ہوئی تھی۔

''ایکسکیوزمی..... اپنا پیپر دکھایئے گا۔'' رحمہ، ارنیب کے ہاتھ سے باقاعدہ اس کا پیپر چھینتے ہوئے بولی اور لمحوں میں اس کا پوسٹ مارٹم کر ڈالا۔

''ایک سیکنڈ.....'' کہتے ہوئے اس نے ارنیب کا پیپر سر رشید کے آگے رکھا۔

''ایکسکیوزمی سر! انہوں نے آکسیجن پر آکسیڈیشن ٹیسٹ غلط لکھی ہوئی ہے اور آپ نے پھر بھی پورا ایک نمبر دیا ہوا ہے۔'' ارنیب نے قہر بار نظروں سے اسے گھورا۔ ساری کلاس تماشا دیکھنے جمع ہو گئی اور سر رشید کو بھی سانپ کے ماموں لگتے تھے۔ جھٹ ریڈ کراس لگا کر ایک نمبر کاٹ لیا ارنیب کی آنکھیں بھر آئیں۔ رحمہ بنا دیکھے لیکچر ہال ڈاٹتی ہوئی واپس مڑی۔

''میں دیکھ لوں گی تمہیں بچو..... جاہل.....!'' ارنیب اسے کھانے کو دوڑی۔

''پینڈو تو پھر بھی ٹھیک ہے مگر جاہل دوبارہ مت کہنا۔'' رحمہ کی ہنسی اسے اور آگ لگا گئی۔

''کہوں گی جاہل..... کرلو جو کرنا ہے۔'' رشنا ایک دم آگے آئی۔ ''او ارنیب بی بی تم ٹھیکیدار نہیں ہو۔ Highest مارکس کی۔ سمجھیں تم کو وہاں سے لے گئی۔ آج پہلی بار وہ ارنیب کے برابر ہوئی تھی۔ صرف رحمہ کی وجہ سے۔ ''چل پارٹی کرتے ہیں۔'' وہ رحمہ کو کھینچتے ہوئے کینٹین پر لے گئی۔

اس واقعے کے بعد وہ 3R سے مشہور ہو گئیں۔

☆.....☆

''یار روشی یہ سر دانیال کیسے بولتے ہیں ناں؟'' کلاس سے باہر نکلتے ہوئے اس نے رشنا سے کہا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' رائمہ ایکدم بولے

''منہ ہی منہ میں غن غن کرتے رہتے ہیں۔ ایک سمجھ نہیں آئی مجھے۔'' وہ رائمہ کے تاثرات سے بے نیاز بولتی چلی گئی۔

''ان کے دانتوں کو تھوڑا رندا پھر مار دینا چاہیے تاکہ الفاظ آسانی سے باہر تو نکل سکیں۔ ہے نا روشنی؟'' وہ رشنا کی طرف مڑی۔

''بے شرم رومی کے بڑے بھائی ہیں وہ۔'' رشنا نے اس کو فائل مارتے ہوئے کہا۔

وہ حیران پریشان کھڑی رہ گئی۔ رائمہ اسے دیکھتے ہوئے ہنس رہی تھی۔ ''تو نے کبھی بتایا نہیں رومی۔''

شرمندہ ہونا تو اس کی سرشت میں ہی نہیں تھا۔ ''بتا دیتی تو یہ کیسے پتا چلتا کہ ان کے دانتوں پر رندہ چلنے والا ہے۔'' رائمہ قہقہہ لگا کر بولی اور اسے بازو سے کھینچتے ہوئے کینٹین تک لے آئی۔

''میرے لیے تین سموسے لینا، بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' رحمہ بیگ سے والٹ نکالتے ہوئے

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

''خالی پیٹ سموسے نہ کھایا کرو جی۔'' رشنا اسے پلیٹ پکڑاتے ہوئے بولی اور کونے میں رکھی خالی میز کی طرف آ گئی۔

رحمہ نے پلیٹ میز پر رکھتے ہوئے کرسی پیچھے کو گھسیٹی اور ابھی پوری طرح بیٹھی بھی نہ تھی کہ وہی کرسی کسی اور نے گھسیٹ لی۔ وہ ایکدم زمین بوس ہوگئی۔ کرسی گھسیٹنے والا بھی ایکدم ہڑبڑا کر پلٹا تھا۔ رائمہ نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور اس کے کپڑے جھاڑے۔ رحمہ نے قہر بار نظروں سے اسے گھورا۔

''سوری مجھے پتا نہیں چلا۔''

''باقی تو سارا کچھ پتا ہے تمہیں آنکھوں کے اندھے انسان۔ بس تمیز سے کام کرنے کا ہی نہیں پتا۔'' رحمہ کا پارہ آسمان کو چھو رہا تھا۔

''کہا تو ہے سوری.....!'' لڑکا بھی شاید غلطی پر شرمندہ ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔

''بھاڑ میں گئی تمہاری سوری۔ آج جا کے چشمہ لگواؤ تاکہ آنکھیں کھلیں تمہاری۔'' رشنا نے اسے بمشکل چپ کروایا اور وہ ابھی بیٹھی ہی تھی کہ لڑکا پھر بول پڑا۔ ''ویسے بڑی ہی کم ظرف دوست ہے تمہاری رشنا۔''

رحمہ اس پر چڑ دوڑی۔ ''کم ظرف کا مطلب بھی پتا ہے تمہیں بدتمیز انسان۔'' رشنا نے بازو سے پکڑ کے لڑکے کو آگے دھکیلا۔ اچھا خاصا مجمع لگ گیا تھا۔

''اویس جاؤ یہاں سے۔'' رحمہ کا توپ کا رخ ایکدم رشنا کی طرف ہوگیا۔

''یہ بدتمیز آخر لگتا کیا ہے تمہارا جو اتنا فیور لے رہی ہو اس سے۔''

''بھائی ہے میرا۔'' رحمہ ایکدم حیران ہوئی۔

''تبھی میں کہوں اس کی زبان کیوں نہیں رک رہی۔'' رشنا کی بات سن کے اویس چپ نہ رہ سکا۔ ''ہاں تمہاری تو رک گئی جیسے۔''

''اویس بھائی پلیز۔'' رائمہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے تو وہ وہاں سے چلا گیا لیکن اپنی کولڈ ڈرنک ختم کر کے جب واپس جانے لگا تو رحمہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی ٹن سموسوں والی پلیٹ پر چوٹ کر گیا۔ ''لگتا ہے کھایا پیا ضائع ہی جاتا ہے۔''

''تمہارے پلے سے نہیں کھاتی ہوں بدتمیز انسان.....''

رشنا اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اسے وہاں سے لے کر گئی اور اویس مسکراتے ہوئے اسے تب تک کھڑا دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی۔

کچھ تو ہوا تھا۔

☆.....☆

''خیریت ہے بڑی چپ چپ ہو آج؟'' وہ تینوں گراؤنڈ میں بیٹھیں اسائنمنٹ بنا رہی تھیں جب رحمہ نے محسوس کر کے رائمہ سے پوچھا۔

''بس یار ایسے ہی رات بھر بھائی اور بھابی کا جھگڑا ہوا ہے۔'' رائمہ بوجھل سے لہجے میں بولی۔

''کیوں؟'' اس نے پھر پوچھا۔

''پتا نہیں بھابی کیا چاہتی ہیں۔ خوامخواہ ہی فضول سی بات پر جھگڑا کر کے بیٹھ جاتی ہیں۔'' رائمہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

مجھے کبھی کبھی لگتا ہے جیسے بھابی اس رشتے پر خوش نہیں ہیں۔ بھائی کا موڈ پھر کئی دنوں تک خراب رہتا ہے مجھے امی اور شدت سے یاد آتی ہیں۔ رات بھی بہت روئی ہوں میں۔'' رائمہ کی آواز بھرا گئی۔

رشنا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دیا۔ ''اچھا رومی ایک بات بتا، تمہیں کوئی یاد کیسے آتا ہے؟'' دونوں نے چونک کے اس کی طرف دیکھا۔

''ہاسٹل میں لڑکیاں اپنے گھروں کو یاد کر کے رونے لگ جاتی ہیں۔ کھانا پینا چھوڑ دیتی ہیں۔ چپ منہ لپیٹ کے چارپائی پر لیٹ جاتی ہیں مگر میرے ساتھ تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔''

رشنا نے حیرانی سے اسے دیکھا۔ ''مطلب تجھے اپنا گھر یاد نہیں آتا؟''

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''آتا ہے بہت آتا ہے۔ ایسے ہی تو میں ہر ہفتے گھر نہیں بھاگ جاتی ویسے نہیں آتا جیسے دوسری لڑکیوں کو آتا ہے۔ جسے رومی کو اس کی امی یاد آتی ہیں۔''

رائمہ ہولے سے مسکرائی۔ ''تو پھر خدا کا شکر ادا کیا کرا اور دعا کیا کر کہ تجھے کبھی ایسے کوئی یاد آئے بھی آتا ہے جسے اس کی یاد آتی ہیں تو میرا دل انتہا سے زیادہ اداس ہو جاتا ہے۔ ان کی تصویر ذہن سے نکلتی نہیں ہے اور میں اتنی بے بس ہو جاتی ہوں کہ رونے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔''

رحمہ دم بخود سی اس کی باتیں سن رہی تھی۔ اور آنے والا وقت مسکرایا تھا۔

☆.....☆

''گڈ مارننگ!'' وہ اونچی آواز میں کہتا ہوا کم اس کے سامنے آ کر گھاس پر گر گیا۔ رحمہ سچ مچ ڈر گئی۔

''جب میرا بھائی ایسی واہیات حرکتیں کرتا ہے تو میں اسے جاہل کہتی ہوں۔'' اسے غصہ آیا۔

''تم مجھے بخوشی جاہل کہہ سکتی ہو حالانکہ میں تمہارا ''بھائی'' نہیں ہوں۔'' اویس لفظ بھائی پر زور دیتے ہوئے بولا۔

''تمہاری بہن سیشن تک گئی ہے۔ جاؤ وہاں جا کر مل لو اسے۔''

''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میری بہن میرے ہی گھر میں رہتی ہے۔ یہاں تو میں تم سے آیا ہوں۔'' اویس کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔

''دیکھو!'' وہ انگلی اٹھا کے بولی۔

''دکھاؤ۔'' وہ اسی لمحے میں ہتھیلی پر اپنا چہرہ رکھ کے بولا تو رحمہ ایکدم سرخ ہوگئی۔ اویس نے بڑی مشکل سے اس کا چہرہ حفظ کیا۔

''اویس میں چھوٹے شہر کی لڑکی ہوں اور بقول تمہارے کم ظرف بھی ہوں۔ غصہ بھی جلدی آتا ہے کسی دن ایک آدھ جڑ دیا نہ تمہارے تو مجھے مت کہنا۔''

اویس اس کے انداز پر قہقہہ لگا کے ہنسا۔ ''تمہارا تعلق دہشت گردوں سے تو نہیں ہے لڑکی۔''

رحمہ کچھ نہ بولی۔ تبھی باقی دونوں سموسے اور کولڈ ڈرنک لے کر آ گئیں۔ رحمہ کی پلیٹ دیکھ کے اویس کی ہنسی نکل گئی۔ ''میں تمہارے ساتھ کھا لوں۔ اتنے سموسے کیسے کھاؤ گی؟''

اویس آگے کو ہوا تو رحمہ نے اپنی پلیٹ اٹھالی۔ ''خبردار جو میری پلیٹ میں ہاتھ مارا تو۔ زہر لگتی ہیں یہ عادتیں۔''

اویس نے ہنستے ہوئے رشنا کی پلیٹ اپنے آگے کر لی۔ اس کی آدھی پلیٹ خالی کر کے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

رشنا اس کا انداز بھانپ گئی۔ ''اویس خدا کے واسطے اسے نہ چھیڑنا۔'' لیکن اویس اسے چھیڑنے ہی تو آیا تھا۔ ''میں حیران ہوں کہ آخر یہ اتنے سمو سے اسٹور کہاں کرتی ہے؟''

''رشنا یہ قتل ہو جائے گا کسی دن میرے ہاتھوں.....'' رحمہ حلق کے بل چلائی تھی۔ اویس ہنستا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

☆.....☆

وہ اپنی کتابیں سیٹ کر رہی تھی جب اویس اسے پکارتا ہوا اندر آیا۔

''کیا ہو گیا ہے؟'' وہ اس پر برس پڑی۔

''تمہاری دوست کیوں نہیں آئی آج؟''

رشنا اس کی بے تابیوں پر حیران رہ گئی۔ ''کیونکہ آج ہفتہ ہے اور وہ فرائی ڈے نائٹ ہی گھر چلی گئی تھی۔''

''اوہ یس، اوہو۔'' کہتا ہوا اس کے بستر پر گر گیا۔

''اویس مجھے تمہاری حرکتیں ٹھیک نہیں لگ رہیں آج کل۔'' وہ اپنے سے دو سال بڑے بھائی کو ڈپٹ رہی تھی۔

''ہاں مجھے خود بھی ایسا ہی لگتا ہے آج کل۔'' اویس کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

''کیا ارادے ہیں مسٹر۔'' رشنا مسکراتے ہوئے بولی۔

''قسم سے بہت نیک ہیں۔'' وہ خود بھی ہنسا۔

''رشنا بالفرض اگر میں خود کو نہ روک سکا اور میری پیشنس جواب دے گئی تو تم ساتھ دو گی ناں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

''اویس لال مرچ ہے وہ جھکے چھڑوا دے گی تمہارے۔'' پر رشنا نے اسے ڈرایا۔

''کوئی نہیں آنسوؤں سے نکل لوں گا۔'' اویس ہنستے ہوئے بولا تھا۔

اور واقعی اس نے اویس کے جھکے چھڑوا دیے۔

☆.....☆

''کیا ہو رہا ہے لڑکیوں؟'' وہ تینوں ڈی گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں جب اویس رحمہ کو ڈھونڈتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ لفظ لڑکیو پر رحمہ تلملا گئی۔ ''کتنی بار کہا ہے تمہیں کہ یوں نہ کہا کرو۔ برا لگتا ہے مجھے۔''

اویس کھل کے ہنسا۔ ''تمہیں کیوں برا لگتا ہے تم لڑکی نہیں ہو کیا؟ یا پھر تم کچھ اور.....'' کہتے ہوئے اس نے معنی خیز انداز میں رحمہ کو دیکھا۔

رحمہ نے جل کے اس کے کندھے پر فائل ماری۔ ''رشنا اسے کہو ہمارے پاس آ کر مت بیٹھا کرے۔''

اویس نے بڑی فرصت سے اسے دیکھا۔ ''اچھا پھر کہاں بیٹھا کروں؟''

رحمہ اتنے بے باک سوال پر بول بھی نہ سکی۔

متوقع جنگ کے پیش نظر رشنا نے اویس کو جھڑکا۔ ''جاؤ یہاں سے، دفع ہو جاؤ۔''

اویس نے بمشکل اس کے سرخ چہرے سے نظریں ہٹائیں۔ ''اتنا فضول نہ بولا کرو۔'' رشنا نے بازو سے پکڑ کے اویس کو وہاں سے اٹھایا۔

''اوہو ابھی تو میں کچھ بولا ہی نہیں ہوں تو یہ حال ہے۔ جس دن کھل کے بول دیا اس دن کیا بنے گا؟''

رحمہ کی لرزتی پلکوں اور سرخ ہوتے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

رشنا اور رائمہ دونوں چپ رہ گئیں۔ رحمہ کی برداشت شاید ختم ہو گئی تھی۔ تبھی فائل اور بیگ اٹھائے وہ یکدم کھڑی ہو گئی۔ ''روحی رک کہاں جا رہی ہے؟'' دونوں اس کے پیچھے بھاگیں۔

''پتا ہے نا ایک نمبر کا لفنگا ہے وہ۔ پھر کیوں سیریس لے لیتی ہے اس کی باتوں کو؟'' رشنا اس کے برابر آ کر بولی۔

''روشنی آخر ایسی باتوں سے اس کا مقصد کیا ہے؟ چاہتا کیا ہے؟'' رحمہ کی آواز اونچی ہو گئی۔

''تمہیں جیسے کچھ پتا ہی نہیں ہے نا۔'' بڑے جذب سے کہتا وہ اس کے پاس سے گزر گیا تھا۔ رحمہ ساکت کھڑی رہ گئی۔

اویس کی آنکھیں اس قدر داستانیں سنا رہی تھیں کہ لمحے ناکافی ہو گئے تھے۔

☆.....☆

آج پہلی کلاس صبح آٹھ بجے تھی اور وہ تیار ہوتے ہوئے کافی لیٹ ہو گئی۔ آٹھ بجنے میں پانچ منٹ تھے جب وہ بیگ اور فائل اٹھا کر بھاگتے ہوئے ہاسٹل گیٹ سے باہر نکلی۔ ''رحمہ رکو۔'' اویس پتا نہیں کب سے اس کے انتظار میں باہر کھڑا تھا۔

رحمہ اس کی سرخ خوابیدہ آنکھوں سے نظریں چرا گئی۔ ''مجھے نہیں پتا تھا کہ تمہیں اتنی گھٹیا حرکتیں بھی کرنا آتی ہیں۔'' وہ کہتے ہوئے رکی۔

''کون سی گھٹیا حرکتیں؟'' اویس زچ کیا۔

''یہ ہی صبح ہاسٹل کے باہر کھڑے ہو کر لڑکیوں کو تاڑنے والی۔'' وہ دوبارہ چل پڑی۔

''لڑکی میرا منہ مت کھلواؤ۔'' اویس اس کے برابر چلتے ہوئے بولا۔

''کیوں آئے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''کل جو ہوا اس کے لیے معافی مانگنے۔'' وہ بولا۔

''ٹھیک ہے معاف کیا۔ جاؤ اب۔'' اس نے جان چھڑوائی۔

''اگر آئندہ بھی دوبارہ بھی ہوا تو معاف کر دو گی ناں؟'' اس نے پوچھا۔

''اویس تم آخر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟'' وہ جھلائی۔

''اب لائف میں کسی نہ کسی کے پیچھے تو پڑنا ہی ہوتا ہے نہ ڈیئر۔ اٹس نیچر۔''

وہ یکدم رکی۔ ''پر میں ہی کیوں؟''

اویس ذرا سا آگے کو ہوا اور بولا۔ ''اس کا جواب تو ابھی تک مجھے بھی نہیں ملا۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

رحمہ اسے پیچھے کو دھکیلتی اچھل پھل ہوئی سانسوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

''رحمہ یار تمہیں دیکھے بغیر میری صبح نہیں ہوتی اب۔'' وہ پیچھے سے چلایا۔

''بکواس بند کرو۔'' رحمہ نے کان بند کر لیے۔

بے چارہ دل کیا کرے جب سامنے والا کان بند کر لے۔

☆.....☆

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''یوتھ فیسٹیول کا آغاز ہوا تو یونیورسٹی کی فضا ہی بدل گئی۔ وہ تینوں بھی گیارہ بجے تک کلاسز لینے کے بعد آوارہ گردی کرنے نکل جاتیں۔ لڑکے لڑکیوں پر فقرے کسنا رحمہ اور رشنا کا پسندیدہ کام تھا۔ رائمہ البتہ ان کاموں میں ذرا پیچھے ہی رہتی تھی اس دن بھی وہ مین کاریڈور میں بیٹھے کسی کپل کی درگت بنا رہی تھیں۔ رائمہ نے بازو سے پکڑ کے رشنا کو متوجہ کیا۔

''روشنی دیکھ ذرا۔'' کچھ فاصلے پر دولڑکے فل اسپیڈ دانت نکالتے ہوئے کپل ڈانس کر رہے تھے۔

''یہ مجھے بھی کرنا آتا ہے۔'' رشنا فوراً ایکسائیٹڈ ہوگئی۔

''اسے ایسے کرتے ہیں۔'' اس نے پاس کھڑی رائمہ کا بازو پکڑا۔

''دفع دور، خبردار جو میرے ساتھ ایسی واہیات حرکتیں کرنے کا سوچا بھی تو۔'' رائمہ نے فوراً اپنا بازو چھڑوایا۔

''روحی ادھر آ۔'' اس نے رحمہ کو کھینچ لیا جو زچ کر کے اس کپل کو وہاں سے اٹھا چکی تھی۔

''روحی میری انگلی پکڑ۔'' کہتے ہوئے وہ خود اس کے قریب ہوئی۔

''عاشقی تو بہن کی مار و، تمہارا کوئی چانس نہیں ہے۔'' رحمہ ابھی تک اس کپل میں ہی پھنسی ہوئی تھی۔

''میرے کندھے پہ ہاتھ رکھو۔'' کہتے ہوئے رشنا نے اپنا ہاتھ رحمہ کی کمر کے گرد رکھا اور دو تین اسٹیپس لے کر اسے خود سے دور کیا۔ اب پیری طرف آ'' اسے زور دور جھٹکا دیتے ہوئے آخر میں اپنی طرف کھینچا اور رحمہ جیسے ہی اس کی طرف آئی خود ہنستی ہوئی سامنے سے ہٹ گئی۔ رحمہ تو ویسے بھی ذہنی طور پر حاضر نہیں تھی سو بڑی فرصت اور بے تکلفی سے کاریڈور کی سیڑھیاں چڑھتے موصوف کے گلے میں جھول گئی۔ موصوف بھی شاید اس صورت حال کے لیے تیار نہیں تھا تو اس کا پاؤں پھسلا اور رحمہ سمیت تین سیڑھیاں عبور کرتا وہ زمین بوس ہوگیا۔ رائمہ اور رشنا ہکا بکا کھڑی رہ گئیں۔

''عاشقی 2 نہ سہی ڈارلنگ لیکن عاشقی 3 تو یہیں سے کی۔'' ہنسی چھپل چوٹ کرتا ہوا پاس سے گزر گیا۔

رحمہ شیر کی طرح اس کے چنگل سے نکلی۔ ''دیکھ کے نہیں چل سکتے مسٹر۔'' رشنا تیزی سے رحمہ کی طرف آئی جسے شرمندگی سے پسینہ آ گیا تھا۔

''میں دیکھ کے ہی چل رہا تھا میڈم، یہ میرے گلے کا ہار بنی ہیں۔'' رشنا ایکدم چپ ہوئی۔

''بہرحال سوری فار آل دس۔'' وہ کپڑے جھاڑتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''تو ٹھیک ہے ناں!'' رشنا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

رحمہ جواب نہ دے سکی اس نے نظریں گھما کے کاریڈور کی طرف دیکھا وہ کہیں بھی نہیں تھا۔

☆.....☆

کچھ تو ہوا تھا۔

''کل کیا ہوگیا تھا تجھے۔'' اگلے دن اسے دیکھتے ہی رشنا کا پہلا سوال یہ تھا۔

''کیا ہوا تھا۔'' وہ حیران ہوئی۔

''گوٹکوں کی فوٹو کاپی کیوں بن گئی تھی؟'' رشنا کی سوئی کل سے وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''تو اور کیا کرتی میں۔ دل کر رہا تھا زمین پھٹے اور میں اس میں سما جاؤں۔ اتنی شرمندگی تو بہ۔'' رحمہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی۔ تبھی رائمہ نے اس کا بازو کھینچا۔ ''روحی یہ ہی تھا وہ.....'' وہ رحمہ کا رخ

اس کے آفس کی طرف کرتے ہوئے بولی۔

''ارے ہاں یہ تو وہی ہے۔ یہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا ہے۔'' رشنا حیرانی سے بولی اور تصدیق کے لیے راہی پاس سے گزرتی ایم فل کی ایک اسٹوڈنٹ کو پکار لیا۔

''صالحہ آپی! پلیز بات سنیے گا۔ یہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا اسٹوڈنٹ ہے۔'' صالحہ نے رک کے اسے دیکھا۔

''ہاں ایم فل کر رہا ہے ایک سیمسٹر ضائع ہوگیا تھا اس کا اس لیے انٹر سیمسٹر آیا ہے۔ نادیہ کا کزن ہے۔'' صالحہ نہ جانے کیا کچھ بتا رہی تھی۔

''کون نادیہ؟'' رشنا نے سب کچھ آج ہی اگلوانا تھا۔

''وہی آرٹیفشل منڈی اور کون۔'' صالحہ منہ بنا کر آگے بڑھ گئی۔

رشنا نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی۔ رحمہ کچھ بھی نہ سن سکی۔ اس کی نظریں جیسے سر اعجاز کے آفس سے چپک کر گئیں۔

''محترمہ کہاں ہو تم آج کل، دو دن ہوگئے ہیں تمہاری شکل دیکھے۔'' اویس نہ جانے کہاں کہاں سے اس کے پیچھے خوار ہونا آیا تھا۔

''ایک تو میرا ڈیپارٹمنٹ دنیا کے دوسرے کونے میں ہے۔ آنے جانے میں ہی ٹانگوں کا فالودہ نکل جاتا ہے۔'' اویس نہ جانے کیا کچھ کہہ گیا تھا۔ چند لمحے تو وہ سمجھ ہی نہ سکی۔

''میں..... کیا کہہ رہے ہو؟''

اس کے انداز پر اویس کلس گیا۔ ''ہوگیا ہے اسے دونوں میں؟'' رشنا اسے دیکھ کر بڑبڑائی۔ رحمہ نے دوبارہ سر اعجاز کے آفس کی طرف دیکھا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔

اس کا دل بوجھل ہوگیا۔

☆.....☆

''روشنی! اٹھ میرے ساتھ چل۔ سر دانیال سے نوٹس لینے ہیں۔'' وہ تیسری بار اسائنمنٹ بناتی رشنا کا کندھا ہلاتے ہوئے بولی جس نے صاف انکار کر دیا۔

''کوری ناں ہے۔ میرے پاس سر کھجانے کا ٹائم بھی نہیں ہے سمجھی اور خبردار جو اب اپنی لوہے جیسی انگلیاں میرے کندھے میں چبھوئیں تو نے۔'' رحمہ کا منہ بن گیا۔

''روحی کو لے جا۔ فارغ بیٹھی پریشان ہو رہی ہے۔'' رشنا نے رائمہ کی طرف اشارہ کیا جو ایک گھنٹے سے اپنی اور رحمہ کی اسائنمنٹ میں کوئی ایک کامن پوائنٹ ڈھونڈنے کی کوششوں میں تھی اور اب تک ناکام تھی۔

''چل روحی اٹھ۔'' اس نے بازو سے کھینچ کے رائمہ کو اٹھایا۔

''روحی یار میری اسائنمنٹ تو بالکل مختلف ہے۔ میں نے تو نہ جانے کیا کچھ لکھا ہوا ہے۔'' رائمہ پوری طرح اپنی پریشانی میں مبتلا تھی۔

''مے آئی کم اِن سر؟'' دروازے پر دستک دینے کے بعد اس نے پوچھا۔

سر دانیال اور ان کے سرہانے کھڑا اسٹوڈنٹ دونوں کسی فائل میں غرق تھے۔

''یس۔'' انہوں نے سر اٹھائے بغیر کہا۔

وہ دونوں اندر آ گئیں۔ ''ایکسکیوزمی سر۔'' رحمہ بولی۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

انہوں نے فائل سے سر نکالا۔
''سر مجھے فزیکل.....'' عین اسی لمحے رحمہ کی نظر ان کے پاس کھڑے اسٹوڈنٹ پر پڑی۔
بس ایک لمحہ.....اور وہ ہر شے بھول گئی۔
اپنا آپ.....برابر کھڑی رائمہ.....سامنے بیٹھے سر دانیال.....سب کچھ بس یاد رہا تو وہ.....!
وہ جو اسکائی بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس ہولے ہولے مسکرا رہا تھا۔
بس وہ.....
''رحمہ کیا چاہیے؟'' سر دانیال نے پوچھا۔
رحمہ چپ.....! رائمہ نے اسے ٹہوکا دیا۔ ''اب بول بھی دے کیا چاہیے؟'' رحمہ پھر چپ.....!
اب کے انہوں نے ڈائریکٹ رائمہ سے پوچھا۔ ''کیا مسئلہ ہے؟''
رائمہ کا منہ کھل گیا۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی نہیں پتا تھا کہ وہ یہاں کیوں لائی گئی۔ ''سوری سر کوئی مسئلہ نہیں ہے سوری۔'' خفت زدہ رحمہ کو باہر کی طرف گھسیٹتے ہوئے اس نے معذرت کی تھی۔
''باہر آتے ہی وہ رائمہ پر پانی لے کر اس پر چڑھ دوڑی۔ ''یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کیا لینے آئی تھی تو یہاں؟''
رحمہ خالی خالی نظروں سے سر دانیال کے آفس کو دیکھ رہی تھی۔
''کیا.....کیا ٹکر ٹکر دیکھ رہی ہے اب؟ توبہ ہے روحی جب کچھ نہیں لینا تھا تو یہاں آئی کیوں تھی تو.....؟'' رائمہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے واپس آگئی۔
رشنا اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر ہی پریشان ہو گئی۔ ''تجھے کیا ہو گیا؟'' وہ جانتی تھی کہ رائمہ کو غصہ کم ہی آتا تھا۔
''پہلے مجھے یہ بتا کہ یہ بھلکڑ وہاں کیا لینے گئی تھی۔''
رائمہ بھڑک کے بولی۔ ''فزیکل کے نوٹس۔''
رشنا بولی۔ ''اور آفس کے اندر جا کر یہ موموکی اولاد بھول گئی کہ اسے کیا لینا ہے۔ بھائی مجھ سے پوچھیں اور میرے فرشتوں کو بھی نہ پتا ہو، توبہ اتنی شرمندگی کہ حد نہیں، اب سر بھی انکوائری بٹھانی پڑے گی مجھے۔''
رحمہ چپ چاپ سنتی رہی۔ رشنا کچھ دیر اس کی طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''رحمہ اسے کچھ ہوا ہے۔ یہ پرسوں سے ایسی ہی ہے۔''
کچھ نہیں، شاید بہت کچھ ہو گیا تھا۔

☆.....☆

وہ صبح سے پچھلے کاریڈور کے تین چکر لگا چکی تھی مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ اب بھی وہ ان دونوں سے نظر بچا کر پچھلے کاریڈور میں آ گئی۔ سر اعجاز اور دو لیب اسسٹنٹ کے ساتھ وہ اسے بالکل سامنے بیٹھا نظر آیا۔ اس کا دل یکدم خوشی سے بھر گیا۔ اردگرد سے بیگانہ ہو کر وہ ٹکٹکی باندھ کے اسے دیکھے گئی۔ وہ بہت زیادہ خوب صورت نہیں تھا مگر انتہا کا پرکشش تھا۔ رحمہ کے دیکھتے دیکھتے اسے کال آئی۔ سیل کان سے لگاتا وہ اٹھ کے گراؤنڈ کے گرد بنی سبز باڑ کی طرف آ گیا۔ رحمہ ایکدم اس میں کھو سی گئی۔ بلیو جینز اور اسکائی بلیو شرٹ میں ایک ہاتھ سے سیل کان کو لگائے اور دوسرے ہاتھ سے پتے نوچتا وہ اسے اپنے دل میں اترتا محسوس ہوا تھا۔
اچانک رشنا کی تیز آواز نے اس کی محویت کو توڑا۔ ''تو پھر یہاں آ گئی؟''

رحمہ پریشان ہو گئی۔
''روحی آخر تیرا کیا کھو گیا ہے یہاں؟ مجھے بتا میں ڈھونڈ دیتی ہوں۔'' رشنا نے اپنا سر پیٹ لیا۔
''کال سننے آئی تھی۔'' وہ بولی۔
''ہاں تیری تو ہتھیلیوں میں ٹرانسمیٹر فٹ ہیں ناں۔ جھوٹی فون تو میرے پاس ہے تیرا۔''
رحمہ شرمندہ ہو گئی۔
''رحمہ۔'' رشنا نے اسے دونوں کندھوں سے تھاما۔
''کیا مسئلہ ہے؟'' رحمہ نے بمشکل خود کو نارمل کیا۔
''روشنی کچھ نہیں ہے۔'' وہ مسکرا دی۔
''چل پھر سیکنڈ سمسٹر کے لیے مائنز جیکٹس دیکھیں۔'' رشنا نے اس کا بازو پکڑ کے کہا۔
نوٹس بورڈ سے جیکٹس نوٹ کر کے وہ تینوں لیب میں آ گئیں۔
''میں نے کوانٹم رکھنی ہے۔'' وہ بولی۔
''فزکس ڈیپارٹمنٹ میں جانا پڑے گا روحی۔'' رائمہ نے نقطہ اٹھایا۔ ''اور ہو سکتا ہے اعتراض بھی لگ جائے۔ پورا ایک سمسٹر ضائع ہو جاتا ہے۔'' رشنا نے اسے سمجھایا۔
''مجھے شروع سے اچھی لگی ہے کوانٹم صرف اسی لیے میں نے فزیکل رکھی ہے۔'' رحمہ بضد تھی۔
''چادر ہو رکھ لے کوانٹم، جب [illegible] سمسٹر کی فیس بھرنی پڑی تو لگ پتا جائے گا۔'' رشنا کو غصہ آ گیا۔
''ایکسکیوزمی۔'' اس کی آواز پر رحمہ کرنٹ کھا کے پلٹی۔
''کون رکھ رہا ہے کوانٹم۔'' اس نے پوچھا۔
''میں رکھ رہی ہوں۔'' رحمہ بمشکل بولی۔ وہ آج پہلی بار اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ اس کا مشہور زمانہ اعتماد ایک دم کہیں اڑ چھو ہو گیا۔ دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز ہو گئی۔
''برا مت مانیے گا مگر آپ نے کیا قسم کھائی ہوئی ہے کہ سارے کام پاگلوں والے ہی کرنے ہیں۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔ رحمہ بول نہ سکی۔
''بہت نیک مشورہ ہے میرا کہ کوانٹم نہ رکھیں۔ میں نے بھی اپنے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر کوانٹم رکھ لی تھی مگر آگے چل کے اتنا مسئلہ بنا کہ حد نہیں۔ پورا ایک سمسٹر ضائع ہو گیا۔ اب بھی جب اپنے کلاس فیلوز کو خود سے آگے دیکھتا ہوں تو بہت دکھ ہوتا ہے۔'' اس کی بات ابھی جاری ہی تھی کہ اس کے کسی دوست نے اسے پکار لیا۔
''سعد بلا رہا ہے آنے کا اشارہ کر کے وہ دوبارہ رحمہ کی طرف مڑا تھا۔
''نہ رکھیں کوانٹم، CLT (ٹیکسٹائل) رکھ لیں۔ میں نے بھی یہی رکھی تھی۔ بائیو سے تو بہتر ہے۔''
کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔ رحمہ ساکت کھڑی رہ گئی۔ رشنا نے کچھ لمحے اس کے بولنے کا انتظار کیا۔
پھر اس کی خاموشی کو اس کا ڈیسیژن پن سمجھتے ہوئے بولی۔ ''روحی ایک نمبر کی ضدی ہے تو۔ اِدھر دے فارم۔'' کہتے ہوئے اس نے رحمہ کا فارم اپنے آگے کیا۔
''روشنی کوانٹم نہ لکھ، CLT لکھ دے۔'' دونوں نے چونک کے اس کی طرف دیکھا۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''اب کیا ہوگیا؟'' رائمہ کی بھی بس ہوگئی۔
''کچھ نہیں، بس CLT ٹھیک ہے۔'' رشنا نے قہر بار نظروں سے اسے گھورا۔ اس نے نظریں چرالیں۔
اب پوری دنیا بھی اسے کوالسٹم رکھنے کو کہتی تو وہ نہ رہتی۔
وہ جو منع کر گیا تھا۔

☆.....☆

''سعدین ظفر.....!'' ساہیوال جیسے چھوٹے شہر سے تعلق رکھنے والی رحمہ ملک نے محبت تو کرلی لیکن اس قدر کم ہمت نکلی کہ پورے ایک سال میں صرف اس کا نام ہی جان سکی۔
شرم و حیا نے کچھ بولنے ہی نہ دیا۔
جھجک نے آگے بڑھنے ہی نہ دیا۔
یخ بستہ سردیوں میں وہ صبح سات بجے ہی ڈپارٹمنٹ پہنچی ہوتی۔ صرف اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے۔
گرمیوں کے چند دنوں میں بے مقصد تین بجے تک کاریڈورز میں چکر کاٹتی رہتی۔ صرف اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے۔
وہ جیسے ہی دکھائی دیتا یہ گم ہو جاتی۔ پلک تک جھپکنا بھول جاتی۔ قدم اٹھانا بھول جاتی۔
ہر پیریڈ کے بعد فزیکل لیب کا چکر جیسے اس پر فرض ہوگیا۔
اسے دیکھتے ہی کھل اٹھتی۔ چہرہ گلنار ہو جاتا۔
جس دن وہ نظر آجاتا۔ سارا دن تتلی کی طرح اڑتی پھرتی اور جس دن وہ نظر نہ آتا، اس دن بات کرنا بھی جرم سمجھتی۔
صبح و شام اس کی زندگی کا بس ایک ہی مقصد رہ گیا۔
سعدین کو دیکھنا.....
ہر روز دیکھنا.....
بار بار دیکھنا.....
ہر وقت دیکھنا.....
بس دیکھتے ہی رہنا.....
اور بس یہ ہی اس کی حد تھی۔ اس سے ایک انچ بھی باہر نہ نکل سکی۔ سعدین سے کچھ بھی کہنے کی ہمت نہ کر سکی۔
اس سے پیار کرنے کی ہمت تھی۔
صبح و شام اس کے خیالوں میں جینے کی ہمت تھی۔ اسے دیکھتے ہی دنیا جہان بھول جانے کی ہمت تھی۔
رات کے اندھیرے میں رو رو کر اسے خدا سے مانگنے کی ہمت بھی تھی۔
لیکن
اس سے ایک بار حالِ دل کہنے کی ہمت نہیں تھی۔

☆.....☆

رشنا اور رائمہ دونوں نے اس کے بدلے ہوئے رویے کو شدت سے محسوس کیا۔ اس دن آخری پیپر تھا۔ ''تو نے گھر نہیں جانا؟'' رحمہ کو وہیں کوریڈور میں لیفٹ رائٹ کرتے دیکھ کے رشنا سے رہا نہ گیا۔
''ہاں بس جا رہی ہوں تھوڑی دیر میں۔'' وہ بولی۔
رشنا چند لمحے اس کے پاس کھڑی رہی۔ پھر سیڑھیوں پر بیٹھی رائمہ کے پاس آبیٹھی۔
''روحی! یہ روحی کچھ عجیب سی نہیں ہوگئی۔'' رائمہ نے زور سے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ہاں بالکل عجیب پاگل پاگل سی ہوگئی ہے۔ پہلے تو اس کا بس نہیں چلتا تھا پیپر چھوڑے اور گھر بھاگ جائے اور اب دو گھنٹے ہو گئے ہیں پیپر ختم ہوئے اور یہ خوامخواہ ہی ٹانگیں تڑوائے جا رہی ہے۔''
رائمہ اس سے سو فیصد متفق تھی۔ ''کچھ بتاتی بھی تو نہیں ہے۔'' رشنا تنگ آکر بولی۔
''اویس بھی پوچھ رہا تھا کہ اسے کیا ہوگیا ہے؟'' اس کی بات سن کے رائمہ نے ایکدم اس کی طرف دیکھا۔
''یہ اویس کی کتنیں بھی آجکل مشکوک سی ہوگئی ہیں۔ کچھ ہو ہی نہ جائے۔''
رشنا نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔ ''ہونا کیا ہے؟ ہوگیا ہے۔ He is love with her۔''
رائمہ کا منہ کھل گیا۔ ''واقعی؟'' رشنا نے اثبات میں سر ہلایا۔
''ہاں جی موصوف اڑتے پھرتے ہیں آج کل۔'' رائمہ ہنسی۔
''رحمہ کو پتا ہے؟'' رشنا نے کندھے اچکائے ''شاید۔''
رائمہ اس کی طرف مڑی۔ ''وہ پرپوز کب کرے گا؟''
رشنا نے قہقہہ لگایا۔ ''جس دن گنجا نظر آیا سمجھو اس دن یہ بھی کارنامہ کر کے آیا ہے۔''
رشنا کی بات پہ رائمہ کھل کے ہنسی تھی۔ تبھی رحمہ نے پیچھے سے آکر رشنا کے کندھے پر ہاتھ مارا۔ ''اچھا بھئی میں جا رہی ہوں۔''
ان دونوں نے نوٹ کیا کہ اس کا چہرہ ضرورت سے زیادہ ہی دمک رہا تھا۔ ''کوئی ساخزانہ مل گیا تجھے؟'' رشنا پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔
''کچھ نہیں اللہ حافظ۔'' ان دونوں سے گلے ملتی ہوئی وہ واپسی کے لیے مڑ گئی۔ وہ دونوں ہی نہ سمجھ سکیں کہ بات کیا ہے۔

☆.....☆

''روحی جلدی ڈپارٹمنٹ آ، سپروائزرز الاٹ ہوگئے ہیں۔'' وہ ابھی ہاسٹل پہنچی ہی تھی کہ رشنا کی کال آگئی۔ کپڑے چینج کیے بغیر وہ الٹے قدموں ڈپارٹمنٹ واپس آئی۔ نوٹس بورڈ کے آگے لگا ہوا تھا اور رشنا اس مجمع میں گھس چکی تھی۔ رائمہ اسے دھکا لگا کر آگے کر رہی تھی۔ ''روحی تیرا مل گیا یار.....'' رشنا کی آواز پر رائمہ اور آگے کو ہوئی۔ ''کون ہیں؟''
''سر رشید اکمل۔'' رائمہ کا منہ بن گیا۔
''اور رکھ آرگینک، یہ تو ہونا ہی تھا۔'' رحمہ نے اسے گھرکا۔
''روحی آگے ہو ذرا اپنا دیکھ۔'' رشنا نے اس کے لیے جگہ بنائی۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''روشنی تیرا کون ہے؟'' رائمہ ماتم کرتے ہوئے بولی۔

''آ آ آ.....'' رشنا کی چیخ پورے ڈیپارٹمنٹ میں گونج گئی۔ رحمہ کا بازو کھینچتے ہوئے وہ مجمع سے باہر آئی۔

''کیا ہوگیا؟'' رائمہ حیران پریشان کھڑی تھی۔ رشنا ایک دم اس سے لپٹ گئی۔ ''میرے اور روحی دونوں کے سر دانیال ہیں۔'' خوشی کے مارے اس کی آواز بیٹھنے کے قریب تھی۔

''واؤ۔'' رائمہ اپنا دکھ بھول کے رحمہ کے گلے لگ گئی مگر رحمہ.....! وہ خوش نہیں تھی۔ کیونکہ سعدین، سر دانیال کے پاس نہیں تھا۔ ایم فل فزیکل کے سارے لڑکے سر اعجاز کے پاس تھے۔ اس کا دل ایکدم بجھ گیا۔

''روحی کیا ہوا؟ خوشی نہیں ہوئی تجھے؟'' ان دونوں نے محسوس کیا۔

''ہوئی ہے مگر.....!'' اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''مگر کیا روحی؟'' وشنا آگے کو آئی۔

''مجھے اپنا سپر وائزر تبدیل کروانا ہے۔'' اس کی بات پر رشنا اور رائمہ دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ ''روحی تیرا دماغ فارمیٹ کرنے والا ہورہا ہے۔ یہ نیا وائرس کہاں سے آگیا اب بیچے میں۔'' رشنا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے ایک آدھ جڑ ہی دے۔ رحمہ چپ رہی۔

''اور تبدیل کروا کے کہاں جانا ہے؟'' رشنا نے بمشکل اپنے غصے کو کنٹرول کیا۔

''سر اعجاز کے پاس۔'' مارے صدمے کے رشنا گنگ ہوگئی۔ آنکھیں پھاڑے ٹکر ٹکر اسے دیکھتی رہ گئی۔

''کیا ہوگیا ہے تجھے۔ بولڈ اینڈ ہٹلر کہتا ہے سر اعجاز کو۔ طعنے مار مار کے پتلی کردیں گے تجھے۔ لڑکیوں کو تو ویسے بھی قبول نہیں کرتے وہ۔ B سے اوپر گریڈ نہیں ملے گا تجھے۔ ہر وقت کی بے عزتی، ہر وقت کی ڈانٹ، خوار ہوجائے گی تو۔'' رائمہ اسے دور اندیش منٹ سمجھاتی رہی۔ رشنا بس آنکھیں پھاڑے منہ کھولے اسے دیکھتی رہی۔ آخر تھک ہار کے اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔ وہ سر اعجاز کے آفس کے باہر کھڑا کسی لڑکے سے باتیں کررہا تھا۔ رحمہ ایک دم سب بھول گئی۔ رائمہ اور رشنا کی باتیں ایک دم ذہن سے اڑ چھو ہوگئی۔

''میں نے سر اعجاز کے پاس ہی جانا ہے۔'' کہتے ہوئے وہ سر اعجاز کے آفس کی طرف بڑھ گئی۔ رائمہ کو کسی انہونی کے پہنچی ہوئی رشنا کو دیکھ کر رہ گئی۔

☆.....☆

اور پھر واقعی دو ہفتوں بعد اس نے اپنا سپر وائزر تبدیل کروالیا۔ رشنا اور رائمہ دونوں اس کی عقل پر ماتم کرتی رہ گئیں۔ اس دن بھی کلاس لینے کے بعد وہ سب فوٹو شاپ پر آگئیں۔ رحمہ اور رشنا دونوں نے نوٹس لینے تھے۔ ''بھائی نئے والے دینا۔'' دکاندار سے کہتے ہوئے رشنا نے والٹ نکالا۔

''یہ لیں خود دیکھ لیں۔'' دکاندار نے پوری فائل رشنا کو تھمادی۔ اس نے اپنے نوٹس نکال کے باقی فائل رحمہ کو دے دی۔ اس کے فزیکل کے نوٹس اوپر ہی پڑے تھے۔ اس نے جیسے ہی انہیں اٹھایا نظر سیدھی نیچے رکھے ایم فل کے نوٹسوں پر جا پڑی۔ ان پر بڑا بڑا سعدین ظفر لکھا ہوا تھا۔ وہ نوٹس سعدین نے وہاں رکھوائے تھے۔ اس نے وہ بھی اٹھالیے۔

''بھائی یہ کتنے کے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''500 روپے۔'' اس نے چپ چاپ والٹ سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکال لیا۔

رائمہ ایک دم اس پر ٹوٹ پڑی۔

''اب یہ ایم فل کے نوٹس تو نے سر میں مارنے ہیں کیا؟''

رحمہ چپ رہی۔

''مجھے پتا ہے یہ کیا کرے گی ان کا۔ اچار بنائے گی اور اپنی عقل کو رو رو کر کھائے گی۔'' رشنا کو تو ویسے بھی وہ پاگل لگنے لگی تھی۔

رحمہ اس کی بات سن کے چپ چاپ ہاسٹل واپس آگئی۔ آج پورا دن اسے سعدین نظر نہیں آیا تھا۔ دل بوجھل ہوا جارہا تھا۔ اس سے کھانا بھی نہ کھایا گیا۔ شام کو پڑھنے بیٹھی تو فائل سے سعدین والے نوٹس بھی نکلے۔ وہ چپ چاپ بیٹھی انہیں دیکھتی رہ گئی۔ سینکڑوں دفعہ سعدین کے نام پر انگلی پھیر لی۔ ہزاروں دفعہ اس کا نام سرگوشیوں میں لے لیا۔ دل بیٹھنے لگا۔ آنسو حلق میں اٹکنے لگے۔ آنکھوں میں مرچیں بھرنے لگیں۔ دل بری طرح دکھی ہورہا تھا۔ سعدین کی یادیں غبار بن کے اس کے ذہن پر چھانے لگیں۔ فزیکل کے وہ نوٹس جیسے سعدین کی فوٹو البم بن گئے۔

بلیک پینٹ اور آف وائٹ شرٹ.....

اسکائی بلیو شرٹ اور بلیو جینز.....

گرے شرٹ اور بلیک پینٹ.....

بلیک جینز اور وہائٹ شرٹ.....

سفید شلوار قمیض.....

گرے شلوار قمیض.....

زنگ شلوار قمیض.....

وہ اپنے آپ میں منہ کھولے حیران بیٹھی رہی۔ سعدین کا ہر سوٹ رنگ کے ساتھ ازبر ہوچکا تھا۔ اس نے ایک دم نوٹس ایک طرف پھینکے۔ سر کیے، ہاتھ اٹھائے اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ گرم گرم آنسو گالوں پر سے رستہ بناتے ہوئے بالوں میں گم ہوتے چلے گئے۔

اب سمجھ آیا اسے..... کہ کوئی یاد کیسے آتا ہے۔

اور یاد آجائے تو پھر بھلایا کیسے نہیں جاتا۔

اب سمجھ آیا کہ کوئی یاد آئے تو رونا کیوں آتا ہے؟

اسے سعدین یاد آرہا تھا۔ انتہائی شدت سے۔ اس نے اوپر تک رضائی اوڑھ لی۔ سسکیاں روکنا دوبھر ہورہا تھا۔ یونہی روتے روتے وہ نہ جانے کب سوگئی۔

☆.....☆

اس دن وہ تینوں سیمینار اٹینڈ کر کے باہر نکلیں تو ایم فل کی نادیہ لپک کے رشنا کے قریب آئی۔ ''اپنا ٹاپک دکھانا۔''

رشنا نے فائل اس کے آگے کردی۔

''تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے سر اعجاز کے پاس۔'' ٹاپک دیکھنے کے بعد نادیہ نے رحمہ کے کہنی ماری۔

''ٹھیک ٹھاک ہے سب کچھ۔'' وہ بولی۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

نادیہ زور سے ہنسی۔ ''ہاں بھئی تمہیں تو عادت ہوگئی ہوگی اب طعنوں اور گالیوں کی۔ تبھی ٹھیک ٹھاک کہہ رہی ہو۔ میں تو حیران ہوں تمہیں ہو کیا گیا تھا جو ٹرانسفر کروالیا۔ وہ بھی سر اعجاز کے پاس۔''

''نادیہ آپی دراصل اس وقت بارہ بجے تھے۔ سکھوں کی طرح اس کا بھی دماغ ایکدم الٹ گیا۔'' رشنا نے نادیہ کا قفل سا ہاتھ دیا۔

''نہیں بھئی غلطی اس کی نہیں ہے۔ اس جیسے پاگل نہ ہوں تو سر اعجاز تو بھوکے مر جائیں۔'' نادیہ کی بات پر رشنا قہقہہ لگا کر ہنسی۔

''وہ میرا کزن ہے ناسعدین.....!''

رحمہ ایکدم چونکی۔ ''وہ بھی اسی پاگل برادری سے ہے۔ اتنی تعریفیں کرتا ہے سر اعجاز کی کہ حد نہیں، بھئی ان کے ناج کو بندہ سر میں مارے جب عزت ہی نہیں تو.....''

نادیہ مسلسل بول رہی تھی۔ ''داد ہے بھئی تمہاری ہمت کو۔'' وہ رحمہ کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

''دیکھا سب تمہیں پاگل کہتے ہیں۔'' رشنا نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ رحمہ چپ رہی۔ اب رشنا کو کیا پتا اس نے فزیکل کیوں رکھی؟ اور سر اعجاز کے پاس ٹرانسفر کیوں کروایا۔

''پتا ہے ہے یہ جو نادیہ ہے اس کی اپنے اس پاگل کزن سے منگنی ہو چکی ہے۔ ایم فل کے بعد دونوں کی شادی ہو جاتی ہے۔ نادیہ کی.....'' رشنا نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی رحمہ سن نہ رہی تھی۔ چھن کی آواز کے ساتھ اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔ رشنا اب بھی اس سے نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی۔ اس سے وہاں اپنی ٹانگوں پر کھڑے رہنا دوبھر ہو گیا۔ آنکھوں میں چبھن سی محسوس ہو رہی تھی۔

''روشی میں ہاسٹل جا رہی ہوں۔'' رشنا سے کہتی ہوئی وہ فوراً وہاں سے نکل آئی۔ رشنا پیچھے سے آوازیں دیتی رہ گئی۔

شام ہونے تک اسے 103 ڈگری بخار ہو چکا تھا۔

☆.....☆

''روحی کہاں ہے؟ ابھی تک آئی کیوں نہیں؟'' رشنا اس کے انتظار میں کاریڈور کے کئی چکر لگا چکی تھی۔

''مجھے کیا پتا! میں کون سا اس کے ساتھ رہتی ہوں۔'' رائمہ جھلائی۔

''فون بھی بند ہے۔'' روشنا کو پریشانی ہو رہی تھی۔ آج کلاسز بھی مسلسل دو بجے تک تھیں۔ فارغ ہوتے ہی دونوں بھاگتی ہوئیں ہاسٹل آئیں۔ جمعہ کا دن تھا۔ سو بیشتر لڑکیاں گھروں کو جا چکی تھیں۔ ہاسٹل کافی سنسان ہو رہا تھا۔ رحمہ کا کمرہ بھی تقریباً خالی تھا۔ وہ اکیلی چادر میں منہ چھپائے لیٹی تھی۔

''روحی کیا ہوا ہے؟'' رشنا نے اس کے منہ پر سے چادر ہٹائی۔ بخار کی شدت سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ ''روحی تجھے تو بخار ہے۔''

وہ رائمہ کے سہارے اٹھ کے بیٹھی۔ نقاہت اتنی زیادہ تھی کہ اس سے بولا ہی نہ گیا۔

''میڈیسن لیں؟'' رائمہ نے اسے کندھے سے لگایا۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو کل ہی گھر چلی جاتی۔'' رشنا بولی۔

''ہمت ہی نہیں ہوئی۔'' وہ بمشکل بولی۔

رشنا نے غور سے اسے دیکھا۔ اترا ہوا چہرہ، اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں، پیلی زرد رنگت.....! کچھ تو تھا جو وہ چھپا رہی تھی۔ اندر ہی اندر گھل رہی تھی۔

''روحی.....!'' اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھاما۔ ''ادھر دیکھ میری طرف۔'' وہ آگے کو ہوئی۔ ''کیا بات ہے؟''

رحمہ نظریں چرا گئی۔ ''کچھ نہیں ہے۔''

رشنا نے دوبارہ اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ ''کچھ تو ہے۔ کل تک تو تو بالکل ٹھیک تھی۔ پھر ایک ہی رات میں اتنا شدید بخار کیسے ہو گیا؟'' رشنا اس سے اگلوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

رحمہ کی آنکھیں بھر گئیں۔ ''کوئی تو بات ہے ضرور۔ گم صم رہنے لگی ہے تو۔ بول کیا بات ہے؟''

اور رحمہ کی بس ہو گئی۔ کل رات کا روتا، بلکتا بے چارہ دکھی دل سہارا پا کر اور ٹوٹ گیا۔ وہ بلک بلک کر روتے ہوئے رائمہ کے گلے لگ گئی۔

''روحی!'' وہ بھی حیران رہ گئیں۔ ''روحی کیا ہوا؟'' رائمہ نے اسے بمشکل چپ کروایا۔ ''بول اب کیا بات ہے؟'' رشنا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''روشی مجھے پتا نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے اس کی عادت ہوتی جا رہی ہے۔ ہر روز کا پہلا کام اسے دیکھنا، ہر روز کا آخری کام اسے دیکھنا۔ کل اسے دیکھتے رہنے کو ہی دل کرتا رہتا ہے۔ مجھے اپنے دل میں اترتا محسوس ہوتا ہے وہ۔''

وہ دونوں اس کی باتیں سن کے ساکت سی رہ گئیں۔

''ایک دفعہ ذہن پر چڑھنے کی دیر ہے، بس پھر اترتا ہی نہیں ہے۔ نہ میرا کچھ کھانے پینے کو دل کرتا ہے۔ نہ ہی گھر جانے کو دل کرتا ہے۔ نہ کچھ پڑھا جاتا ہے۔ کل ہر وقت..... ہر وقت وہ یاد آتا رہتا ہے۔'' وہ بلک بلک کے کہتی چلی گئی۔

''کون روحی؟'' رشنا کئی لمحوں بعد بڑی ہمت کر کے بولی۔

اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے رشنا کو دیکھا۔ ''سعدین ظفر۔'' کچھ ہے اندر کچھ ٹوٹا تھا۔

☆.....☆

وہ آج بھی یونیورسٹی نہیں جا سکی تھی۔ تقریباً دس بجے کے قریب منشی نے آ کر بتایا کہ اس سے کوئی ملنے آیا ہے۔ چادر اوڑھ کے حیران ہوتی ہوئی وہ بمشکل وزیٹنگ روم تک آئی تھی اور اندر داخل ہوتے ہی ٹھٹھک گئی۔ اویس کھڑکی کی طرف رخ موڑے کھڑا تھا۔

''تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟'' وہ بولی۔

''تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔'' اس کے سادہ سے فقرے میں بہت کچھ چھپا تھا۔

''کیسی طبیعت ہے اب؟'' رحمہ کے متوقع غصے کے پیش نظر اس نے فوراً دوسرا سوال کیا۔

''اویس بازکیوں نہیں آ رہے ہو۔ کیسے سمجھاؤں تمہیں۔'' وہ تھک ہار کے بولی۔

''تم مجھے کچھ مت سمجھاؤ۔ بس میری عرض سن لو۔'' وہ اس کے قریب آ کر بولا۔

''اور نہ سنوں تو؟'' اس نے سوال کیا۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''تو میں وجہ پوچھوں گا۔نہیں بتاؤ گی تو اصرار کروں گا۔ضد کروں گا۔روؤں گا.....'' وہ کہتے کہتے رکا۔
''جہاں تک ہو سکی پوری کوشش کروں گا لیکن چپ چاپ پیچھے نہیں ہٹوں گا۔'' مضبوط لہجے میں کہتا وہ باہر نکل گیا۔رحمہ سن سی کھڑی رہ گئی۔

☆.....☆

''رشنا! رحمہ کی کہیں منگنی وغیرہ تو نہیں ہوئی ناں۔'' وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے جب اویس نے اچانک اس سے پوچھا۔
رشنا! یکدم گڑبڑا گئی۔''آ.....آ نہیں تو.....کیوں؟''
''میں آج اس سے ملنے گیا تھا۔''
رشنا دم بخود رہ گئی۔''کہہ رہی تھی باز آجاؤ۔''
اویس بولتا چلا گیا۔
''پھر؟'' رشنا نے ہولے سے پوچھا۔
''پھر کیا! میں باز آنے کے لیے تو آگے نہیں بڑھا نا۔'' اویس ہنسا۔
''اویس بالفرض اگر وہ نہیں مانتی تو؟'' رشنا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔
اویس نے ایک لمحہ سانس لی۔''تو بہت گڑبڑ ہو جائے گی رشنا۔میں تو شاید برداشت کرلوں لیکن میرا دل برداشت نہیں کر پائے گا۔بہت برے طریقے سے ٹوٹ جائے گا۔'' رشنا سن رہ گئی۔''اسے ماننا ہی پڑے گا۔'' وہ کہتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔رشنا بیٹھی رہ گئی۔
صبح وہ رحمہ سے پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔''تم نے کیا کہا کل اویس سے؟'' وہ تینوں کاریڈور کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھیں۔
''میں اسے کیا کہوں روشنی؟ اقرار کروں تو میرے بس میں نہیں رہتا، انکار کروں تو وہ خالی ہاتھ رہ جائے گا۔کیا کروں میں؟'' اس نے لمبی سانس لی۔''روحی ایک سال بھی کم رہ گیا ہے ماسٹرز مکمل ہونے میں۔اس کے بعد تو نے ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلے جانا ہے۔تب میرا کیا بنے گا؟ کیسے رہے گی؟''
رحمہ بول نہ سکی۔''روحی جا کے سب کچھ کہہ دے سعدین کو۔'' رائمہ نے زبان کھولی۔
رحمہ کھل کے مسکرائی۔''رومی ایک سال تک مجھے اس کا نام تک پتا نہیں چلا تھا اور بات کرتے ہوئے ہونٹ کانپتے ہیں میرے، زبان لڑکھڑا جاتی ہے۔وہ سرسری سا بھی میری طرف دیکھ لے تو پسینے چھوٹ جاتے ہیں۔کیسے کہہ دوں اسے سب کچھ؟'' وہ بولتی چلی گئی۔
''تو پھر ایسے خود بخود تو پتا نہیں چلے گا اسے۔'' رشنا بولی۔
''میں بات کروں اس سے.....'' رحمہ نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے کاٹ دی۔''خبردار روشنی منگنی شدہ ہے وہ۔میری خاطر اب وہ اپنی منگنی تو توڑنے سے رہا۔نادیہ کو بھنک بھی پڑ گئی تو پورے ڈپارٹمنٹ میں دھوم مچا دے گی۔سب کو پتا چل جائے گا۔روشنی میں ذلیل ہو جاؤں گی۔'' کہتے کہتے وہ یکدم چپ ہوئی تھی۔ان دونوں نے اس کی نظروں کی سمت میں دیکھا۔سعدین کچھ دوستوں کے ساتھ روش پر سے گزر رہا تھا۔رحمہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔''میں آتی ہوں ابھی۔'' کہتے ہوئے وہ دیوانہ وار اس کے پیچھے روش پر بھاگی تھی۔اس کی گود میں پڑا سیل فون دور جا پڑا اور کھل گیا۔رشنا اور رائمہ دونوں دم بخود بیٹھیں

اسے دیکھتی رہ گئیں۔
''رومی! آج کل اتنی ہی چمکیلی رہنے لگی ہیں اویس کی آنکھیں بھی۔'' رشنا ہولے سے بولی تھی۔

☆.....☆

اس دن وہ تینوں یونیورسٹی کی منی مارکیٹ آئی تھیں۔رائمہ نے دانیال اور عائشہ کی ویڈنگ انیورسری کے لیے گفٹ لینا تھا۔گفٹ پیک کروا کے وہ تینوں Pizza شاپ پر آگئیں۔رشنا آرڈر دینے لگ گئی اور رحمہ رائمہ سے باتیں کرنے لگ گئی۔یونہی بولتے بولتے اس کی نظر سامنے والی ٹیبل کی طرف اٹھی اور پھر واپس نہ آسکی۔سعدین اور نادیہ دونوں جوس پیتے ہوئے بڑے خوشگوار موڈ میں باتوں میں مصروف تھے۔اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب ان دونوں نے Pizza پیک کروایا اور کب اس کا ہاتھ تھام کے باہر آئیں۔ان دونوں کی میز کے قریب سے گزرتے ہوئے آخر اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔
صرف ایک بار.....سعدین نے صرف ایک بار نظر اٹھا کر سرسری سا اسے دیکھا اور بس!
ان دونوں کو تب پتا چلا جب رحمہ سے کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا۔''کیا ہوا روحی؟'' دونوں حیران و پریشان وہ پوچھ رہی تھیں۔
''مجھے ہاسٹل جانا ہے۔'' کہتے ہوئے وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔وہ دونوں دم بخود اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆.....☆

وقت رینگتا چلا گیا۔رحمہ کے انتظار میں صرف سعدین کا نام لینا تھا وہ بھی سرگوشیوں میں.....تنہائیوں میں.....اسے دیکھنا.....اسے سننا.....اس سے بات کرنا.....کچھ بھی اس کے اختیار میں نہیں تھا۔
اس نے بہت کوشش کی سعدین کو بھلانے کی۔اسے چاہنے کی.....اسے نہ مانگنے کیا.....مگر وہ بے اختیار تھی۔
''اللہ مسافر کی دعا رد نہیں کرتا۔'' اپنے ہر سفر میں آگے بڑھنے سے پہلے سعدین کو مانگنا جیسے اس پر فرض ہو گیا۔
''اللہ بیمار کی دعا رد نہیں کرتا۔'' بخار میں تپتے ہوئے بھی اس کے لبوں سے سعدین کا نام ہی نکلتا۔
''اللہ تہجد کی دعا رد نہیں کرتا۔'' اس نے تہجد پڑھنا فرض کرلیا۔
رفتہ رفتہ خاموش سے خاموش تر ہوتی چلی گئی۔
سجدوں میں باقاعدگی سی آتی گئی
آنسوؤں میں روانی آتی گئی
نمازوں میں عاجزی آتی گئی
باتوں میں مٹھاس آتی گئی
اور.....
چاہت میں شدت آتی گئی۔
رشنا اور رائمہ دونوں اس کے لیے حد سے زیادہ پریشان تھیں۔رشنا جب اسے اور اویس کو اکٹھے دیکھتی تو اور پریشان ہو جاتی۔اویس کی آنکھوں میں محبتوں کے جہان آمڈ آتے اور رحمہ کی آنکھیں دیکھنے سے

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

انکاری ہو جاتیں۔ اویس کے لبوں پر افسانوں کے افسانے سج جاتے اور رحمہ کے کان سننے سے انکاری ہو جاتے۔

اویس بھائی تھا وہ اسے پیچھے نہ ہٹا سکی۔

رحمہ دوست تھی وہ اسے آگے بڑھنے سے نہ روک سکی۔

اور..... وقت رینگتا چلا گیا۔

لیکن..... آنے والے وقتوں میں کسی ایک کو تو لازمی پلٹنا تھا۔ یا اویس کو یا پھر رحمہ کو۔

☆.....☆

دو دن بعد ڈپارٹمنٹ کا اینول ڈنر تھا۔ رحمہ کے حد درجہ انکار کرنے پر بھی وہ دونوں اسے زبردستی گھسیٹ کر لے گئیں۔ سینکڑوں دفعہ اس کی نظروں نے آڈیٹوریم کا پوسٹ مارٹم کر لیا مگر سعدین کہیں نظر نہ آیا۔ فنکشن ختم ہوا تو رشنا تصویریں بنانے اسٹیج پر چڑھ گئی۔ اسے برا بھلا کہتے ہوئے وہ بھی اس کے پیچھے اوپر آ گئی۔ یونہی اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے سعدین اسے ایگزٹ سیڑھیوں پر سب سے اوپر کھڑا نظر آیا۔ شاید وہ واپس جانے لگا تھا۔ ہر چیز چھوڑ چھاڑ تیز گام کی رفتار کو مات دیتی وہ اسٹوڈنٹس کے رش میں جگہ بناتی اسٹیج سے نیچے آئی تھی۔ سعدین سے دھیما کا عبور کر کے میں ڈور تک پہنچ گیا۔ وہ بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے ہی باہر آئی۔ باہر اکا دکا ہی لوگ تھے۔ اس کے قدموں کی آواز سن کر سعدین نے مڑ کر اسے دیکھا اور وہ وہیں تھم گئی۔ بہت کوشش کی مگر آنکھیں نہ جھکیں۔ سعدین اسے دیکھتے ہوئے گاڑی نکال لے گیا۔ وہ منتشر سانسوں کے ساتھ وہیں کھڑی رہ گئی۔

☆

''یار رومی! یہ میڈم کرن آخر فنکشنز پر کیوں نہیں آتیں؟'' وہ تینوں ڈی گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں جب رشنا نے نقطہ اٹھایا۔

''پکا تو نہیں پتا لیکن شاید سر آصف کی وجہ سے۔''

رشنا اور رحمہ دونوں چونکیں۔ ''مطلب؟''

رائمہ نے دونوں کی طرف دیکھا۔ ''میں نے سنا ہے کہ کسی زمانے میں دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور شاید محبت بھی کرتے تھے۔''

رشنا کی آنکھیں کھل گئیں۔

''پھر پتا نہیں کیوں شادی نہیں ہوئی۔ شاید سر آصف نے انکار کر دیا۔'' رائمہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی۔

''انکار کیوں کیا؟ اچھی بھلی تو ہیں میڈم کرن۔'' رشنا بولی۔

''ہو سکتا ہے صرف میڈم کو اچھے لگتے ہوں سر آصف۔ سر کو کہیں اور شادی کرنی ہو۔'' رائمہ کا اندازہ درست تھا۔

''لیکن اس ساری بات کا فنکشن پر نہ آنے سے کیا تعلق؟'' رحمہ سر کھجا کے بولی۔

''شاید انکار فنکشن والے دن ہوا ہو۔'' رائمہ کا تکا زبردست تھا۔

''یار یہ تو بڑی فلمی سچویشن ہے۔'' رشنا مسکرائی۔

''ویسے بھائی ایک بار بتا رہے تھے کہ سر آصف کی لو میرج تھی۔'' رائمہ دھماکے پر دھماکے کر رہی تھی۔

''سمجھ گئی، محبت صرف میڈم کرن نے کی ہوگی۔ جب سر کو بتایا ہوگا تو ظاہر ہے انہوں نے کہا ہوگا کہ میں تو کہیں اور کمیٹڈ ہوں۔ میڈم کا دل ٹوٹ گیا ہوگا۔ کچھ عرصہ روئی دھوئی ہوں گی پھر گھر والوں نے شادی کر دی ہوگی مگر.....'' رشنا اور رائمہ دونوں بڑی توجہ سے رحمہ کی کہانی سن رہی تھیں۔ ''مگر سوال یہ ہے کہ سر گودھا شادی ہو جانے کے دس سال بعد بھی میڈم کرن نے ٹرانسفر کیوں نہیں کروایا؟''

''میڈم کرن سے پوچھیں؟'' رشنا اپنی ہی رو میں کہہ گئی۔

''شاید اپنی بیوی کی ڈیتھ کے بعد سر آصف کو احساس ہوا ہو اور انہوں نے دوبارہ.....''

رائمہ نے وہیں رشنا کو بریک لگائے۔ ''یاد رکھ میڈم کرن نے طلاق نہیں لی ہے۔''

''تو پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔'' رشنا ناسمجھ سے انداز میں بولی۔

''یہ پیریڈ رحمہ ملک سے پوچھو۔ آج کل اس کا تجربہ زیادہ ہے۔'' رائمہ کھل کے ہنسی۔ رحمہ صرف مسکرا کے رہ گئی۔

''آج کل کون (دوا) مل گئی ہے یا نہیں۔'' رشنا نے اس کے کہنی ماری۔

''تیرا یہ حال میں کاٹ پوچھوں گی۔'' رحمہ نے اسے گھر کا رشنا کھل کے مسکرا دی۔

☆.....☆

اور پھر آخری سیمسٹر بھی گزر گیا۔ بقول رشنا کے رحمہ ان چھ ماہ میں مزید پاگل ہو گئی۔ ہر صبح سعدین کو کاریڈور میں دیکھ کے اس کی صبح مہک جاتی۔ سارا دن ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار بنی رہتی اور جس دن وہ نظر نہ آتا اس دن بات کرنا بھی جرم ہو جاتا۔ رشنا اور رائمہ اسے بلا بلا کے تھک جاتیں۔ گرمیوں کی خاموش صبحوں اور سردیوں کی اداس شاموں میں اس کی ڈائری کا ایک ہی کام رہ گیا۔

تنہا سرد راتوں میں
یہ بھی ہے مشغلہ اپنا
لگا کر ٹیک تکیے سے
اسے بس سوچتے رہنا

سعدین کے کپڑے، کپڑوں کا رنگ، آنے جانے کے اوقات، بات کرنے کا انداز، کھڑے ہونے کا انداز..... ہر چیز اسے ازبر ہو گئی۔ وہ جہاں کہیں نظر آتا، دیوانا وار اس کے پیچھے دوڑ پڑتی، رشنا کو علم ہو گیا تھا کہ تین ماہ بعد سعدین اور نادیہ کی شکاری فکس ہوئی تھی مگر اس نے رحمہ کو نہ بتایا۔ وہ تو شاید صدمے سے ہی مر جاتی لیکن یہ چھ ماہ شاید رحمہ سے زیادہ رشنا کے لیے اذیت زدہ تھے۔ اس کی نظروں کے سامنے صرف دیوانگی کی حدوں کو چھوتی رحمہ ملک ہی نہیں تھی بلکہ عاشقی کی حدوں کو پار کرتا اس کا اپنا بھائی بھی تھا۔ وہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہ سمجھا پائی۔ کسی کو بھی نہ روک پائی۔ رحمہ اویس کا انتظار لمبا کرتی چلی گئی اور وہ بخوشی قبول کرتا چلا گیا۔ جس دن ان تینوں کا تھیسیس جمع ہوا۔ اس رات ہی رشنا نے اویس سے پوچھ لیا۔

''اویس اب ہمیشہ کے لیے چلے جانا ہے اس نے اپنے گھر۔ کیا سوچا ہے تم نے۔'' اویس مسکرایا تھا۔

''پرپوز کروں اسے؟'' رشنا اس کے سوال پر دنگ رہ گئی۔

''اویس وہ نہ مانی تو.....'' رشنا کے ذہن میں رحمہ کا چہرہ گھوم گیا۔ اویس ایک لمبی سانس لے کر آگے کو ہوا۔ ''کیسے نہیں مانے گی۔ مجھے دنیا اچھی نہیں لگتی اب اس کے بغیر۔'' رشنا اس کے لفظوں کی سرکشی سے

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

خوفزدہ ہوگئی۔

☆.....☆

آج اسے گھر واپس جانا تھا۔ سارا سامان سمیٹ کر وہ ڈپارٹمنٹ آگئی۔ رشنا اور رائمہ سے بھی ملنا تھا اور.....سعدین کو بھی دیکھنا تھا۔ تقریباً دو تین گھنٹے وہ دونوں اس سے گلے مل مل کے روتی رہیں۔ پھر یونہی بے مقصد کاریڈور میں پھرتی رہیں مگر سعدین کہیں نظر نہ آیا۔ رحمہ کا دل بجھنے لگا۔ ''رشنا میں اب چلتی ہوں۔'' رشنا اس کے لہجے کی اداسی جان گئی۔

''کچھ دیر اور انتظار کرلے۔'' وہ بولی۔ تو رحمہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

''روحی تیرا یہاں یہ حال ہے تو گھر جا کے کیا کرے گی؟'' وہ بول نہ سکی۔

''ایک بار بات کرلیتی اس سے۔'' رائمہ نے پھر مشورہ دیا۔

''مجھ میں نہیں ہے ہمت۔'' رحمہ آنکھیں رگڑتے ہوئے بولی۔

''روحی! شاید وہ تجھے آہستہ آہستہ بھول جائے۔ یہاں تو نظروں کے سامنے ہوتا ہے تو شاید بھلانا مشکل ہے لیکن جب نظر ہی نہیں آئے گا تو بھول بھی جائے گا۔'' رائمہ نے اسے دلاسہ دیا۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہوگیا.....'' رحمہ مسکرائی تھی۔

''میں نے ان دو سالوں میں اس کی وجہ سے اتنا کچھ سیکھا ہے کہ اب کوشش بھی کروں تو وہ ذہن سے نہیں نکلے گا۔ رومی میں نے اپنی دعاؤں میں اتنی اپنے لیے بخشش نہیں مانگی جتنا اسے مانگا ہے۔'' رحمہ کی آواز بھرا گئی۔

''روحی.....اوئیس.....'' رشنا نے اسے کہو کا دیا۔ رحمہ کا دل ڈوب سا گیا۔ نہ جانے کیا ہونے والا تھا۔ اویس کو ایک نظر دیکھتے ہوئے وہ واپس جانے کے لیے مڑی۔ ''خدا حافظ۔'' وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہی دوسری طرف مڑی تھیں۔ رحمہ ابھی ان سے دو تین قدم آگے ہی گئی تھی کہ اویس کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

ہماری استقامت سے زمانہ خوب واقف ہے
نہ نظریں بدلیں نہ ہم نے یار بدلے ہیں

رشنا اور رائمہ دونوں نے پلٹ کے اویس کو دیکھا۔ رحمہ پلٹ بھی نہ سکی۔ اویس ہولے ہولے چلتا ہوا وہ قدم آگے آیا۔ ''میری زندگی کے گزرے 25 سال شیشے کی طرح شفاف ہیں رحمہ ملک۔ جہاں سے بھی چاہے پرکھ لو۔'' رحمہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ ''دو سال پہلے اس سیٹیشن پر کھڑے ہو کر تمہیں منزل بتایا تھا۔ آج دو سال کے بعد بھی منزل تم ہی ہو۔'' رحمہ ساکت کھڑی تھی۔ اویس چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور پھر ہولے سے اسے دونوں کندھوں سے تھام کے سیدھا کیا۔ رحمہ کی دونوں آنکھیں پانیوں سے لبریز تھیں۔

''رحمہ میں اس لمحے تم سے زیادہ کچھ نہیں مانگوں گا۔ نہ کوئی اقرار، نہ کوئی اظہار نہ کوئی وعدہ، نہ کوئی لفظ محبت اور نہ ہی کوئی خوب صورت فقرہ..... کچھ بھی نہیں، صرف ایک سادہ سی چیز چاہیے۔ تمہاری ہاں۔'' اویس کہتے ہوئے ہولے سے اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ بند ہتھیلی اس کے سامنے کی اور ہولے سے کھول دی۔ رشنا اور رائمہ دونوں چپ کھڑی تھیں۔

''صرف ایک ہاں رحمہ! اس کے بعد ہر فاصلہ، ہر رکاوٹ، ہر حد میں خود ختم کرلوں گا۔ تمہیں عزت

کے ہر اعلیٰ مقام کے ساتھ اپناؤں گا۔ وعدہ ہے میرا کہ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔'' رحمہ کی پلکیں اور لب دونوں لرزنے لگے۔ سانسیں جیسے اس سے لڑنے لگی تھیں۔

''میں تم سے تمہاری مرضی شاید کبھی نہ پوچھ سکوں کیونکہ میری محبت بہت کم ظرف ہے۔ تمہیں کسی اور کا ہوتے دیکھ نہیں پائے گی۔'' رحمہ کی برداشت ختم ہوگئی۔ آنسو بے دریغ گالوں پر بہنے لگے۔

''بس تمہاری ہاں.....''

اویس دھیرے سے بولا۔ رحمہ اس لمحے دوراہے پر کھڑی تھی۔

ایک طرف اویس تھا.....مکمل حقیقت۔

دوسری طرف سعدین تھا.....صرف ایک خیال۔

ایک طرف اویس تھا.....صرف اور صرف اس کا۔

دوسری طرف سعدین تھا.....کسی اور کا۔

ایک طرف سب کچھ تھا..... پیار محبت چاہت وفا ساتھ۔

دوسری طرف کچھ بھی نہیں تھا۔

بظاہر فیصلہ بہت آسان تھا۔

ایک درست اور ایک غلط۔

کہتے ہیں کہ ایک درست اور ایک غلط کے درمیان فیصلہ کرنا بہت آسان ہوتا ہے جو کہتا ہے وہ ذرا آگے دیکھنا۔

آگے دیکھا اس کمزور لڑکی کو بھوت کو چن نہیں پا رہی تھی اور غلط کو چھوڑ نہیں پا رہی تھی۔

''رحمہ صرف تمہاری ایک ہاں۔'' اویس بولا تھا۔ رحمہ کے لبوں کی لرزاہٹ رفتہ رفتہ ہچکیوں میں بدل گئی۔ آنسو بڑی فرصت سے بہے چلے آرہے تھے۔

''اویس پلیز بس کرو۔'' رشنا اس کی نازک حالت دیکھ کر آگے کو آئی مگر اویس نے اس کی کلائی پکڑ کے اسے وہیں روک دیا۔

''صرف ایک ہاں۔'' اویس اڑ گیا تھا۔

''اگر میں منع کردوں تو؟'' رحمہ نے سوچا۔ ''تو وہ وجہ پوچھے گا۔ اور اگر میں

''اور وجہ.....'' اس نے چاروں طرف نظریں گھمائیں۔ وجہ کہیں بھی نہیں تھی۔ وجہ صرف ایک خواب تھی، خیال تھی۔

آنسوؤں کی پشت سے آنسو گرتے ہوئے اس نے اویس کی ہتھیلی پر سے رنگ اٹھائی اور ایک لفظ بھی کہے بغیر آگے بڑھ گئی۔ رشنا اور رائمہ اس کی پشت دیکھ کر رہ گئیں۔ اویس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیمسٹری ڈپارٹمنٹ کی حدود سے باہر نکلتے ہی وہ ٹھٹھک گئی۔ سعدین اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ لاپرواہ.....انجان رحمہ کو لگا کہ وہ چند سیکنڈ بھی اور ٹھہری تو شاید اس کا فیصلہ بدل جائے۔ روانی سے بہتے آنسوؤں کو روکتی وہ سر جھکائے تیزی سے اس کے پاس سے گزر گئی اور سعدین حیران نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

شاید یہ اس کی محبت کا اختتام تھا۔

(باقی آئندہ ماہ)

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

مہرین کنول

دیکھا ایک خواب تو یہ سلسلے ہوئے

''رنبیر! آپ اتنی تیز ڈرائیونگ کر رہے ہیں۔ تھوڑی آہستہ چلائیں گاڑی۔ مانا آپ فلموں میں بہت گاڑیوں کو چیز کرتے ہیں یہ صرف سینما کے پردے پر ہی اچھا لگتا ہے۔ میں حقیقت میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتی اسکرین تک تو ٹھیک ہے۔'' زارا خوف زدہ نظر آ رہی تھی اور رنبیر محظوظ ہو رہا تھا مگر زارا کوئی بات بولے اور وہ نہ مانے یہ تو ناممکن تھا۔ رنبیر کپور نے گاڑی کی رفتار نارمل کر دی ہی تھی تو زارا کا موڈ کچھ بحال ہوا تھا۔

''مائی ڈیئر گرل فرینڈ پی'' رنبیر کپور زارا کی چھوٹی سی ناک کو چھو کر بولا تو وہ مسکرائی خفگی ظاہر کرنے لگی۔

''ایسے نہیں پہلے آپ بتائیں مجھے آپ کہاں لے کر جا رہے ہیں؟'' وہ اپنا بالوں کا پف جھٹکا اس سے پوچھنے لگی۔

''آج آپ کو شاپنگ کرانے لے کر جا رہا ہوں۔'' گاڑی ایک شاندار شاپنگ مال کی عمارت کے پورچ پر کھڑی کرتے ہوئے وہ بولا۔

''کیا واقعی..... مگر موصوف کتنے تک کی شاپنگ کر سکتے ہیں؟'' وہ اس کا ضبط آزمانے کو بولی۔

''جس چیز پر ہاتھ رکھو گی چاہے کتنے کی ہی ہو جان دلبر کو ضرور دلاؤں گا۔'' وہ زارا کے قدموں پر بیٹھتا سر خم کر کے بولا تو وہ ہنس دی۔

''زارا! یہ آپ ٹائٹس لیں اور شارٹ شرٹ۔'' رنبیر نے ڈریسز کی شاپ پر رکھی ڈمی پر اشارہ کیا تو اس کو پتنگے لگ گئے۔

''یہ کیا ہے بے ہودگی ہے رنبیر میں مشرقی لڑکی ہوں ایسے کپڑے نہیں پہنتی کوئی شلوار سوٹ دلاؤ چاہے بنارسی اسٹائل کا ہو۔'' وہ ٹائٹس اور شارٹ شرٹ کو نظر انداز کرتی آگے بڑھ گئی۔

''رنبیر! یہ ڈریس کافی اچھا ہے سونے چاندی کی کڑھائی سے مزین کتنا دلکش ہے تقریباً پچاس لاکھ کا ہے۔'' وہ اس کی طرف دیکھ کر ناز سے بولی۔

''تمہارا عشوہ ہی تو مجھے لے ڈوبا ہے زارا! یہ ڈریس پیک کروا دو۔'' رنبیر نے کریڈٹ کارڈ سیلز مین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''عشوہ! رنبیر تم اتنی خالص اردو بھی بول سکتے ہو۔'' زارا بے یقینی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''تمہارے پیار میں اپنی زبان ہی بھول گیا ہوں تو تمہاری زبان سواسی پر کام چلا رہا ہوں۔'' زارا اس کی بات سن کر نظریں جھکا گئی۔

''چلو اب میرے ساتھ پاس ہی جیولرز سے بھی کچھ شاپنگ کر لیں۔'' پھر زارا کا ہاتھ تھام کر جیولرز کی شاپ پر گیا۔

''ارے بھئی جو ڈائمنڈ کا سیٹ میں نے آرڈر کیا تھا بن گیا۔''

''اتنے دمکتے چمکتے ہیرے یہ میرے لیے۔'' زارا کو چکر آنے لگے تھے۔

''یہ تو پانچ کروڑ کا سیٹ ہے تمہارے لیے تو میں کوہ نور ہیرا تک لا دوں گا۔'' یہ سننا تھا کہ وہ رنبیر کے کندھے پر جھول گئی۔ پانی کے چھینٹیں اس کے صبیح چہرے پر پڑنے لگیں تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

"رنیر! مجھے سنبھالو۔" وہ چیخی تھی پھر خود ہی سامنے افرا پر نظر پڑی جو پانی کا گلاس تھامے اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔

"اف اللہ کتنا اچھا سیٹ خرید کر دیا تھا رنیر نے اور تم نے جگا دیا۔" زارا نے ہوش کی دنیا میں آ کر اپنی کزن افرا کو دیکھا تو اپنے سہانے خواب کا ذکر کرنے لگی۔

"اوہو! رنیر کپور کو خواب میں دیکھ رہی تھیں۔" افرا اپنی ہنسی ضبط کر کے ہاتھ نچاتے ہوئے بولی۔

"ہاں افرا! رنیر کپور مجھے شاپنگ کرا رہا تھا پتہ ہے ڈائمنڈ جیولری کا سیٹ مجھے گفٹ کر رہا تھا اور تم نے اسی وقت اٹھا دیا۔"

"بلی کو خواب میں چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں اب یہ رنیر کپور کے خواب سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آؤ ساڑھے سات بج رہے ہیں جلدی کرو یونیورسٹی نہیں جانا۔ دیر ہو رہی ہے۔" افرا کپڑے چینج کر کے آئی تھی اور زارا کی خواب رنیر کپور کی گردان سن کر وہ تلملائی تھی سو اب وہ اسے اٹھا کر باتھ روم کی راہ دکھا رہی تھی۔

ڈائننگ ٹیبل پر وہ دونوں ناشتہ کرنے بیٹھی تھیں صائمہ بیگم بھی جاء نماز مسلح سے اٹھ کر تسبیح دیوار پر لگی کیل پر لٹکا کر خود بھی ڈائننگ ٹیبل کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئیں۔

"اے لڑکی! یہ روز روز اس رنیر کپور کے خواب کیوں دیکھتی ہے۔" دادی کی بات پر وہ سٹپٹا کر افرا کی طرف دیکھنے لگی۔

"افرا کو کیا دیکھتی ہے میں بھی تیرے پاس سے ہی گزری تھی یہ سب اچھے طور طریقے نہیں ہیں۔ فلمی لوگوں کے بھی کوئی خواب دیکھتا ہے بھلا۔" وہ منہ بسور کر بولیں۔

"دادی! میں یہ خواب جان بوجھ کر تھوڑی دیکھتی ہوں خود بخود آ جاتے ہیں۔" زارا نے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی۔

"ارے ہماری افرا بھی تو ہے وہ تو ایسے خواب نہیں دیکھتی۔" حسینہ نے موقع دیکھ کر افرا کی تعریف کی تو صائمہ بز بز ہوئیں۔

"ارے تو سب کو خواب ایک جیسے کہاں آتے ہیں کچھ جاگتے میں خواب دیکھتے ہیں کچھ سوتے میں یہ خواب تو ایسے ہیں جنہیں زارا سوتے میں دیکھتی ہے۔ دن بھر کا کوئی بھی کام یا سوچ رات کو خواب کی صورت انسان دیکھتا ہے۔ ان کا سر پیر تو کوئی ہوتا نہیں ہے میری زارا تو بڑی شریف بچی ہے اس کے باپ نے ہی بچوں کو فلمیں دکھا دکھا کر بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔" صائمہ دادی ایسی ہی تھیں زارا کو خود کچھ بھی سنا لیں مگر کسی اور کو زارا کے خلاف کچھ بھی بولنے سے باز رکھتیں۔ اسی لیے انہوں نے زارا کی حمایت میں اپنی توپوں کا رخ اپنے بیٹے ہمدانی پر کر دیا تھا۔

"ماں جی! آپ مجھے غلط مت سمجھیں۔ افرا جیسی میری بیٹی ہے ویسی ہی مجھے زارا بھی عزیز ہے۔" حسینہ کچھ شرمندہ سی نظر آ رہی تھیں۔ وہ افرا کو ہمیشہ ہی فوقیت دیتی تھیں۔ ان کی اس عادت سے گھر کا ہر فرد واقف تھا۔ بیٹا لندن میں تعلیم حاصل کرنے گیا تھا۔ کاروبار سنبھالا تھا۔ زارا کی ماں فلک اطہر میں کچھ زیادہ ہی [illegible] اس کے لیے اپنے ہاتھ سے بنے ہوئے [illegible] بھیجتی تھیں۔ کبھی کبھی فون پر بات بھی کر لیتی تھیں۔ جب کہ زارا اور افرا اپنی پڑھائی پر توجہ دیتی تھیں۔ سو ناشتہ کرنے کے بعد افرا اور زارا یونیورسٹی پہنچ گئیں۔

"زارا میں تو کلاس لینے چلی تم کیفے ٹیریا چلی جاؤ۔" افرا بی ایس سی سیکنڈ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی جب کہ زارا بی ایس سی فرسٹ ایئر میں تھی اسی لیے ان کی کلاسز الگ الگ ٹائمنگ میں ہوتی تھیں۔ وہ کیفے ٹیریا چلی آئی تھی۔ کلاس ایک گھنٹے بعد شروع ہوتی تھی۔ ٹیبل پر رکھی چاٹ سے لطف اندوز ہوتیں اس

کی دوستوں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے بلایا تو وہ ان کی طرف چلی آئی۔

"آؤ بیٹھو زارا! چاٹ کھاؤ ہمارے ساتھ۔" سعدیہ نے اپنی چاٹ اس کی طرف بڑھائی جسے ابھی ابھی ویٹر ٹیبل پر رکھ کر گیا تھا۔

"تھینک یو سمیعہ! مگر ابھی میرا دل نہیں چاہ رہا۔" زارا نے نفی میں سر ہلا کر کہا تو اس کی دوست لبنیٰ اسے حیرت سے دیکھنے لگی کہ زارا تو چاٹ کی دیوانی تھی اب اس طرح سے اس کا انکار سن کر سعدیہ بھی متعجب نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیا کوئی خبر وغیرہ دیکھ لیا تم نے؟" انا کے سوال پر زارا کا اس کو جواب دینے کا دل چاہا کیا سمجھ پائی تھی اس نے۔

"ہاں کچھ ایسا ہی سمجھو۔" زارا نے جواب دیا۔

"اچھا تو کسی ان دیکھے چہرے نے خواب میں آ کر تنگ کر دیا کیا؟" لبنیٰ اپنی رومانٹک فطرت کی بنا پر بولی تو سب دوستوں نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ سنجیدہ ہو کر اپنے پر انگلی رکھ گئی۔

"ارے ان دیکھا نہیں دیکھا بھالا بلکہ تم سب کا دیکھا بھالا بلکہ سارے زمانے کا دیکھا بھالا میرے خوابوں میں کئی دنوں سے آ رہا ہے بلکہ آ رہے ہیں۔" زارا ڈسٹرب سی اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتی بولے جا رہی تھی۔

"کون ہے آخر وہ؟" سب نے ایک [illegible] ہو کر پوچھا تجسس ان کے چہروں پر چمک رہا تھا۔

"رنیر کپور۔" زارا نے بتایا تو سب ہی کی [illegible] کے [illegible]

"[illegible] بہت بڑا جوک سنایا ہے میں نے جو اس طرح مذاق [illegible] ہوتم لوگ۔" وہ غصے سے بولی۔

"ارے رنیر کپور کے خواب تو ہر لڑکی دیکھتی ہے تم نے دیکھ لیا تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔" سمیعہ اپنی ہنسی ضبط کر کے اس سے پوچھنے لگی۔

"یار! یہ ہی تو پریشانی ہے میں جان بوجھ کر رنیر کو خواب میں نہیں دیکھتی اور کسی بھی ایکٹر کے لیے اس حد تک کریزی بھی نہیں ہوں۔" زارا کی پریشانی حد سے سوا دیکھ کر وہ سب سنجیدہ ہو گئیں۔

"افوہ زارا تم ناں کمال کرتی ہو۔ روز تمہارے گھر میں انڈین فلمیں دیکھی جاتی ہیں اور مجھے یاد ہے تم رنیر کپور کی ایکٹنگ بھی پسند کرتی ہو۔" لبنیٰ نے بات کو ہلکے پھلکے انداز میں بتایا۔

"تو پھر؟" زارا نے کہا۔

"تو پھر یہ کہ جناب دن بھر جو ہم کام کرتے ہیں تو کوئی بھی بات یا سوچ رات کو خواب میں ہم دیکھتے ہیں یہ بس ایسے ہی فلمیں دیکھ دیکھ کر تمہیں ایکٹرز کے بارے میں خواب آ رہے ہیں۔ تم پریشان مت ہو۔" لبنیٰ نے عقل مندی کی بات کہی تھی۔ سب ہی متفق نظر آ رہی تھیں خاص کر زارا۔

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو لبنیٰ! میری دادی نے بھی مجھ سے یہ ہی کہا تھا اور میں پھر بھی پریشان ہو رہی ہوں۔" زارا نے اپنے کھلے بالوں کو کیچر سے بند کیا اور ویٹر سے چائے آرڈر کرنے لگی۔

"زارا بیٹا! تمہاری پڑھائی کیسی چل رہی ہے آج کل۔" ہمدانی لان میں بیٹھے زارا سے گفت شنید کے موڈ میں نظر آ رہے تھے اور وہ بھی انہیں چائے سرو کر کے ان کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ صائمہ دادی وہیں ایک طرف کروشیہ سے ٹوپی بن رہی تھیں۔

"ایک [illegible] کلاس چل رہی ہے پاپا! بس کل یونیورسٹی نہیں جاؤں گی کیونکہ کل کوئی بھی کلاس نہیں ہے ایسے ہی فضول میں جانا حماقت ہی ہوگی۔" وہ سنجیدگی سے بتا کر چائے کے سپ لینے لگی۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Pdfdigest.com

"چلو یہ تو بہت اچھا ہوا کل تم چھٹی کر رہی ہو میں بھی آج رات کو تمہیں اپنے ساتھ دکھانے کے لیے پرانی فلمیں لایا ہوں بہت اپنے زمانے کی فلمیں دیکھتی ہو ہمارے دور کی فلمیں دیکھو گی تو خود بھی متاثر ہو جاؤ گی۔ اس دور کے بھی کیا دن تھے کیا فلموں کی کہانیاں ہوتی تھیں۔" ہمدانی بڑے شوخ موڈ میں تھے پاس بیٹھی صائمہ کا ایک دم پارہ چڑھا تھا۔

"چپ کر موئے عمر بڑھاپے کو چھو رہی ہے۔ بیٹی کو ابھی تک چار سال کی سمجھتا ہے۔ اپنے شوق اپنے تک ہی محدود رکھا کریں بچی کے ذہن میں خرافاتیں ہی ڈالتا رہتا ہے۔ دیکھ فلمیں دیکھتا رہتا ہے آفس سے آکر تھکاوٹ بھی نہیں فلموں کو دیکھ کر اتارتا ہے۔" صائمہ جل بھن کر اسے سنا رہی تھیں اور وہ اپنی ماں کی ڈانٹ سن کر اپنی کے سامنے خجالت محسوس کر رہے تھے۔

"دادی! آپ کیوں ناراض ہوتی ہیں پاپا سے آخر انہیں مجھ سے اپنے پرانے وقت اور دور کی باتیں کرنا اچھا لگتا ہے میں ان کی اکلوتی اولاد ہوں ان کا بیٹا بھی ہوں اس لیے میں پاپا کی بیسٹ فرینڈ ہوں۔ میرے ساتھ فلمیں دیکھ کر اپنی یادوں کو مجھ سے شیئر کرتے ہیں تو اس میں کیا قباحت ہے۔" زارا ہمدانی صاحب کی حمایت میں کہنے لگی۔

☆.....☆

"ارے اطہر بھائی! آپ اتنی اچانک رات کو لندن سے آنے کی اطلاع دیے بغیر آ گئے..... بہت زیادہ خوشی دی ہے آپ نے تو۔" افرا بے ربط جملوں میں اپنے جذبات کو محبت کے الفاظ میں کہنے لگی۔ حسینہ اور دادی بھی رات کے اس پہر جاگ رہے تھے۔ افرا کی آواز پر وہ دونوں چونکی تھیں۔

"ارے میرا اطہر آ گیا۔" دادی اور حسینہ نے ایک ساتھ ہو کر کہا اور اطہر کے لیے اپنی بانہیں کشادہ کر دیں۔ اطہر دونوں کے گلے سے لگا۔

"کیسا لگا آپ لوگوں کو میرا سرپرائز۔" وہ بڑی محبت سے پوچھنے لگا۔

"ارے سرپرائز تو اچھا لگا مگر اطلاع کر دیتا تو تیری راہوں میں پھول نچھاور کرتے۔" دادی اسے پیار سے پچکارتے ہوئے بولیں۔ "ارے دادی پھر اتنے خوشی کے پھول آپ سب کے چہرے پر دیکھنے کو کیسے ملتے وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لاڈ سے کہنے لگا۔ اطہر کی نگاہیں پورے گھر کی طرف ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے کسی کی متلاشی ہوں۔

"اطہر بھائی! آپ کسے دیکھنا چاہ رہے ہیں۔" افرا نے اسے چھیڑا تو وہ مصنوعی غصہ سے اسے گھورنے لگا تو افرا نے کان پکڑے تو وہ ہنس دیا۔

"ضرور میرا پوتا زارا سے ملنا چاہ رہا ہوگا۔" دادی اطہر کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولیں۔

"اور نہیں تو کیا کل فون پر ہی آپ نے جو انکشاف کیا تھا مجھ سے رہا نہ گیا اور سیدھا فلائیٹ پکڑ کر چلا آیا۔" وہ بولا

"ہاں انکشاف ہی ہے نا کہ زارا تمہاری چہیتی کی منگیتر ہے۔" دادی نے اسے کہنے لگیں۔ افرا جو کچھ دیر پہلے کچن سے گرم دودھ لے کر وہاں سے گزرنے لگی تو اطہر نے نظروں سے اس کا تعاقب کیا۔

"افرا کہاں چلیں۔" اطہر نے پوچھا۔

"بھائی زارا کو گرم دودھ دینے جا رہی ہوں۔" اس نے بتایا تو وہ بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔

"ارے تم کہاں چلے؟" دادی نے اسے اس طرح اٹھ کر افرا کے ساتھ جاتے دیکھا تو بولیں۔

"ارے دادی! زارا کا دیدار کرنے جا رہے ہیں بھائی اجازت دیجیے۔" افرا نے پھر سے چھیڑا تو دادی ہنس دیں۔

"بہت بگڑ گئی ہے افرا۔" اطہر نے ہلکی سی چپت افرا کے سر پر ماری۔ افرا زارا کے کمرے کے اندر اطہر کے ساتھ داخل ہوئی تھی۔ خوب صورت آنکھیں پلکوں کی باڑ سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ گوری دمکتی رنگت معصومیت چہرے پر ٹپک رہی تھی۔ وہ شاید گہری نیند میں سو رہی تھی۔ اس کے بیڈ کے قریب ٹیبل پر افرا نے گرم گلاس کا دودھ رکھا تھا۔ اطہر زارا کو دیکھ کر دم بخود تھا کہ اچانک زارا کا ہاتھ دودھ کے گلاس کی طرف سوتے میں گرنے لگا بر وقت اطہر نے اس کا ہاتھ گرم دودھ سے بچانے کی لیے تھام لیا تھا اور زارا نے اپنا ہاتھ اطہر کے ہاتھ سے چھڑا کر بڑبڑانے لگی۔

"ہٹو چھوڑو میرا ہاتھ شاہ رخ میں زبیر کے پاس جا رہی ہوں۔" زارا کے الفاظ سن کر اطہر کا سارا کا سویا ہوا چہرہ دیکھ کر خفت سے منہ سورج کمرے سے باہر نکل گیا۔ افرا بھی اس کے پیچھے ہوئی تھی۔ انسان کے دل کے اندر وہ بھی اس دل میں جہاں محبت بستی ہے وہاں غلط فہمی کی دراڑ سب کچھ ختم کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اسی غلط فہمی کو دور کرنے کی سعی میں افرا اطہر کے کمرے میں چلی آئی تھی اور اطہر جو صوفے کی پشت پر اپنا سر ٹکا کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے بالوں میں پیوست کیے بیٹھا تھا افرا کی آہٹ پر سیدھا ہو کر اس سے استفسار کرنے لگا تھا۔

"یہ شاہ رخ اور زبیر کون ہیں؟ ایک کنواری لڑکی سوتے میں کن انجان لڑکوں کے خواب دیکھتی ہے۔" اطہر کے چبھتے ہوئے لہجے میں کیا گیا سوال افرا کو ایک آنکھ نہ بھایا۔

"بھائی حد ہوتی ہے زارا کی بات پر کسی کے دامن پر کیچڑ اچھالنے میں آپ نے ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔ شاہ رخ اور زبیر فلمی ایکٹر ہیں جو زارا کے خواب میں آتے ہیں۔ اس کے پاپا کی وجہ سے اسے فلمیں دیکھنے کا شوق ہے بس اسی لیے۔" وہ بتانے لگی تو وہ طنزیہ مسکرایا۔

"مجھے ایسی لڑکیاں بالکل بھی پسند نہیں جو اس طرح فلمی ہیرو کو خوابوں میں دیکھتی ہیں۔ میں نے کبھی خواب میں بھی سوچا نہ تھا کہ میری منگیتر اس طرح بھی کر سکتی ہے اتنے سالوں بعد مجھے تم سے اور دادی سے فون پر پتہ چلا تھا کہ زارا کی مجھ سے منگنی بچپن میں ہی ہو چکی ہے۔ نہ ہوتی تو اچھا تھا محبت کے پھول اتنی جلدی مرجھا گئے ہیں میرے دل میں۔" وہ کٹھور بن کر بولا تو افرا تاسف سے اسے دیکھنے لگی۔

"بھائی! زارا بہت معصوم سادہ اور بھلی لڑکی ہے۔ میں جانتی ہوں اسے وہ آجکل کی لڑکیوں کی طرح نہیں ہے۔ اسے جس رنگ میں رنگو گے وہ اس میں رنگ جائے گی۔ اس نے آج تک کسی لڑکے کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ آپ تو جانتے ہیں ہمدانی چاچو فلمیں دیکھنے کا کس قدر شوق ہے وہی شوق وہ زارا سے شیئر کر کے اپنے دن پورا کرتے ہیں۔ آپ اس سے شادی کر کے آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ زارا کو یہ بھی نہیں پتہ کہ اس کی منگنی اس سے ہوئی ہے اگر آپ کوشش کریں تو اس کے خوابوں کو اپنی تصویر دے دیجیے۔" افرا کے آنسو تھے اور اس کی خلوص بھری پیاری باتوں سے اطہر کا دل پسیج گیا اور اس نے شرمندہ سا صوفے سے اٹھ کر افرا کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں سے تھاما۔

"میری بہن بہت سمجھدار ہو گئی ہے اپنے بھائی کو فوراً احساس دلا دیا تم چاہتی ہو ناں کہ میں زارا کے خوابوں میں آؤں تو میری بات ماننا اور گھر میں سب کو منع کر دینا ابھی زارا کو ہماری منگنی کے بارے میں کچھ بھی نہ بتانا۔" اطہر نے افرا کی چھوٹی سی ناک کو چھو کر اس کی آنکھوں سے نکلے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔ تو افرا اثبات میں سر ہلا کر ہنس

Ridadigest.com
www.books.urdutube.net
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

دی۔

''زارا بیٹا! ایسے کیوں بیٹھی ہو یونیورسٹی نہیں جانا کیا؟'' زارا اپنے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھی ہوئی کافی پریشان لگ رہی تھی۔ دادی جو اسے اٹھانے کے لیے آئی تھیں یوں اسے بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

''دادی! میں خواب کی وجہ سے پریشان ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''اب کس ہیرو کا خواب دیکھ لیا؟'' وہ بھی پوچھنے لگیں۔

''دادی! فلمی ہیرو میرے اتنے پسندیدہ بھی نہیں ہیں کہ میں ان کے بارے میں خود سے کچھ بھی سوچوں اور خواب میں کچھ بھی دیکھوں ذرا سوچیں ہمارا کلچر، ہمارا مذہب اس بات کی اجازت نہیں دیتا الگ کلچر اور مذہب کے لوگوں سے کوئی رشتہ منسلک نہیں ہوسکتا یہ لوگ بس انٹرٹینمنٹ کی حد تک اچھے لگتے ہیں۔'' دادی اس کی سمجھداری کی قائل ہوئی تھیں۔

''مجھے یقین ہے میری زارا بڑی تعریف اور پیاری بچی ہے اور میری دعا ہے تمہاری ان خوابوں سے جان چھوٹ جائے۔'' وہ اسے دعا دینے لگیں۔

''دادی! آپ کے چہرے پر کچھ خاص خوشی چھلک رہی ہے۔'' صائمہ کے چہرے پر طمانیت و خوشی دیکھ کر وہ پوچھنے لگی تو صائمہ مسکرانے لگیں۔

''ارے اظہر لندن سے آگیا ہے میں تو تمہیں بتانا بھول گئی۔'' وہ بتانے لگیں۔

''کیا اظہر بھائی لندن سے آگئے؟ کب آئے؟'' وہ خوشی سے پوچھنے لگی۔

''ارے کل رات کو ہی آیا ہے اور ابھی اس سے نہیں ملنا۔ بچہ سو رہا ہے اپنے کمرے میں یونیورسٹی جاؤ پھر آکر مل لینا۔ وہ اب یہیں ہے۔'' وہ زارا کا اتاولا پن دیکھ کر بولیں اور زارا اپنی جگہ منہ بسور کر یونیورسٹی کی تیاری کے لیے اٹھنے لگی۔

☆.....☆

''کیا افرا ہمارے ساتھ نہیں چل رہی اظہر بھائی؟'' زارا نے یوں اچانک سے اظہر کا اس کو کہیں لے جانے کا پروگرام بناتے دیکھا تو پوچھنے لگی کیونکہ وہ افرا کے بغیر کہیں آتی جاتی نہیں تھی۔

''زارا اظہر بھائی کے ساتھ جارہی ہو کسی غیر کے ساتھ نہیں مجھے اپنا اسائنمنٹ کمپلیٹ کرنا ہے۔'' افرا نے زارا کو اپنی طرف دیکھتے پاکر اکا سا جواب دیا۔

''زارا! اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔ افرا کو میں کسی اور دن لے جاؤں گا تم جلدی سے تیار ہو کر آؤ میں گاڑی میں بیٹھ کر ویٹ کرتا ہوں۔'' اظہر گاڑی کی چابی اپنی انگلی میں گھماتا ہوا بولا اور تھوڑی ہی دیر میں زارا لیس سا گرین خوب صورت سا سوٹ زیب تن کر کے اظہر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی تھی۔ کار تارکول کی سڑک پر رواں کتنی ہی خوب صورت نزارگاہوں سے گزر رہی تھی۔ جب ہی زارا کے ہونٹ ہلے تھے۔

''اظہر بھائی! آپ مجھے لے کر کہاں جارہے ہیں۔'' زارا نے اس سے پوچھا۔

''اپنے خوابوں کی تعبیر کے لیے جارہا ہوں۔'' وہ مسکرا کر گاڑی کی رفتار تیز کرتے ہوئے بولا۔

''مجھے کچھ عجیب لگ رہا ہے بس چہرہ بدل کر باقی سب کچھ ایسے ہی ہو چکا ہے۔'' وہ کہنے لگی تو وہ چونکا تھا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے پوچھا۔

''آپ بالکل رنبیر کپور کی طرح تیز گاڑی ڈرائیو کر رہے ہیں اور اسی کی طرح مجھے کہیں لے جارہے ہیں۔'' زارا کی بات پر اظہر ششدر رہ گیا تھا۔

''مگر اظہر بھائی! رنبیر نے میرا خوف زدہ چہرہ دیکھ کر گاڑی آہستہ کرلی تھی مگر آپ نے گاڑی اور تیز

کردی ہے۔'' زارا اظہر کی ریش ڈرائیونگ سے کچھ ہراساں نظر آرہی تھی۔

''کیونکہ میں رنبیر نہیں ہوں۔'' اظہر اس وقت غصے میں آگیا تھا جلد ہی وہ ایک شاندار شاپنگ مال کے پورچ پر کار روک گیا۔

''کیا عجیب اتفاق ہے رنبیر بھی مجھے ایسے ہی شاپنگ مال میں لے کر آیا تھا۔'' اظہر کی برداشت ناقابل دید تھی۔ زارا کو لے کر وہ شاپنگ سینٹر میں داخل ہوا تھا۔

''زارا! تم اپنی پسند سے شاپنگ کراؤں گا۔'' اس کا انداز حکمیہ تھا۔

''مگر رنبیر نے تو مجھ سے پسند سے شاپنگ کرائی تھی۔ ہاں کچھ اپنی پسند سے بھی۔'' اسے یاد آیا تو وہ اور انکشاف کرنے لگی۔ اظہر کی بھنچیں لیے۔ دولاکھ کی خوب صورت وائٹ پرنسز جازب نظر تھی۔ زارا کو بھی بہت پسند آئی تھی۔ اظہر پسند لا جواب تھی۔ فوراً زارا کے لیے خرید لی تھی۔

''تھینک یو زارا!'' اظہر نے اسے میکسی کا شاپر پکڑایا۔

''ہاں مگر رنبیر نے پچاس لاکھ کا سونے چاندی کی کڑھائی سے مزین ڈریس دلایا تھا۔'' وہ اس وقت خاموش رہتے ہوئے ڈائمنڈ جیولرز کے پاس اسے لے گیا۔ اب بھی وہ نجانے کیا کیا رنبیر نامہ سنا رہی تھی۔

''آپ نے تو بس دو لاکھ کی ایک ہیرے کی انگوٹھی دلائی ہے جب کہ رنبیر نے تو پانچ کروڑ کے ہیروں کا سیٹ دلایا تھا۔ گاڑی میں بیٹھتے اسٹیئرنگ سنبھالتے اظہر کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

''دیکھو زارا خواب اور حقیقت میں یہ ہی فرق ہوتا ہے خواب میں تم نہ صرف پوری دنیا گھوم سکتی ہو ہلکہ چاند پر جاسکتی ہو۔ آسمانوں پر اڑ سکتی ہو۔'' وہ اچھا خاصا تپ گیا تھا۔ کتنے ارمان سے اظہر نے اسے ڈائمنڈ رنگ دلائی تھی اظہر نے کار شاپنگ مال کے پورچ سے نکال کر سڑک پر ڈال دی تھی۔

''اظہر بھائی اب آپ کہاں لے کر جائیں گے۔ اب کچھ اور سرپرائز ہے کیا۔'' وہ تجسس سے پوچھنے لگی۔

''ہاں تمہیں سینما لے کو جارہا ہوں۔'' وہ اپنا موڈ بحال کر کے بولا۔

''رنبیر کپور کی فلم دکھائیں گے۔'' زارا کے لبوں سے یہ نام سن کر وہ تپ ہی تو گیا تھا۔

''اے دل ہے مشکل رنبیر تو نے مشکل میں ڈال دیا۔'' وہ بڑبڑاتا ہوا کار کا رخ سینما کی طرف بڑھا گیا۔

☆.....☆

صبح ہی سے دھول اڑاتی تیز ہوائیں چلنے لگی تھیں ساتھ ہی تیز کالی گھٹائیں آسمان پر چھانے لگیں تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے بارش کی بوندوں کی جل تھل شروع ہوچکی تھی پیڑ پودے دھل کر نکھرنے لگے تھے۔ سوندھی سوندھی آتی مٹی کی سوندھی خوشبو نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو زارا اسی طرف چلی آئی یونیورسٹی جانا تھا۔ دل مچل اٹھا اور بھاپ اڑاتی چائے لے کر افرا اس کی طرف لپکی آئی۔

''زارا! یہ چائے اظہر بھائی کو دے آؤ۔ وہ ٹیرس پر انجوائے کررہے ہیں مجھے نزلہ ہورہا ہے۔ اس لیے انجوائے کرنے نہیں جاسکتی۔'' زارا اس پر ترس کھانے لگی افرا اور وہ اس موسم کو ایک ساتھ انجوائے کرتے تھے اور اب وہ خود ہی اس سے چائے لے کر ٹیرس پر چلی آئی تھی۔ اظہر جو ٹیرس سے باہر کی جانب رخ کیے نظاروں سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ زارا کی آواز پر چونک کر پیچھے کی طرف مڑا تھا۔

''اظہر بھائی! آپ کے لیے چائے۔'' وہ چائے کے کپ کو تھام چکا تھا وہ جانے لگی تو اظہر نے اسے روکا تھا۔

Radadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''کہاں جارہی ہو ادھر آؤ بارش کیا پسند نہیں ہے تمہیں؟'' وہ کہنے لگا تو وہ ان کے پاس چلی آئی۔

''بارش بہت پسند ہے مگر ابھی بھیگنا نہیں چاہ رہی۔'' وہ ہچکچا رہی تھی۔

''گھبراؤ نہیں کھا نہیں جاؤں گا تمہیں۔'' اطہر نے ایسے کہا کہ وہ جھینپ گئی۔

''یوں تو تم نے بہت سے خواب دیکھے ہیں مگر حقیقت کا خواب میں تمہیں اس وقت دکھانا چاہتا ہوں دیکھو گی ناں؟'' وہ خاصے موڈ میں تھا اور وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''حقیقت کا خواب۔'' وہ بڑبڑائی۔

''دیکھو رم جھم برستا ساون سبز پودے دھل کر کتنے نکھر گئے ہیں دیکھا جائے تو یہ بہت ہی رومانوی قسم کا منظر ہے ان پھولوں کو دیکھو۔'' اطہر نے ٹیرس کے باہر لگے گلاب اور موتیا اور چنبیلی کے پھول کی طرف اشارہ کیا۔ جو بڑے نہال نظر آرہے تھے۔

''یہ دلفریب موسم کسی کو بھی خوشیوں کا سرور دیتا ہے بے جان اور جاندار سب ہی خوشی اور محبت کے جذبات سے بھرے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ اس کا حصہ تم بھی ہو۔ اس منظر کی ہیروئن ایسے میں تمہاری زندگی میں اور کیا بہاریں ہیں انہیں حقیقت کی آنکھوں سے دیکھو تو ہر موسم دلفریب لگے گا۔'' وہ نجانے کیا کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ لمحہ زارا کے لیے جان گسل لمحہ بن گیا تھا۔ خوب صورت موسم کی دلفریبیوں کا حصہ وہ خود بھی لگ رہا تھا۔ وجیہہ شخصیت ستواں ناک سفید رنگت گہری آنکھیں گیلے لباس سے آتی پرفیوم کی خوشبو کالے گھنے گیلے بال وہ بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا۔ بارش کے اس خواب ناک منظر میں وہ کسی ہیرو سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

''کتنی خوش نصیب ہوگی وہ لڑکی جس کی زندگی میں یہ شخص بہار بن کر آئے گا۔ بہار بھی اس پر رشک کرے گی۔'' زارا نے سوچا وہ کافی دیر تک اسے یوں ہی دیکھتی رہی۔

''نظر لگاؤ گی کیا۔'' اطہر نے شرارت سے کہا تو وہ پلکیں جھکا گئی۔

''ویسے کیا خوب صورت خواب ہے یہ حقیقت کا خواب جو آج جاگتی آنکھوں سے دیکھا ہے۔'' زارا خود سے مخاطب ہوئی تھی۔

☆.....☆

رات کے آٹھ بج رہے تھے وہ بنگلے کے باہر بنے چھوٹے سے باغیچے میں ٹہل رہا تھا سفید بلب کی روشنی میں اس کے لمبے بال اور غزالی آنکھوں کی گھنیری پلکیں اور اس کی دودھیا رنگت خوب کھل رہی تھی وہ اسے کوئی اسپرائل لگی تھی وہ گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہاں سے گزر رہا تھا تبھی اسے یہاں ٹہلتے دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔

''ارے زارا یہاں کیوں ٹہل رہی ہو۔'' اطہر نے اس کے قریب آکر کہا۔

''اطہر بھائی میری عادت ہے یہ تھکاوٹ دور ہوجاتی ہے۔'' وہ بتانے لگی تو وہ مسکرانے لگا۔

''کھانا کھایا تم نے؟'' اس نے پوچھا

''نہیں تھوڑا سا کھایا ہے زیادہ بھوک نہیں لگ رہی تھی۔'' اس نے ناخن سے کچرے اپنے بال مقید کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو سخت بھوک لگی ہے چلو زرا میرے ساتھ یہاں میرے دوست کا ریسٹورنٹ ہے پنجاب کے دیسی گھی کے کھانے بڑے لاجواب بنتے ہیں۔'' وہ بڑے لاڈ سے کہنے لگا۔

''نہیں میں نے کہا ناں مجھے بھوک نہیں ہے میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ پیچھے کو ہٹی۔

''ارے تم چلو تو سہی دیسی گھی کے کھانے دیکھو گی تو بھوک اپنے آپ چمک اٹھے گی۔'' اس بار اطہر نے اس کی کلائی پکڑی تھی اور اپنے ساتھ لے کر چلنے ہی لگا تو وہ کسمسائی۔

''آپ بالکل دھرمندر کی طرح میرے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں مجھے ایسی زبردستی پسند نہیں۔'' کے الفاظ پر اطہر کا خون کھول اٹھا۔

''اپنی زبان کو لگام دو۔ زبردستی کا کیا مطلب اگر تمہیں خواب کا فوبیا ہے تو اس کا مطلب یہ کہ تم کسی کی بھی عزت نفس کو مجروح کرو گی۔'' لہجے سے دھاڑا تھا۔

''جارہا ہوں میں واپس لندن۔'' وہ غصے سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ زارا کو ایک پل شرمندگی آگھیرا تھا کہ خود غرضی پر اتر آئی تھی۔

''یوں زبردستی ایک ہاتھ پکڑ لیا اور اب رے دکھا رہی ہیں۔ جارہا ہوں میں لندن جائیں جائیں مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ پیر پٹخ کر گھر اندر اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور بیڈ پر گر گئی۔

☆.....☆

سوتے میں کسی نے اس کو جھنجھوڑا تو وہ ہڑبڑا کر بیٹھی۔ صائمہ بیگم اس کے قریب بیٹھی تھیں۔

''چل زارا چل میرے ساتھ۔'' صائمہ کے طرح حکم پر وہ سوالیہ انداز سے انہیں دیکھنے لگی تو صائمہ نے اس کا ہاتھ پکڑا تو ناچار ناں ان کے ساتھ چل دی۔ صائمہ اسے کینٹ اسٹیشن لے آئی ۔ جہاں ایک ٹرین کسی سفر کے لیے روانہ ہونے والی تھی۔ وہ دادی کے ساتھ کھڑی ٹرین کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ٹرین کی ایک بوگی کے گیٹ پر ان کی نظر ٹھہر گئی تھی جہاں شناسا شخص کھڑا تھا۔

''اطہر!'' اس کے لب ہلے تھے۔ وہ اسے بڑی سے دیکھے جارہا تھا ٹرین کی روانگی کی سیٹی بجی تو زارا کے بڑھنے لگی تو اس کا ہاتھ دادی نے زور سے پکڑ

''دادی میرا ہاتھ چھوڑیں۔'' دادی مجھے اطہر کے جانا ہے میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی دادی۔'' زارا کی بہت کوششوں کے باوجود دادی نے اس کا ہاتھ نہ چھوڑا وہ اطہر کی طرف دیکھے جارہی تھیں نہ جانے ان کے ہاتھوں میں اس عمر میں طاقت کہاں سے آگئی تھی کہ زارا اپنا ہاتھ نہیں چھڑا پارہی تھی یکدم ہی دادی نے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

''جا زارا جا اطہر سے زیادہ پیار تجھے اور کوئی فلمی ہیرو کر ہی نہیں سکتا جا بیٹا جا جی لے اپنی زندگی۔'' دادی کے حمایتی جملے سن کر وہ ٹرین کی طرف مڑی جو روانہ ہو چکی تھی۔ اور ٹرین کے ساتھ ساتھ زارا نے بھی دوڑ لگا دی تھی اطہر نے بوگی کے گیٹ پر کھڑے کھڑے تھوڑا اپنا ہاتھ آگے کیا اور زارا بھی بہ مشکل تیز دوڑتے اپنا ہاتھ اسے دینے کی کوشش کرنے لگی۔ سرعت سے ہی دونوں کے ہاتھ ملے اور اطہر نے زارا کو کھینچ کر اپنے ساتھ ٹرین میں سوار کرلیا۔

''تمہیں ذرا بھی احساس نہیں اطہر! یوں مجھے چھوڑ کر جارہے تھے اور اوپر سے میں پاگلوں کی طرح دوڑے جارہی ہوں۔ ٹرین کی چین نہیں کھینچ سکتے تھے۔'' وہ اس پر شور کرتی اپنی جھنجھلاہٹ اتار رہی تھی۔

''تم باز نہیں آؤ گی بھی اپنی حرکتوں سے ہاتھ تھام لیا ناں۔'' وہ اس کے ڈھیٹ پن کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''اچھا بہت احسان کیا تم نے مجھ پر مجھے دیکھتے رو کیوں رہے تھے۔'' وہ مصنوعی خفگی سے کہنے لگی تو وہ مسکرایا۔

''تو پھر تم میری طرف دوڑی کیسے چلی آئیں۔'' اس کی بات پر وہ کچھ اور مزید کہہ نہ سکی۔

''میرے پاس تمہارے لیے ایک تحفہ ہے ایک جوڑا ہمارے نکاح کے لیے اس سے پہلے تم یہ گلاب جامن کھا کر اپنا منہ میٹھا کرلو۔'' اطہر نے پوری گلاب جامن زارا کے منہ میں ڈالی تھی جسے

http://www.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Rida Digest Pdf

نکلنے کی کوشش میں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے اور اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

☆.....☆

''زارا بیٹا! شام کو تقریب ہے گھر میں اسی لیے یہ جوڑا تمہارے لیے لائی ہوں۔ تیاری کو لو۔'' صائمہ بیگم زارا کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ اور ایک پیکٹ لے کر اس کے بیڈ پر اس کے پاس رکھنے لگیں۔ مگر اس کو دیکھ کر وہ ٹھٹکی تھیں زارا گم صم سی بیٹھی کچھ افسردہ لگی تھی انہیں۔ اسی لیے فکر لاحق ہوئی تھی۔

''کیا ہوا زارا بیٹا! آج صبح صبح ایسے کیوں بیٹھی ہو کوئی خواب دیکھ لیا کیا۔'' وہ فکرمندی سے پوچھنے لگیں۔

''دادی! آپ نے مجھے اتنی زور سے پکڑا ہوا تھا میں لاکھ چھڑانے کے جتن کرتی رہی مگر آپ نے ہاتھ چھوڑا بھی تو جب ٹرین چلنے لگی تھی۔'' وہ انہیں بتانے لگی تو دادی کے ماتھے پر شکن آئی۔

''آپ کیا میں بھی ان خوابوں میں آنے لگی۔'' وہ شکوک میں گھری کہنے لگیں۔

''ارے دادی! میں ٹرین کے ساتھ دوڑ رہی تھی مگر اطہر نے ٹرین کی چین ہی نہیں کھینچی مجھے بہت دوڑایا میری ٹانگوں میں درد ہو گیا پھر بھی میں بھاگتی رہی تب جا کر اطہر نے مجھے ہاتھ بڑھا کر میرے ہاتھ کو تھام کر ٹرین میں چڑھایا تھا ورنہ تو وہ مجھے چھوڑ ہی جاتا۔'' اس کی تمام بات سننے کے بعد صائمہ بیگم ہنسنے لگیں۔

''دادی! آپ ایسے ہنس رہی ہیں جیسے میں نے کوئی جوک سنایا ہے آپ کو۔'' وہ ناراض سی ہوئی تھی۔

''بیٹا! سارے خواب تو ایک جوک ہی تو ہوتے ہیں۔ مگر اس بار جو تم نے خواب دیکھا ہے اس میں اپنی زندگی کے ہیرو کو دیکھا ہے اسی لیے خوش ہو رہی ہوں۔'' صائمہ بہت خوش ہوئی تھیں۔

''کیا مطلب ہے آپ کا۔'' وہ پتھری استفسار کرنے لگی۔

''زارا! اطہر تمہارا بچپن کا منگیتر ہے اور آج اطہر کے ساتھ تمہارا نکاح ارینج کیا گیا ہے۔'' اس اطلاع پر اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ خوش ہو یا شرمندہ وہ تھوڑی روہانسی ہونے لگی تھی۔

''دادی! میں نے آپ سب کے ساتھ اطہر کو بھی اپنے خوابوں کی وجہ سے بہت پریشان کیا ہے میں بہت شرمندہ ہوں وہ مجھ سے بہت ناراض ہیں پتہ نہیں وہ مجھے معاف کریں گے بھی یا نہیں۔'' وہ کافی پشیمان دکھائی دے رہی تھی۔

''وہ الہڑ لڑکی کے لڑکپن کے خواب محض خواب نہیں ذہنی خلفشار تھے تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اتنا تنگ نظر بھی ہو سکتا ہوں تمہارے خوابوں سے تنگ آ کر میں روٹھ جاؤں گا۔'' اطہر جو کافی دیر سے کمرے کے دروازے پر کھڑا دادی پوتی کی گفتگو سن رہا تھا فوراً اندر داخل ہو کر زارا سے مخاطب ہوا تھا۔

''غلطی میری ہی ہے آئندہ سیدھے خواب دیکھتی ہوں۔ آئندہ نہیں دیکھوں گی۔'' وہ معصومیت سے کہنے لگی۔

''خوابوں کے برعکس کا زود جلتا ہے اور اب جو ہمارا خواب تم نے دیکھا ہے تو ہماری محبت کے سلسلے شروع ہوں گے اسی کا تحفہ ہے یہ چوڑا۔'' اطہر نے دادی کے لائے ہوئے پیکٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ اپنی جگہ اطہر کے اظہار محبت پر جھینپی تھی۔

''مگر زارا اس سے پہلے یہ گلاب جامن میرے ہاتھ سے کھالو۔'' وہ جو مٹھائی کا ڈبہ بھی ہاتھ میں کب سے لیے ہوئے تھا زارا کی طرف بڑھا تو وہ شرما کر دادی کے پیچھے چھپ گئی۔ اس کی حرکت پر اطہر نے قہقہہ لگایا تھا۔ اور صائمہ ان کو دیکھ کر دل سے دعا دینے لگیں تھیں کہ اب تو زارا اور اطہر کی خوشیوں کے سلسلے شروع ہوئے تھے۔

.....☆.....

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

شازیہ مصطفیٰ عمران

سلسلے وار ناول

زندگی پھول ہے خوشبو

شکیل احمد! ضیاء اور حمزہ آئے ہوئے تھے اور وہ ان لوگوں کے درمیان خاموش بیٹھی تھی۔ حمزہ بہت ا
کیونکہ امی کینیڈا جانے کے لیے اپنی تیاریاں کر چکی تھیں اور نیل فر کو کسی طرح بھی انہیں روکنا تھا اور

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

...ری زندگی کے لیے اذیت کا ہی باعث ہوتا۔
...ابو! میری گاڑی اب تو ٹھیک ہوگئی ہے نا کوئی مسئلہ تو نہیں۔'' اس نے یکدم ہی پوچھا۔
...نے ہی چونک کے سنا اور سب سے زیادہ تشویش بھری نگاہ فہر کی اٹھی تھی۔
...ہاں ٹھیک تو ہوگئی کیوں تم نے ٹرائی نہیں کی۔'' وہ پوچھنے لگے۔
...پھپھو جانے ہی نہیں دیتیں ہیں۔'' اس نے زہرہ کی طرف اشارہ کیا۔
...بھائی صاحب! میں تو اسے گاڑی ڈرائیو کرنے نہیں دوں گی۔'' وہ جھٹ بولی تھیں۔
...پھپھو! آپ انہیں باہر نکلنے دیں کوئی ان کا ایکسیڈنٹ گاڑی چلانے سے تو ہوا نہیں ہے۔'' حمزہ نے گویا
...وضاحت کے ساتھ سمجھایا۔

قسط نمبر 21

''فہر بھی منع کرتا ہے کہ گاڑی ڈرائیو نہ کرے۔'' نیل فر نے ناگوار نگاہ اس پر ڈالی جو لاپرواہی سے ٹا اچکائے اور دوسری سمت دیکھنے لگا تھا۔

''ابو! مجھے گاڑی کی چابی چاہیے۔'' اس نے شکیل احمد سے کہا۔

''چابی تو میں نے زہرہ کو دی تھی۔''

''ماموں جان! میرے پاس ہے چابی۔'' فہر نے کہا۔

''اس کی گاڑی کی چابی تم کیوں لے کے بیٹھے ہو۔'' رحمان علی کو جیسے یہ حرکت پسند نہ آئی۔

''وہ ابو! میں نے اس لیے رکھ لی تھی کہیں یہ خود نہ نکل جائیں۔'' وہ گڑبڑا ہی گیا۔

نیل فر کو جیسے خوشی ہوئی رحمان علی کی ڈانٹ جو پڑی تھی۔

''ارے کوئی بات نہیں رحمان رکھ لی چابی تو سب نیل فر کی فکر میں ہی ایسا کر رہے ہیں جو اسے گاڑی ڈرا کرنے نہیں دے رہے ابھی اتنی بڑی سچویشن سے جو گزری ہے۔''

''ماموں جان! میں چابی دوں یا نہیں دوں۔'' فہر کو یا مسکرا کے نیل فر کو چڑا ہی رہا تھا۔

''میں تو نہیں چاہوں گی ایسے ٹریفک میں یہ گاڑی ڈرائیو کرے۔'' زہرہ کی بھی مرضی نہیں تھی۔

''پھپھو! میں تو پہلے بھی ڈرائیو کرتا تھا آپ پریشان نہ ہوں۔'' نیل فر نے انہیں مطمئن ہی کیا۔

رحمان علی کے اشارے پر فہر کو چابی دینی ہی پڑی تھی۔ جو نیل فر نے جھپٹ کے ہی لی تھی۔

ضیاء اور فہر اپنی اپنی گفتگو میں لگ گئے تھے۔ شکیل احمد اور رحمان علی بھی اپنی گفتگو کر رہے تھے زہرہ کچن میں دیکھنے گئی تھیں ملازمہ نے رات کے کھانے کی تیاری بھی کر لی تھی۔

حمزہ نیل فر کو بہلانے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کا دماغ تو ثریا میں اٹکا ہوا تھا۔

''امی! اتنی ضدی تو کبھی نہیں ہوئی تھیں اچانک سے اتنی تبدیلیاں کیسے بن گئی ہیں ابو سے بھی ٹھیک طرح نہیں بولتی ہیں اور ابو بھی چپ چپ ہو گئے ہیں بھائی نے اپنے آپ کو اس میں الجھا لیا ہے جب کہ ان کی شادی کا ابو نے کہا تھا جلد سے جلد لڑکی دیکھو ادھر فہر بھائی کی بھی پھپھو شادی کرنا چاہ رہی ہیں دونوں ہی اب ہو کے بیٹھ گئی ہیں۔'' نیل فر نے فہر کے ذکر پر پہلو بدلا تھا۔

''حمزہ تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں شہوار کو کال کر کے وہ آنے کا کہہ رہی تھی آئی کیوں نہیں۔'' وہ کہتی ہوئی دوسری طرف لگا یا وہ لاؤنج میں ہی سب کے ساتھ بیٹھے تھے۔

نیل فر روم میں آئی اپنا پرس اٹھایا چابی تو مل ہی گئی تھی پچھلے دروازے سے وہ باہر نکلی تا کہ اس پر کسی کی نگاہ پڑے سات بج رہے تھے سردیوں کی وجہ سے رات جلدی ہو جاتی تھی۔

گیٹ پر چوکیدار تھا اسے گاڑی لے کے جانی تھی۔

''آپ گیٹ کھولیے۔'' اس نے چوکیدار سے کہا وہ حیرانگی اور پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔

''بی بی! آپ کہیں جا رہی ہو۔''

''دیکھیے پلیز آپ گیٹ کھول دیں مجھے جانا ہے۔'' وہ بضد تھی۔

''بی بی! اپنے فہر بابا ڈانٹیں گے۔''

''میرے گیٹ سے نکلنے کے بعد اپنے فہر بابا کو جا کے بتا دینا میں جا رہی ہوں پلیز کھولیں۔'' وہ ہر کسی عزت سے ہی بات کرتی تھی۔

چوکیدار نے گیٹ کھولا اور وہ گاڑی لے کے نکل گئی۔ دو ماہ بعد وہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی بڑے محتاط انداز ڈرائیونگ کرتی تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا اسے کسی بھی طرح سے ثریا کو روکنا ہے۔ گھر تو اسے پتہ تھا ایک کے ساتھ ہی آئی تھی۔

شکیل احمد کے گھر کے باہر تھی گاڑی سے اتر کے بیل بجا دی تھی ملازم باہر آیا تھا۔

''آپ کون؟''

''اندر کہو نیل فر آئی ہیں۔'' اپنے آپ کو گرم شال میں لپیٹا ہوا تھا توقع تو نہیں تھی کہ ثریا اس سے ملے گی مگر اس اور امید بھی تھی۔

''آجائیے بی بی۔'' چوکیدار نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا وہ ڈرتے جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھ رہی تھی بڑا ن پیڑ پودے اور بے شمار گملے روش پر رکھے تھے لائٹوں کی روشنی میں لان خوب صورت لگ رہا تھا نیل فر ف میں نگاہ ڈالتی ہوئی گیٹ تک آئی اور دروازہ کھٹ سے کھلا تھا۔

اس نے دیکھا ایک سوبر سی خاتون جو بڑی دلکش لگ رہی تھیں لائٹ پنک کلر کا پرنٹڈ سوٹ اور اس پر گرم اوڑھے ہوئے تھیں

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا۔

''علیکم السلام!'' ثریا نے اسے اندر آنے کو کہا اور نارمل ایکسپریشن کے ساتھ اسے ہال کمرے میں لے آئی تھیں۔

نیل فر نے حیرانگی سے محل نما بنگلہ دیکھا وہ مبہوت ذرہ رہ گئی۔

ثریا اس کے چہرے کو جانچ رہی تھیں وہ جانتی تھیں کیسے چلی آئی شکیل احمد نے اور نہ ہی ضیاء حمزہ نے کوئی کہا یہ تو انہیں بھی خبر نہیں وہ زہرہ کے گھر رہ رہی ہے

''تمہارا اپنا گھر ہے تمہیں اجازت کی ضرورت کیا تھی ویسے ہی آجاتیں۔'' لہجے میں ان کے ہلکا سا طنز ں ہوا۔

''میری ایسی تربیت تو ہوئی نہیں ہے میں کسی کے گھر میں بغیر اجازت جاؤں۔'' اس نے بھی آہستگی سے ب دیا۔

ثریا نے اس کے ملیح چہرے کو دیکھا جو جھکی ہوئی بیٹھی تھی۔

''آپ حیران نہیں ہوئیں۔ میں اس طرح کیسے یہاں آ گئی۔''

''تمہارا گھر ہے اس میں حیرانگی کیسی تمہیں اسی گھر میں آنا ہے۔'' وہ نارمل انداز میں گویا ہوئیں۔

''نہیں یہ گھر آپ کا ہے میرا نہیں ہے آپ پلیز اس وہم میں نہ رہیے۔''

''مجھ خوش فہمی میں رہنے کی کیا ضرورت ہے جو حقیقت ہے اس سے انکار تو نہیں۔''

''مگر کچھ حقیقتیں برعکس ہوتی ہیں آپ ایسا سوچ اور سمجھ رہی ہیں کہ میں آپ پر رعب ڈالوں اور یہ گھر یہ تو میرا تھا ہی نہیں اور جو چیز میری نہیں تو میں اسے سوچتی بھی نہیں ہوں اور حق بھی نہیں رکھتی۔'' نیل فر کے ں افسردگی حسرت اور رنجیدگی بھی عیاں تھی۔ ثریا نے اس لڑکی کو بغور دیکھا جس سے انہوں نے نہ تو نفرت رنہ ہی انسیت رکھی مگر ایک بہ ڈر تھا اس لڑکی کے آنے سے ان کی اہمیت اور حیثیت میں کمی آجائے گی جب ں کا وجود تو پہلے سے ہی تھا اس دوران بھی انہوں نے کبھی شکیل احمد کے رویے میں بے گانگی تک محسوس ں کی مگر جب حقیقت آشکار ہوئی تو وہ صرف نفی ہی سوچنے لگی تھیں۔

http://www.books.urdutube.net/
Ridadigest.com

''حق جتانے سے محسوس نہیں کرایا جاتا یہ حق تو سب کے ہی علم میں ہوتا ہے۔''
''پلیز آپ ایسی باتیں کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں میں آپ کے پاس ایک التجا لے کے آئی ہوں۔'' سر جھکا کے گویا ہوئی۔ ثریا کے چہرے پر حیرانگی کے ساتھ سکتہ سا آیا۔
''کیسی التجا؟''
''پلیز آپ حمزہ اور ضیاء کو چھوڑ کے نہ جائیے۔'' وہ ان کے قدموں میں آ کے بیٹھ گئی اور ثریا تو گڑبڑا اس کی بے ساختہ حرکت پر چونک گئیں۔
''یہ کیا کر رہی ہو اٹھو نیچے سے۔'' انہوں نے اسے کہا۔
''پلیز مجھے بیٹھے رہنے دیں۔ میری ماں اس دنیا سے چلی گئی ہے مجھے پتہ ہے دکھ کیا ہوتا ہے آپ حمزہ بھائی کی ماں کو ان سے دور نہ کیجیے۔ آپ کیوں ایسا کر رہی ہیں۔ میں وعدہ کرتی ہوں یہاں سے چلی جاؤں اس ملک سے چلی جاؤں گی ابو سے بھی کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھوں گی کیونکہ میں ایک ماں اور ان کے بچوں کی باعث نہیں بن سکتی۔ مجھ کو میں تنہا ہوں اور تنہا ہی رہنا ہے اور مجھے عادت بھی ہے ابو کے بغیر تو میں رہتی رہی ہوں۔'' وہ سر جھکائے آنکھوں میں آنسو لیے ان سے مخاطب تھی۔
''میری ماں اس دنیا سے چلی گئی ہے میں ہر پل ہر لمحہ انہیں یاد کرتی ہوں۔ حمزہ بہت روتا ہے اسے چھوڑ کے نہ جائیے میری سزا ابو کو اور اپنے بیٹوں کو نہ دیں پلیز۔'' اس نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔
ثریا حواس باختہ تھیں۔ نیل فرزار زار رو رہی تھی وہ اتنی سنگدل تو نہ تھیں ایک لڑکی کو یوں روتے ہوئے پھر اس کا قصور بھی کیا ہے کیوں وہ ایسا کرنا چاہتی ہیں۔
''ابو صرف آپ کے ہیں میری ماں کے وہ کبھی نہیں رہے ہیں۔'' اس نے ثریا کے قدموں پر ہاتھ رکھ ہوئے تھے۔
''ہٹو یہاں سے اٹھو اوپر بیٹھو۔'' انہوں نے نیل فر کو ڈپٹ کے کہا اور اسے بازو سے پکڑ کے اوپر بٹھایا۔
''آپ کے قدموں میں بیٹھ کے مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھی ہوں۔'' بے اختیار
''سوری، سوری میں نے آپ کو ماں کہہ دیا کیا ہوا میری نہیں حمزہ اور ضیاء بھائی کی تو ماں ہیں۔'' کے اداسی حسرت تھی۔
''میں چلتی ہوں بہت دیر ہو گئی ہے۔ وہاں پھپھو کے گھر میں ابو اور حمزہ ضیاء بھائی ہیں وہ سب پریشان رہے ہوں گے میں چپکے سے آئی ہوں آپ بتائیے گا نہیں۔'' اس نے ٹشو سے آنسو پونچھے۔
ثریا اسے دیکھے جا رہی تھیں جس کے چہرے پر اتنی نرماہٹ تھی سرخ و سفید رنگت فسوں خیز آنکھیں اور اس کا دھیما تھا۔
''میں یہاں سے عنقریب جانے والی ہوں آپ پریشان نہیں ہوں آپ سب کے لیے دعا گو رہوں گی۔''
''بتا کے کیوں نہیں آئیں؟'' وہ گویا ہوئیں۔
''بس ایسے ہی مجھے آپ سے ملنا تھا۔''
''کیوں وہ لوگ منع کر رہے تھے۔''
''منع تو کوئی نہیں کر رہا تھا میں خود یہاں آنے سے جھجک رہی تھی۔'' اس نے سر اٹھایا۔
''میری ماں مجھے روتا چھوڑ کے چلی گئی اتنی تکلیف میں گئی ہیں میں وہ دن نہیں بھولتی ہوں۔'' اسے

کی یاد آئی تو اس کی آنکھیں پھر گیلی ہو گئیں۔
''میری ماں نے ابو سے کبھی کچھ نہیں مانگا وہ اسی میں خوش تھیں کہ انہیں عزت دی۔ ورنہ ان کی عزت تو پامال ہونے جا رہی تھی۔'' وہ بے اختیاری میں انہیں بتاتی چلی جا رہی تھی۔
''ابو آپ کی بہت باتیں کرتے ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے وہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اور یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے ابو کو اپنی بیوی سے محبت ہے کیونکہ اگر شوہر بیوی سے محبت نہ کرے تو بیوی کی زندگی بے مصرف ہو جاتی ہے۔'' اسے اپنی ماں کی دکھ بھری آہیں یاد آ رہی تھیں۔
ثریا نے پہلو بدلا نیل فر انہیں وہ سب بتا رہی تھی جو شاید انہیں بھی خبر نہیں تھی وہ تو یہ ہی سمجھتی آ رہی تھیں شکیل احمدان سے زبردستی کا نباہ کر رہے ہیں۔
''آپ ابو سے ناراض نہیں ہوں۔ انہیں آپ کی بہت فکر ہے وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔'' اس نے کہا۔
ثریا کو آج سارے یقین آ گئے تھے نیل فر کے لہجے کی افسردگی اور حسرت نے انہیں سب سمجھا دیا تھا۔
''ابو نے ہمیشہ مجھ سے یہ ہی کہا آپ مجھ سے نفرت کر ہی نہیں سکتی ہیں اور مجھے یقین بھی آ گیا اگر آپ مجھ سے نفرت کرتیں تو گھر میں نہیں بلاتیں اور یوں مجھ سے میرے سامنے بیٹھ کے میری سن نہ رہی ہوتیں۔'' نیل فر کی سادگی پر ثریا شرمندہ ہی تو ہوئیں۔ انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا وہ مثبت سوچ رکھنے والی لڑکی تھی سب کو خوش دیکھنا چاہتی تھی۔
''تم کیسے کہہ سکتی ہو اور تم نے کیسے اندازہ لگایا میں تم سے نفرت نہیں کر سکتی۔''
''آپ ماں ہیں اور مائیں دوسروں کے بچوں سے بھی نفرت نہیں کرتی ہیں۔'' وہ مسکرائی۔
''تمہاری لاجک بھی بڑی نرالی ہے۔'' وہ لاجواب ہی ہو گئیں۔
''حمزہ بہت حساس ہے آپ اسے چھوڑ کے جانے کا سوچیے گا بھی نہیں پھر آپ کیوں چھوڑ کے جائیں گی چھوڑ کے تو مجھے جانا چاہیے میرا تو یہاں کوئی نہیں ہے زبردستی سب کے درمیان میں آ گئی۔'' افسردگی سے گویا ہوئی۔
''زبردستی درمیان میں تو کوئی آ ہی نہیں سکتا۔ اس کی جگہ ہوتی ہے تو ہی وہ آتا ہے۔'' انہوں نے اس کے ملیح چہرے کو دیکھا۔
''نہیں زبردستی کی جگہ درمیان میں بنانا حماقت ہی ہوتی ہے اور میں تو ایسا کر ہی نہیں سکتی آپ بے فکر ہو جائیں آپ لوگوں کے درمیان میں بھول کے بھی نہیں آؤں گی مگر آپ سے صرف اتنا کہنا چاہوں گی مجھے کبھی بھی نفرت سے یاد نہیں کیجیے گا۔ کیونکہ میں نے آپ سب کو ہمیشہ جوڑنے کی بات کی ہے ہاں کبھی کبھی دل بھر آتا تھا ابو کے ساتھ میں رہوں وہ کہتے بھی تھے ایک دن میں تمہیں لے جاؤں گا مگر میری یہ بے وقوفی تھی میں غلط سوچ رہی تھی میری جگہ یہاں کبھی نہیں رہی جب میری ماں کی جگہ نہیں تو میں ان کی بیٹی بھی میری جگہ کہاں ہو گی۔'' وہ کھڑی ہوئی۔ نیل فر بہت دلگرفتہ ہو رہی تھیں اسے آج اپنی ماں شدت سے یاد آ رہی تھی کاش اس کی ماں نے یہاں پاکستان آنے کی ضد نہ کی ہوتی وہ وہیں انگلینڈ میں ہی رہتیں تو آج اتنا دکھ اور غم نہ ہوتا۔
''جاتے، جاتے آپ سے پھر کہوں گی جانے کا فیصلہ بدل دیں۔''
''تم کھڑی کیوں ہو گئیں بیٹھو۔'' ثریا نے اس کی ان سنی کی۔
''مجھے جانا ہے جتنی جلدی یہاں سے جاؤں گی تو اچھا ہے۔''
''کہاں جاؤ گی؟'' انہوں نے پوچھا۔

http://www.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"میری خالہ انگلینڈ میں رہتی ہیں انہی کے پاس چلی جاؤں گی پہلے بھی تو وہیں رہتی تھی۔" اس نے اپنا
فریش بنایا تاکہ ثریا کو یہ نہ لگے کہ وہ اداس ہو رہی ہے یا اسے برا لگ رہا ہے۔
"آپ سے مل کے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے ابو نے جیسے بتایا تھا آپ ٹھنڈے مزاج کی ہیں سامنے والے کی
ریسپیکٹ کرتی ہیں میں نے ویسے ہی پایا۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور میں آپ کے لئے ہمیشہ دعا گو رہوں گی"
وہ رکی نہیں تیزی سے نکل گئی۔
ثریا کے لب وا ہی ہوئے تھے۔
وہ کتنی ہلکی پھلکی ہو گئی تھیں وہ ابھی تک خواب کی سی کیفیت میں تھیں نیل فرقو اپنی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کر
چلی گئی تھی اور انہیں بھی معتبر کر گئی تھی وہ بن ماں کی بچی اسے ایسے تو رلنے نہیں دیں گی۔

☆.....☆

صنوبر بینی مون سے واپس آ گئی تھی اور کچھ دنوں کے لیے میکے رہنے آئی ہوئی تھی۔ ان دو ماہ کے عرصے میں وہ
کھل سی گئی تھی۔ سب کے لیے کچھ نہ کچھ گفٹ کے طور پر لائی تھی۔ سسرال والے بھی سب ہی اچھے تھے ساس
اور سسر دونوں ہی بہت خیال کرتے تھے وہ تو سمجھتی تھی ماہا کے رشتے سے انکار کے بعد کہیں اس کی ساس اور دیور
اس سے منفی رویہ نہ رکھیں گے مگر برعکس ہی ہوا ایک دیور ہی تھا نند تھی نہ کوئی اور اس کا شوہر اور دیور دو ہی تو
بھائی تھے۔
"تم کن مصروفیت میں رہنے لگی ہو فون ہی نہیں آتی ہو۔" صنوبر اسے ڈھونڈتی ہوئی روم آ گئی تھی۔
اس نے صنوبر کو دیکھ کر کمپیوٹر بند کر دیا وہ انجینئرنگ کر رہی تھی کیونکہ شہریل کے گھر والوں کا پتہ چل گیا تھا
اور یہ خوشی کی خبر اس نے ابھی کسی کو نہیں بتائی۔ صرف معلومات اکٹھی کر رہی تھی۔
"ارے یگزام ہو رہے ہیں دیر تک پڑھنا پھر صبح چلے جانا بس پندرہ دن کی بات ہے پھر فرصت ہی فرصت ہے۔"
"جب تک تم فارغ ہو گی میں تو چلی جاؤں گی۔" اس نے بتایا۔
"دوبارہ آ سکتی ہو۔" اس نے سرخ و سپید کھلتی صنوبر کو معنی خیزی سے دیکھا
"اشعر کہہ رہے تھے اتنی جلدی جلدی میکے نہیں جانے دوں گا۔"
"شوہروں کو آتا ہی کیا ہے بیوی پر پابندی میکے نہ جاؤ۔" اس نے صنوبر کا مضحکہ اڑایا۔
"تمہاری ہو گی تو تم سے پوچھوں گی۔" وہ جھینپ گئی۔
"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے قید ہونے کا۔" وہ لاپرواہی سے گویا ہوئی۔
"ارے تمہارا دل نہیں چاہتا جلد سے جلد شہریل بھائی کی بانہوں میں چلی جاؤ۔" اس نے بے باکی سے چھیڑا۔
"شٹ اپ۔" ماہا جھینپ گئی۔
"میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے ابھی میری پڑھائی چل رہی ہے پھر میں لیکچرار شپ کے لیے اپلائی کروں
گی۔"
"ماہا! تم میں تو انقلاب ہی آتے رہتے ہیں کہاں تو شہریل کے لیے نسیں کاٹ لیں اور اب یہ نیا کام۔"
صنوبر کو اس لڑکی کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا نئے سے نئے کام کرتی تھی۔
"کچھ بے وقوفیاں آپ کی حماقت کی پہچان بن جاتی ہیں، سمجھ لو میں یہ سب مٹانا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے
بہت کچھ جذباتیت میں غلط ہی کیا ہے۔" لہجہ اس کا بہت افسردہ بھی تھا اور حسرت بھی تھی۔

"تم اور اتنی سنجیدہ۔" صنوبر پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے کتنی بدلی بدلی لگ رہی تھی ماہا جس کے لب و
اور گفتگو میں بھی حیران کن تبدیلی تھی۔
"اس کا مطلب ہوا شہریل بھائی سے تم صرف بے وقوفی اور حماقت میں محبت کر رہی تھیں۔"
"میں نے محبت کے بارے میں تو ایسا کچھ کہا ہی نہیں محبت صرف ایک بار ہوتی ہے اور وہ بھی تمام تر سچے
جذبوں سمیت مگر جس سے محبت کی جا رہی ہے وہ ہی آپ کو زبردستی قبول کرے تو یہ محبت کی توہین ہے۔"
"تم تو یہ ہی کہتی تھیں شہریل تم سے محبت نہ بھی کرے میرے لیے یہ ہی کافی ہے کہ میں تو محبت کرتی ہوں
شہریل کو تم اپنی محبت سے جیت لو گی۔" صنوبر اسے وہ سب یاد دلا رہی تھی جو اس نے کبھی کہا تھا۔
"میں نے یہ بھی تو کہا تھا میں شہریل کے علاوہ کسی اور کو سوچ بھی نہیں سکتی۔ اس لیے ساری عمر شادی نہیں
کروں گی۔"
"یہ تو میں نے سوچ لیا ہے شادی تو نہیں کروں گی اور زبردستی شہریل کے ساتھ بندھن میں نہیں بندھ سکتی۔"
"تم تو اس کے لیے پاگل تھیں۔"
"اس وقت مجھ پر جذباتیت سوار تھی۔" بیڈ پر آ کے وہ بیٹھ گئی جب کہ صنوبر ہنوز بیڈ پر نیم دراز تھی۔
"اس وقت میں نے صرف اپنا سوچا شہریل کے بارے میں تو سوچا ہی نہیں وہ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے یا
نہیں۔" وہ بولی۔
"پھر تمہیں کیسے پتہ چلا شہریل تم سے محبت نہیں کرتا۔" صنوبر ماہا کی شخصیت میں اتنی تبدیلی دیکھ کر حیرانگی
سے بولی۔
"صنوبر! میں نے شہریل کے انداز میں ہمیشہ ہی دیکھا وہ مجھے بچی اور بے وقوف سمجھتا ہے اور میری محبت
بھی اسے بچکانہ ہی لگتی ہے۔ کیا فائدہ پھر زبردستی یہ محبت کیا جانا جیسے مجھے اختیار ہے اپنی پسند کا اسے بھی
اختیار ہے محبت اگر میری قسمت میں ہو گی تو ضرور ملے گی وہ بھی صرف شہریل سے۔" بہت اداسی سی طاری
ہونے لگی تھی۔
"میں نے پاپا سے کہہ دیا ہے میں شادی نہیں کر سکتی کیونکہ مجھے لگتا ہے شہریل تم سب کے احسانوں کا بدلہ
اس طرح اتارنا چاہتا ہے۔ پاپا نے اس سے کہا اور وہ مجھ سے شادی پر راضی ہو گیا۔ یہ اسی بے وقعت نہیں
ہوں۔" ماہا کی آنکھوں میں نمی در آئی وہ شہریل سے سچی اور پاکیزہ محبت کرتی تھی جانے دل اسے اس کے
جذبوں پر یقین ہی نہیں اسے سیریس ہی نہیں لیتا تھا۔
"تم شادی کے بعد بھی تو شہریل کو محبت سے جیت سکتی ہو۔"
"مجھ میں اتنا ظرف نہیں۔ ہر وقت مجھے یہ ہی احساس مارے ڈالے گا شہریل نے مجھ سے زبردستی رشتہ
باندھا اگر رشتے میں کہیں بھی گنجائش نکلتی ہو تو سمجھ بھی آتا ہے۔"
"ماہا! تم اچانک سے اتنی سیریس گفتگو کیسے کرنے لگی ہو۔" صنوبر کی سماعتیں اور بصارت بے یقینی کی
کیفیت میں تھیں۔
"میں پہلے بھی ایسی ہی تھی ہاں میں نے اپنے اندر سے جذباتیت ختم کر دی ہے۔ یہ سب اسی
لیے ممکن ہوا ہے۔"
"جذباتیت سوائے دوسروں کی نظروں میں گرانے کے اور کچھ نہیں کرتی ہے۔ جتنا ممکن ہو خود کو کنٹرول میں رکھو

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com
Ridadigest.com

اور سوچ مثبت رکھو شہریل سے میری محبت کم نہیں ہوئی ہے ہاں یہ ضرور ہوا ہے میری ذات میں ٹھہراؤ آ گیا ہے۔"

"گڈ! یہ بہت بڑا چیلنج ہے۔ ماہا تم تو بہت سمجھدار ہو" صنوبر نے اس کا ہاتھ محبت سے ستائشی لہجے میں ہوئے دبایا۔

ماہا ہنسنے لگی۔

"اچھا سب چھوڑو یہ بتاؤ اشعر بھائی کیسے ہیں لونگ اور کیئرنگ تو ہیں" اس نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

"بہت لونگ اور کیئرنگ ہیں تمہارے رشتے کے منع کرنے کے بعد وہ فی میں ڈر گئی تھی پتہ نہیں گھر وا میرے ساتھ کیسا رویہ رکھیں مگر سب بہت اچھے ہیں۔" وہ بڑی خوش دلی سے بتا رہی تھی۔

"اور تمہارا دیور اس کا رسپانس؟"

"ارے وہ بھی نارمل ہے وہ تو خود کسی کزن کو پسند کرتا ہے ساس کو علم ہوا تو جھٹ وہاں بات کرلی۔" اس نے بتایا۔

"چلو یہ بھی اچھا ہوا۔"

ماہا کی نگاہ کمپیوٹر پر پڑی جہاں لائٹ جل رہی تھی۔ اسجد لائن پر تھا اور وہ صنوبر کے سامنے بات کر نہیں سکتی تھی دونوں کافی دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو کرتی رہیں۔ صنوبر کو نیند کا احساس ہوا تو وہ چلی گئی تھی۔ ماہا پھر اپنی چیئر سنبھال کے بیٹھ گئی تھی۔ شہریل کی بچپن کی تصویر اسجد نے بھی بھیجی تھی اب ملاقات کا مسئلہ تھا کب کہاں ملا جائے اپنے ان کے گھر تو وہ چاہ ہی نہیں رہی تھی اور پھر پہلے وہ معلومات چاہ رہی تھی پھر شہریل کا سامنا کرتی۔

☆.....☆

کل وہ اور شہوار کنول کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھیں۔ شکیل احمد اسے رقم دے کے خاص ہدایت کر گئے تھے اپنی اور شہوار کی شاپنگ کرنے جب سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا وہ گھر میں ہی مقید ہو گئی تھی۔ واپسی میں بیوٹی سیلون سے کنول نے نیل فرکے بالوں کی تھوڑی کٹنگ کروادی تھی۔ آپریشن کے بعد بال اس نے بہت چھوٹے کروا رہے تھے لیئر کم کروادی تھی۔ ناشتے کے بعد وہ نہانے چلی گئی تھی آج اس نے شہوار سے کہا تھا وہ گھر آ رہی ہے زہرہ سے اس نے یہ ہی کہا ایک دو دن رک کے آجائے گی۔ اس کی طبیعت گھبرا رہی ہے جب کہ کنول نے تو اسے بہت لے جانا چاہا وہ کچھ دن وہاں ان کے ساتھ گزارے مگر اس نے اگلی دفعہ پر ٹال کے سہولت سے منع کر دیا تھا۔

نہانے کے بعد اس نے اپنی جانے کی تیاری بھی کر لی تھی۔ پرسوں سے جب سے وہ ثریا سے مل کے آئی تھی بہت اداس رہنے لگی تھی۔ اپنی ماں یاد آ رہی تھی تو آنکھوں سے نمکین پانی نکلے ہی جا رہا تھا۔

ماں کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ تنہا ہو گئی ہے کوئی رشتہ بھی اس کا اپنا نہیں ہے۔ زہرہ پھپھو گھر کب تک رہے گی اور وہ فہر کی وجہ سے یہاں اب زیادہ دن رکنا بھی نہیں چاہتی تھی کسی طرح بھی اسے اس ملک سے جانا تھا۔ وہاں خالہ کے پاس رہ لے گی تو کم از کم اسے یہ سب یاد تو نہیں آئیں گے اور ثریا کو بھی خدشہ نہیں رہے گا وہ یہاں کبھی بھی آ سکتی ہے۔

بالوں کو پشت پر آبشار کی طرح کھلا چھوڑا ہوا تھا کٹنگ کے بعد اس کے بال اچھے خاصے لمبے ہی تھے مرجنڈا اور فان کنٹراسٹ کے لینن کے نفیس سی کڑھائی کے کپڑوں میں وہ نکھری نکھری کسی اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ لان میں کھلنے والی کھڑکیوں کے پردے ہٹا کے لان کا نظارہ کر رہی تھی اور ذہن اس کا اپنی ماں کی طرف تھا۔ آخری ایام میں وہ ان کے پاس بیٹھی ان کی ٹانگیں دبا رہی تھی اور روئے جا رہی تھی۔ رانی کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ اچھی خاصی وہ تھیں دو دن میں اتنی اچانک طبیعت خراب ہوئی وہ پریشان تھی۔ شکیل احمد جانے کہاں اٹکے

ہوئے تھے۔ وہ اور شہوار کالز ملائے جا رہی تھیں مگر رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ زبیدہ خالہ ان کے سرہانے بیٹھی ہوئی یٰسین شریف پڑھ رہی تھیں۔

رانی کے تنفس میں تیزی آ رہی تھی وہ ان کے بیڈ سے اٹھی دوبارہ کال ملائی شکیل احمد سے رابطہ ہو گیا تھا۔ وہ آ رہے تھے نیل فر کو ڈھارس ہوئی تھی بروقت ہاسپٹل لے جانے والی کنڈیشن تھی مگر یہ کیا اس نے امی کے ہاتھ پکڑے وہ بے جان تھے اور ٹانگیں لرز رہیں تھیں۔ اس نے ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ ہٹا لیا تنفس تیز ہو گیا تھا اور چند لمحوں میں امی کا وجود ساکت ہو گیا تھا۔

"ابو! امی چلی گئیں ہمیں چھوڑ کے۔" وہ اندر ہی آئے تھے نیل فر کو روتے دیکھا۔

"نہیں ایسے کیسے میں ڈاکٹر کو لایا ہوں۔" ڈاکٹر نے چیک کیا مگر مایوسی ہوئی بہت دیر ہو چکی تھی۔ در شہوار تو زبیدہ کے گلے لگ کے رو دی تھی اور نیل فر ساکت تھی اس کی ماں بیماری سے لڑتے لڑتے چلی گئی۔

"ابو! امی چلی گئیں میں اکیلی ہو گئی۔" وہ حواس باختہ تھی اور پھر شکیل احمد نے گلے سے لگایا وہ بے ہوش تھی پھر اسے کچھ یاد نہ تھا امی کو کب لے کے گئے۔

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے کتنی مشکل سے زبیدہ خالہ اور در شہوار نے اسے سنبھالا تھا پڑھائی تک چھوڑ کے بیٹھ گئی تھی ہر چیز سے دل اچاٹ کر لیا تھا۔ اتنی بے زار ہو گئی تھی کہ شکیل احمد نے اسے سختی سے پڑھائی جاری رکھنے کو کہا تھا اور پھر اس نے ان کی مانی پھر ایسے حالات میں فہر سے اس کا ٹکراؤ ہوا وہ اس کے ایسے پیچھے پڑا کہ وہ امی کو بھول گئی ہر وقت فہر گلا ہوا سوار رہتا تھا۔ ابو تک کو اس نے نہیں بتایا تھا صرف اس لیے کہ خاندانوں میں دراڑ نہ پڑ جائے اور آج بھی فہر اسے ایسے ہی دھونس و رعب سے مخاطب کرتا تھا۔ اس نے ہمیشہ فہر کی آنکھوں میں اپنے لیے مچلتے جذبے اور محبت دیکھی تھی مگر اسے ان سب سے چڑ تھی وہ فہر کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی تھی در شہوار اسے سمجھاتی رہتی تھی۔

"تم سے غلطی سے سچی محبت کرتا ہے۔" مگر وہ نفی ہی کرتی تھی اسے محبتیں راس نہیں آتی ہیں۔ اسے کب کوئی محبت سمیت ملا تھا ابو سے محبت کرتی تھی مگر وہ اس کے ہوتے ہوئے بھی اس کے نہیں تھے۔ جیسے کسی رشتے پر اس کا اختیار نہیں تھا۔ وہ فہر پر توجہ نہیں دیتی تھی اس نے ہوسپٹل میں فہر کو اپنے لیے پریشان دیکھا تھا مگر وہ اگنور کر رہی تھی وہ یہاں جب رہنا ہی نہیں چاہتی تو فہر کی محبت کا بھی کیا کرے وہ اپنا وجود یہاں سے ہٹانا چاہتی تھی کیونکہ وہ اپنے بھائیوں کو ان کی ماں سے جدا نہیں کرنا چاہتی اسے خبر ہے ماں کیا چیز ہوتی ہے اور اس کی ٹھنڈک۔

ماں تو ایک درخت کی طرح ہے جو اپنی شاخیں پھیلائے اپنی اولادوں کو اپنی ٹھنڈی چھاؤں میں رکھتی ہے ہر پریشانی اور آفت کو وہ اپنے اندر چھپا لیتی ہے۔ اولاد کو سکون دیتی ہے اور جب تک ماں ہوتی ہے۔ زندگی کتنی پرسکون ہوتی ہے ایک ڈھارس اور امید رہتی ہے ماں میری موجود ہے میں اپنا دکھ و تکلیف اس سے کہہ دوں گی۔

میری ماں تو بیمار تھی پھر بھی اس کا چہرہ دیکھ دیکھ کے جی رہی تھی اور وہ اپنی ماں کی صحت کی ہر وقت دعا کرتی تھی اور وہ ماں کیسے اسے اپنے سینے سے لگائے رکھتی تھی جب کبھی بھی وہ ابو کا ذکر کرتی۔

"امی کاش ہم دونوں بھی ابو کے ساتھ رہیں۔"

"ضروری نہیں ہر خواہش پوری ہو۔ تم اس پر شکر ادا کیا کرو ایک عزت دار باپ کی بیٹی ہو سر اٹھا کے فخر سے سب کا سامنا کر سکتی ہو تمہارا باپ میرے بعد تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا۔" ان کے لہجے میں دکھ و کرب ہوتا تھا۔

http://www.books.urdutube.net

نیل فرتڑپ جاتی تھی وہ اسے ہمیشہ سمجھاتی تھیں ان کے باپ نے ان کے ساتھ کیا کیا تھا ایک امیر کبیر آدمی سے ان کا سودا کرلیا تھا وہ اوباش آدمی رانی کو گھن آتی تھی ایسے میں شکیل احمد نے ان کا عزت سے ہاتھ تھاما تھا باپ کو کثیر رقم دی صرف اس اوباش آدمی سے پیچھا چھڑانے کو۔

نیل فر کو یہ کہانی رانی سنا چکی تھیں وہ شکر ادا ہی کررہی تھی۔ ماں کی وفات کے بعد شکیل احمد اس سے ایک دن بھی غافل نہیں رہے تھے اور شاید اوپر والے کو اس پر رحم آگیا تھا۔ ذریعہ بناتا گیا اور آج وہ ان سب کے درمیان تھی فہر اگر اس دن درمیان میں نہ آتا تو شاید سارے ہی اس کے وجود سے غافل رہتے وہ بھی ان سب لوگوں کا حصہ ہے۔

فہر نے کبھی بھی اسے اشارہ بھی نہیں دیا تھا وہ جانتا ہے کس کی بیٹی ہے۔ ہاں الفاظ اسے یاد تھے۔

''بڑے بول نہیں بولو دیکھنا ایک دن تمہیں میرے پاس ہی آنا ہوگا۔''

ٹھیک ہی کہنا تھا وہ اس کے گھر میں ہی تو تھی۔ کھڑکی سے ہٹ کے وہ بیڈ پر آگئی تھی کچھ ٹھنڈ محسوس ہوئی کمبل اوڑھ لیا تھا۔

''میں تمہیں اپنی محبت سے ایک دن جیت لوں گا۔'' وہ گھبرائی آواز اس کے دل سے ٹکرائی تھی کوئی اسے شدتوں سے چاہتا تھا مگر وہ اگنور کرتی نفرت کا اظہار کرتی تھی۔

دروازے پر ناک ہوئی اس کے خیالات اور تصورات کا سلسلہ رک گیا تھا وہ سمجھی پھپھو ہوں گی بیڈ سے اٹھی دروازہ کھولا سامنے فہر کو ڈیپ گرین پینٹ پر اسکائی بلیو چیک کی شرٹ میں دیکھ کر نروس ہی ہوگئی۔ فہر کے تیور اسے کچھ الگ ہی لگ رہے تھے۔ نیل فر نکلا تھا پگڑا اور اندر آگیا۔

''کیا بدتمیزی ہے چھوڑیے۔'' وہ غصے میں آگئی۔ ابھی کچھ لمحوں پہلے وہ اسے ہی سوچ رہی تھی اور یوں اچانک سے سامنے بھی آگیا تھا۔

نیل فر نے خود کو دوپٹے میں لپیٹا اسے دیکھنے سے گریز ہی کرنی تھی۔ فہر کی آنکھوں میں وارفتگی، خمار اور معنی خیزی نظر آتی تھی۔

''پرسوں تم رات میں اچانک سے کہاں چلی گئی تھیں پتہ ہے میں کتنا پریشان ہوگیا تھا۔'' وہ تو اس پر برس ہی پڑا اور نیل فر وحشت زدہ ہی ہوگئی اس کا ایسا جارحانہ انداز وہ گڑبڑا بھی گئی۔

''آپ کو یہ حق کس نے دیا۔ آپ مجھ سے اس لہجے میں باز پرس کریں۔'' پراعتماد اور بیڈ رانداز میں مخاطب ہوئی مگر نگاہ گھمالی وہ اسے دیکھ جو رہا تھا۔

''سارے حق اور حقوق میں ہی رکھتا ہوں اور رکھوں گا بتاؤ کہاں گئی تھیں۔''

''آپ کو اس سے کیا جب میرے باپ اور بھائیوں نے اتنا غصہ نہیں کیا آپ کو کیا حق پہنچتا ہے۔'' وہ پشت پھیر کر کھڑی ہوگئی۔

''بار، بار ایک ہی بات نہیں بولو جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔'' وہ غرایا دونوں ہاتھ پشت پر جمے تھے۔

''دم گھٹ رہا تھا میرا یہاں کچھ دیر کھلی فضا میں گئی تھی مرجاؤں گی میں آپ کے ایسے رعب اور رویوں سے۔'' فہر کو اپنے لب و لہجے کا احساس ہوا کیونکہ وہ کچھ زیادہ ہی خطرناک تیوروں میں تھا اس طرح تو وہ اس سے اور دور ہوجائے گی۔

''میرا انداز تمہارے لیے ایسا ہی ہوگا اگر تم یوں اچانک سے کہیں چلی جاؤ گی۔ ڈر گیا ہوں میں اس دن سے جب سے تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔'' وہ بول رہا تھا۔ زہرہ کے قدم باہر ہی جم گئے فہر کی آواز جو کچھ وہ بول رہا

تھا انہیں تو حیران کررہا تھا۔

''وہ ایکسیڈنٹ اس کے ذمے دار آپ تھے آپ جب سے میری زندگی میں آئے ہیں مجھے ڈرا کے رکھ دیا ہے۔'' اس کی آواز بھرا گئی۔

''شکر ہے زندگی میں شامل تو کیا۔'' اس نے نیل فر کو سامنے کیا جس کی آنکھیں پہلے ہی سے روئی روئی لگ رہی تھیں۔

''یہ آپ کی بھول ہے میں آپ کو زندگی میں شامل کروں۔'' جھٹ اس نے یہ بھی کہا۔

''دیکھو! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اتنے بڑے بول نہیں بولو، تم میری زندگی میں تو کیا میرے گھر میں آگئی ہو اوپر والے کا شکر میں جتنا بھی ادا کروں کم ہے کیونکہ وہ میرا ساتھ دے رہا ہے۔''

نیل فر جھینپ گئی کہہ وہ ٹھیک ہی رہا تھا۔ زہرہ کو ادھ کھلے دروازے سے سب سنائی دے رہا تھا۔ کیونکہ دونوں دروازے کے قریب ہی کھڑے تھے۔

''میں آپ کی شکایت کروں گی پھپھو سے آپ نے مجھے تنگ کر کے رکھا ہوا ہے میری زندگی اجیرن کردی ہے۔''

''گڈ یہ تو اچھی بات ہے میرا کام آسان ہوجائے گا۔ امی تمہارا رشتہ ماموں سے جھٹ مانگ لیں گی۔''

''کبھی نہیں آپ نے سوائے میری زندگی میں مسائل پیدا کرنے کے کیا کیا ہے۔'' وہ دانت پیس رہی تھی۔

''میری محبت قبول کرلو سارے مسائل حل ہوجائیں گے۔''

''قطعی نہیں۔'' وہ چیخی۔

''اچھا یہ بتاؤ کہاں کی تیاری ہے۔'' اس نے اسے گھورا دیکھا اس کے قریب ہوا نیل فر بدک کے پیچھے ہوگئی۔

''آپ سے چھٹکارے کے لیے یہاں سے جارہی ہوں۔'' لہجے میں نفرت سمو کے بولی۔

''ویسے ایک بات کہوں مجھ سے چھٹکارا ساری زندگی نہیں ملے گا میں تمہیں اپنی زندگی میں شامل کر کے رہوں گا۔'' فہر کے لہجے میں اتنا اعتماد اور یقین تھا وہ ڈر ہی گئی۔

وہ پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھا اس کا اندازہ کرلیا تھا۔

''آپ کو اور لڑکیاں مل سکتی ہیں کہیں اور اپنی محبت نچھاور کریں۔''

''محبت تو تم سے کی ہے اور تم پر ہی نچھاور کروں گا۔'' چہرے پر نیل فر کے بالوں کی لٹیں تھیں جو فہر نے خمار آلود لہجے میں کہتے ہوئے انگلیوں سے پیچھے کی تھیں۔ اس نے فہر کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تھا۔

''پلیز لیوی آلون۔'' وہ بیڈ پر بیٹھ گئی تھی اس کی باتوں اور سوچوں سے وہ کھسیا گئی تھی۔ زہرہ کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا۔

''او کے چھوڑوں گا بلکہ ہمیشہ ہی ہم دونوں ملیں گے۔'' ذومعنی لہجے میں شرارتی ہورہا تھا۔ نیل فر نے خود کو کمبل میں چھپالیا تھا۔ اسے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تھی۔

فہر نے زہرہ کو دیکھا تو گڑبڑا گیا تھا وہ تیزی سے مڑ گئی تھیں۔

''امی، امی۔'' اسے فہر کی آواز آئی۔ نیل فر نے کمبل اتارا کہیں پھپھو نے تو نہیں سن لیا۔ وہ ہاتھوں میں سر تھام کے رہ گئی تھی۔

Riadadigest.com
http://www.books.urdutube.net/

☆☆☆

حنین جلدی آفس سے آ گیا تھا اسے بخار ہو رہا تھا اور نزلے سے وہ الجھ رہا تھا سردی لگی تو کمبل میں ہی گھس گیا۔ کافی دیر تک سوتا رہا آریکہ کو اس کی فکر ہو رہی تھی کئی دفعہ روم میں چکر لگا چکی تھی مگر وہ بے سدھ سو رہا تھا انیسہ نے اس کی سوتے میں ہی نظر اتاری تھی۔

''اسے اٹھاؤ اور سوپ دو۔ ذرا جسم میں طاقت تو آئے گی چار گھنٹے سے سو رہا ہے۔'' وہ مغرب کی نماز پڑھ کے اٹھی تھیں آریکہ اپنے روم سے پڑھ کے آ رہی تھی۔

''دو تین دفعہ آواز دی مگر سوئے جا رہے ہیں۔'' جب کہ اس نے اٹھانے کی کوشش ہی نہیں کی تھی کچھ جھجک آ رہی تھی اس طرح اس نے کبھی سوتے سے جگایا جو نہیں تھا۔

''تم سوپ لے کے جاؤ میں بھی آتی ہوں پنج سورہ پڑھ کے۔'' انہوں نے کہا۔

آریکہ سر ہلاتی ہوئی کچن میں آ گئی اس نے سردی کی مناسبت سے زبردست چائنیز چکن سوپ بنایا تھا۔ اور حسن کو تو بہت ہی مزید ار لگا تھا تھوڑا سا اس نے امی ابو اور نمرہ کے لیے بھی بھیجا تھا۔

ایک کرسٹل کے باؤل میں سوپ نکالا اور چھوٹی پیالی رکھی اور ٹرے اٹھا کے روم میں آ گئی لائٹس اس نے آن کر دی تھیں تا کہ حنین کی کچھ نیند بیدار ہو جائے۔

''یار لائٹ آف کرو سر اور آنکھیں دکھ رہی ہیں۔'' وہ بے زاری سے بولا۔

''میں آپ کے لیے سوپ لائی ہوں کب سے سوئے جا رہے ہیں۔'' اس نے اپنا پنک دوپٹہ شانوں پر برابر کیا اور ٹرے بیڈ پر خالی جگہ پر رکھی۔

''میرا کچھ کھانے پینے کا موڈ نہیں ہے۔''

''زبردستی کھانا پینا پڑے گا۔'' وہ کمبل سمیٹ رہی تھی جب کہ حنین کی ابھی تک آنکھیں بند تھیں۔

''یہ تم کب سے بیوی بن گئی ہو۔'' طنز ہی کیا۔ اس کی خواہش تھی گھر جائے تو آریکہ اس کے سرہانے بیٹھی رہے اور سر دبائے گھر آیا تو وہ ظہر کی نماز پڑھ رہی تھی وہ اسی طرح اوندھا ہو کے پڑ گیا تھا اور اس کی آنکھ بھی لگ گئی تھی۔

''بیوی تو آپ بنا کے لائے ہیں۔'' اس نے شرمگیں لہجے میں ہی کہا۔

حنین کی پٹ سے آنکھیں کھلی تھیں کیونکہ وہ بول ہی ایسے رہی تھی، وہ چونکنا تو ضروری تھا۔

''اچھا تو بیوی کا رشتہ نبھانے آئی ہو۔ اسی لیے یہ سب لائی ہو۔'' اس نے ٹرے کی طرف اشارہ کیا۔

''بیوی کا رشتہ تو مرتے دم تک نبھاؤں گی مگر اس کے لیے ضروری ہے آپ کی توجہ۔''

''کیا.....؟'' وہ تو اچھل ہی گیا۔

آریکہ میں رمیز کے گھر سے آنے کے بعد حیرت انگیز تبدیلیاں دیکھ رہا تھا اس سے جلی کٹی باتیں بھی نہیں کرتی تھی اور الگ ہونے کا تو کہتی ہی نہیں تھی ہر کام خود سے خوشدلی سے کرنے لگی تھی۔

''سوچ لو میری توجہ میں بھی تمہیں کھوٹ اور مطلب لگا تو۔'' وہ اٹھ کے بیٹھ گیا تھا۔

نگاہوں کا تصادم ہوا آریکہ نے مسکرا کے ہی نگاہ ڈالی تھی۔

''آپ نے ہی تو کہا تھا شادی کے بعد کچھ لوگ پیار اور محبت کے ساتھ بھی تو رہتے ہیں میں بھی رہ لوں گی۔''

حنین تو سلگ کے ہی رہ گیا یعنی اتنی لگاوٹ صرف اسی لیے تھی وہ اس پر توجہ دے۔

''آپ سوپ تو پئیں۔'' ٹرے آگے رکھی۔ سوپ دیکھ کر اس کی بھوک چمک رہی تھی مگر آریکہ نے جو کچھ کیا وہ

اسے تپا بھی رہا تھا مگر خود کو کنٹرول میں رکھا یعنی وہ ابھی بھی اس کی محبت و پیار کو جھوٹ سمجھ رہی تھی۔

سوپ پینے لگا تھا بہت مزیدار تھا ایک نگاہ اس پر ڈالی جو سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

''حنین صاحب! ایسے تو آپ کو بخشوں گی نہیں بہت تنگ کیا ہے یعنی مجھے چاہتے بھی تھے اور چڑاتے بھی تھے۔'' وہ سوچ رہی تھی لب مسکرا بھی رہے تھے۔

''میری حالت پر مسکرا رہی ہو۔''

''بالکل بھی نہیں۔'' وہ سیدھی ہو گئی۔

''ڈاکٹر کے کب جائیں گے دوائی لائیں تا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک ہو۔''

''ڈاکٹر سے دوائی لے کے ہی آیا ہوں۔'' سوپ ختم کر چکا تھا ایسا لگا اس کا دماغ کچھ کام کرنے لگا ہو غصہ بھی کم ہوا تھا۔

''کہاں ہے مجھے تو نظر نہیں آئی۔'' اس نے سائیڈ ٹیبل پر طائرانہ نگاہ ڈالی۔

''گاڑی میں ہی شاپر پڑا ہوگا۔'' وہ پھر لیٹ گیا۔ آریکہ اٹھی اور مین گیٹ تک گئی گاڑی کھلی ہوئی تھی شاپر فرنٹ سیٹ پر تھا۔

''سوپ پیا اس نے؟'' انیسہ نے پوچھا۔

''جی پیا ہے دوائی دے دوں انہیں۔'' اس نے کہا۔

''ہاں جاؤ۔'' اندر آئی تو وہ واش روم سے منہ دھو کے نکلا تھا۔

''شاباش بیٹا۔'' ساری دوائیاں بازار کی ہی تھیں۔

''کیسے کیسے کھانی ہے۔''

''اس میں ایک پرچہ بھی پڑا ہے سب لکھا ہے۔'' تولیے سے منہ پونچھا اور پھر بیڈ پر آ گیا۔

آریکہ پرچے کے مطابق اسے ٹیبلیٹ دے رہی تھی جو وہ کھا رہا تھا۔

''کل میں آفس نہیں جاؤں گا۔''

''اچھا ہے آرام کیجیے گا۔'' دوائیاں اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی تھیں۔

''سوچ لو کل پورا دن گھر میں اور بیڈ روم میں ہوں گا برداشت کر لو گی۔''

''آپ کا گھر اور بیڈ روم ہے اس میں برداشت کی کیا بات ہے۔'' وہ ہنسی کیونکہ حنین نے کچھ ایسے انداز میں کہا تھا۔

''تم اتنی فرمانبردار کیسے بن گئی ہو۔ لگتا ہے میری کہی ہوئی بات پر عمل کر رہی ہو۔''

''ٹھیک سمجھے آپ اسی پر عمل کر رہی ہوں۔'' ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''آپ نے ٹھیک ہی کہا تھا میاں بیوی کے رشتے میں محبت نہ بھی ہو تو وہ نبھ جاتے ہیں۔'' وہ حیرانگی سے سن رہ گیا۔

''کیا مطلب ہے۔'' وہ جان کے بھی انجان بنا۔

''آپ اگر مجھ سے محبت نہیں بھی کرتے ہیں تو کوئی فکر نہیں میرے لیے یہ ہی کافی ہے ہم نے بڑوں کے فیصلے پر سر جھکایا ہے۔'' وہ بول رہی تھی۔

اور حنین تو سرتاپا سلگ رہا تھا یعنی وہ خوامخواہ ہی خوش فہمیوں میں مبتلا ہو گیا رمیز نے جو کچھ کہا اور وہ اس نے

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

سنا بھی پھر بھی ایسا کہہ رہی ہے۔

''میں نے کوئی بڑوں کے فیصلے پر سر نہیں جھکایا البتہ تم نے جھکایا ہے۔ اسی لیے ایسا کہہ رہی ہو کمپرومائز چاہ رہی ہو نا۔'' وہ تائیدی لہجے میں استفسار کرنے لگا۔

''میاں و بیوی میں ہوتا ہی کیا ہے کمپرومائز۔'' وہ حنین کی حالت سے محظوظ ہو رہی تھی جو زچ بھی ہو رہا تھا۔

''مجھے نہیں کرنا کمپرومائز۔''

''آپ ہی کا تو کہنا تھا کمپرومائز کرلوں۔'' وہ اپنی ہنسی روک رہی تھی۔

''جاؤ یہاں سے میرا سر درد کرنے لگا ہے۔'' وہ چڑ کے کھسیا کے بازو ماتھے پر رکھ کے لیٹ گیا۔

''لائیے دبا دوں۔'' وہ اس کے قریب سرہانے کی طرف بیٹھی تھی۔ حنین چونک گیا اس کی خواہش ایسے پوری ہو رہی تھی جب کہ اس کا موڈ سخت خراب ہو گیا تھا۔

''رہنے دو تم میرا گلا دبا دو۔''

''مجھے اپنا نقصان تھوڑی ہی کرنا ہے۔'' آریکہ نے ساری شرم جھجک بالائے طاق رکھ کے اس کا سر دبانا شروع کر دیا تھا۔

نرم نرم موی انگلیاں اس کے ماتھے پر حرکت کر رہی تھیں وہ چاہ کے بھی اسے نہیں ہٹا سکا تھا۔ اسے سکون مل رہا تھا اس نے ایسے محبت سے چاہا تھا اس کی زندگی تھی اور جب سے زندگی میں آئی تھی ایسے اپنے قریب اس کی ہی مہک آتی رہتی تھی مگر اس کی غلطیوں کی وجہ سے آریکہ اس سے کافی حد تک بدگمان ہو گئی تھی وہ اس کی بدگمانی دور کرنا چاہتا تھا اس نے تو اپنی چاہت اور محبت کا اظہار بھی کیا جو آریکہ کو جھوٹ پر مبنی ہی لگا تھا ظاہر ہے اس نے لمحہ لمحہ اس کی تذلیل ہی کی تھی وہ تھی بھی بہت حساس اس کے وہ کمپرومائز پر آمادہ تھی ایسا تو نہیں چاہا تھا وہ اسے سچے جذبوں سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

آریکہ کافی دیر تک اس کا سر دباتی رہی تھی وہ تو انیسہ روم میں آئیں تو وہ ہٹ گئی تھی۔

''سو رہا ہے۔''

''امی آپ آئیے۔'' وہ سیدھا ہوا۔

''میں کچن میں دیکھ لوں حسن کھانا مانگ رہا تھا۔'' آریکہ اٹھی روٹیاں بھی بنانی تھیں۔

انیسہ اس پر پڑھ پڑھ کے دم کر رہی تھیں اور سر بھی دبانے لگی تھیں۔ انیسہ کو آریکہ کے آنے سے بے فکری ہو گئی تھی سارے گھر کی اس نے ذمہ داری خوش اسلوبی سے سنبھال لی تھی۔

☆.....☆

اس نے منیب احمد کو جو بتایا وہ حیران تھے ماہا اتنی سمجھ دار اور حساس تھی وہ شہریل کے لیے کیا کچھ نہ کر گئی تھی ایسا کچھ تو انہوں نے بھی نہیں سوچا اور نہ ہی کبھی ذہن میں آیا شہریل کے گھر والوں کا پتہ نیٹ وغیرہ سے بھی لگایا جا سکتا تھا جس وقت شہریل ملا تھا انہوں نے اخبارات وغیرہ اور ٹی وی پر اشتہارات دیے تو تھے مگر کہیں سے بھی کوئی پتہ نہ چل سکا اور پھر وہ تھک ہار کے بیٹھ گئے تھے۔

''آپ کو میں اس لیے بھی ساتھ لے جا رہی ہوں کہ لوگوں کا کچھ علم نہیں کیسے ہوں وہ لڑکا کہہ تو رہا ہے سب تصویریں بھی شہریل کے بچپن کی بھیجی ہیں۔'' ماہا کو پھر بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

''ارے بیٹا اس نے جب اتنا کچھ بھیج دیا تو واضح ہے شہریل کا بھائی ہے۔'' منیب احمد کو خوشی ہو رہی تھی کہیں

سے تو کوئی امید نظر آئی اور یہ سب ماہا کی کوششوں سے ہوا تھا۔

''پاپا آپ ابھی کسی کو بھی نہیں بتائیے گا۔'' وہ منیب احمد کو اسجد کے بتائے ہوئے ریسٹورنٹ میں لے کے جا رہی تھی۔ جہاں اس نے ملنے کا پتہ دیا تھا۔

''میں نے پھر بھی اپنے گارڈز بھی ساتھ رکھے ہیں وہ پہلے ہی پہنچ گئے ہوں گے۔''

''آپ بھی پاپا کیا کرتے ہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔''

''بہت سے لوگوں کو فیس بک وغیرہ کے ذریعہ ٹریپ کیا گیا ہے۔ آج کل کسی پر بھروسہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔'' گاڑی وہ ڈرائیو کر رہے تھے۔

''انشاء اللہ ایسا کچھ نہیں ہوگا کیونکہ اس لڑکے کی باتوں سے میں نے بھی اندازہ کیا وہ بھی ڈرا ڈرا ہے۔''

''کیا کریں کچھ برے لوگوں نے ماحول ہی ایسا کر دیا ہے ہر شریف بندہ ڈرتا ہی ہے اگر گھر کا ایڈریس بتا دو اس کے ذریعے ہی واردا تیں ہو جاتی ہیں۔'' ریسٹورنٹ آ گیا تھا گاڑی پارک کی وہ منیب احمد کے ساتھ اندر چلی آئی تھی۔

رات کے آٹھ بج رہے تھے وہ اطراف میں نگاہ ڈالتی ہوئی ٹیبل تلاش کرنے لگی مگر اچانک سے اس کے ذہن میں آیا۔

''پاپا! آپ پہلے ریسیپشن سے پتہ کریں انجینئر نام کا کوئی لڑکا یہاں جاب کرتا ہے۔''

''ہوں۔'' وہ سر ہلا کے ریسیپشن تک آگئے کاؤنٹر سے انہوں نے معلوم کیا۔

''جی ہاں ہوتے ہیں آپ کو ملنا ہے۔'' معمر شخص نے بڑے مینرز سے پوچھا۔

''جی۔'' منیب احمد اور ماہا نے سر ہلایا۔

''جی ہم ویٹ کرتے ہیں۔'' ماہا نے ٹیبل تلاش کی جس پر انجینئر نام کا کارڈ دور سے ہی نظر آ گیا اور ایک لڑکا جس کی عمر اٹھارہ سال کے قریب تھی وہ حیران ہوئی منیب احمد نے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

ماہا ٹیبل تک آئی۔

''مسٹر اسجد۔''

''اسجد تم یہاں بیٹھے ہو یہ لوگ تمہارا پوچھ رہے تھے۔'' ایک ویٹر نے آ کے اسے بتایا۔

''شکریہ آپ کا۔'' اسجد نے ویٹر سے کہا۔

''بیٹھیے آپ لوگ۔'' اسجد کبھی ماہا کو دیکھتا تو کبھی منیب احمد کو جو بڑے پر اعتماد انداز میں چیئر کھسکا کے بیٹھے تھے وہ تو یہ سمجھا تھا کوئی عام سے گھرانے کی لڑکی ہوگی مگر اس کے کپڑے اور اس کے ساتھ کی شخصیت سے واضح ہو رہا تھا وہ پوش فیملی سے ہیں۔

''آپ لوگ ملے ہیں۔'' اسجد کو بھائی سے ملنے کی بے تابی اور بے چینی تھی۔

''بیٹا ہم نے سوچا آپ سے پہلے پوری معلومات لیں۔'' منیب احمد گویا ہوئے۔

''میں بھی سارے ثبوت لایا ہوں میں سچ کہہ رہا ہوں وہ میرے بھائی ہیں۔'' وہ روہانسا ہو گیا۔

ماہا اور منیب احمد ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''میں بہت غریب گھر کا ہوں۔'' وہ رونے لگا۔

''تم روتو نہیں مگر پھر بھی بندہ محتاط ہوتا ہے پوچھ گچھ ضروری ہو جاتی ہے۔'' منیب احمد کو اس پر ترس بھی آ رہا تھا۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

"یہ ہم سب بہن بھائی کا گروپ فوٹو۔" اس نے تصویر ماہا کو دی۔
جو وہ دونوں ہی دیکھنے لگے اب تو سارے ثبوت تھے پھر شک کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔
"میں ادھر جاب کرتا ہوں اور میری بڑی بہن ایک ہاسپٹل میں جاب کرتی ہیں۔ ہمارے والد صاحب کو فالج کا اٹیک ہو گیا تھا مگر اب وہ ڈاکٹر شہیر کے علاج سے بہت بہتر ہو گئے ہیں۔"
"ڈاکٹر شہیر!" ماہا چونکی۔
"میری بہن جہاں جاب کرتی ہیں۔ ڈاکٹر شہیر وہیں ہوتے ہیں۔" وہ سادگی سے بتا رہا تھا۔
"اگر یہ اپنے شہیر بھائی ہیں تو اسے شہیر بھائی کی پکچر دکھاتی ہوں۔" اپنا سیل نکالا اور منور کی شادی کی پکچرز میں سے ایک پکچر نکالی جس میں شہیر فواد اور شیراز ساتھ کھڑے تھے۔
"یہ بتاؤ اس میں پہلے ڈاکٹر شہیر کو پہچانتے ہو۔" اس نے اپنا سیل اس کے آگے رکھا۔
اسجد کو تو حیرانگی کا زبردست جھٹکا لگا۔
"جی یہ ہیں۔" درمیان میں کھڑے شہیر کو وہ پہچان گیا تھا۔
"مبارک ہو تمہیں تمہارے بھائی مل جائیں گے۔" ماہا مسکرائی۔ منیب احمد نے اسجد کے بازو پر تھپکی دی۔
"پلیز مجھے ابھی ملا دیں میری امی ابو نہیں کب سے ان کی راہ تک رہی ہیں۔" وہ تو سن کے ہی بے قرار ہو گیا۔
"پہلے تم اپنے گھر لے کے چلو۔"
"آپ کو ابھی بھی شک ہے ارے میں کوئی مافیا کا بندہ نہیں ہوں۔" وہ جیسے چڑ گیا۔
"ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم تمہارے والدین سے ملنا چاہتے ہیں اور خود بتائیں گے۔" منیب احمد نے اسے تسلی دی۔
"ٹھیک ہے میں ابھی آتا ہوں۔" وہ بہت خوش تھا اس کا بھائی اتنے سالوں بعد ملنے والا تھا چھٹی لے کے آ گیا تھا۔
منیب احمد اور ماہا کے ساتھ وہ ان کی گاڑی میں بیٹھا گھر کی سمت روانہ ہو گیا تھا ماہا راستے بھر اس سے مختلف سوالات کرتی رہی گھر اس کا آ گیا تھا گاڑی باہر دور ہی پارک کرنی پڑی تھی گلی اتنی چوڑی نہیں تھی کہ گاڑی اندر آتی۔ دونوں ہی جھکتے ہوئے اندر آ گئے تھے۔
نگہت نے حیرانگی سے ماہا کو دیکھا مگر منیب احمد کو دیکھ کر وہ ذرا جھجھکی تھیں۔
"ارے آنٹی یہ آپ کا گھر ہے اوگاڈ اتنے قریب تھے ہم اور کسی کو کسی کا علم نہیں۔" ماہا تو قدرت کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔
اسجد نے جواب میں انہیں سب بتا دیا رمعنہ بھی گھر میں تھی گویا اس گھر میں خوشیاں ہی اتر گئی تھیں۔
"جلدی سے میرے بیٹے کو ملوا دو۔" نوید احمد تو باقاعدہ رونے لگے تھے۔
رمعنہ تو ہر بار شہریل کو دیکھ کر چونکتی تھی اسے اپنے بھائی کی شبیہہ دیکھائی دیتی تھی۔ نمرہ سب کے لیے چائے لے آئی تھی۔
منیب احمد نے شہریل کو کال کر دی تھی اور کہا تھا اس کے لیے سرپرائز ہے۔
"تم شہیر کے ساتھ چلے آؤ کہنا تمہارے ہاسپٹل میں جو لڑکی جاب کرتی ہے اس کے والد کا علاج کر رہے ہو ان کے گھر چلے آؤ۔"

"انکل میرا آنا ضروری ہے۔" اس کی پریشانی میں مبتلا آواز آئی تھی۔
"ہاں بہت ضروری ہے۔" انہوں نے یہ کہا اور لائن کٹ کر دی تھی۔
"آ رہا ہے شہیر کے ساتھ۔" منیب احمد نے بتایا۔ ماہا اور رمعنہ تو اپنی گفتگو میں لگی تھیں اور نگہت تو ماں تھیں انتظار کی گھڑیاں ایسا لگ رہا تھا گن رہی ہوں اتنے سالوں میں اپنی بے قراری اور بے چینی نہیں ہوئی جتنی انہیں آج ہو رہی تھی۔
ماہا کو گونا گو سکون مل گیا تھا کوئی تو ایسا کام کیا جو اس کے بچپنے کو ظاہر نہیں کرتا اوپر والے نے اس کا ساتھ دیا تھا شہریل کو کوئی تو خوشی دی اس کی اداسی اور افسردگی کو ختم کیا۔
"آپ کی کزن بتا رہی تھی آپ کا رشتہ شہریل بھائی سے طے ہے۔" نمرہ کو یاد آیا۔
"آں ہاں نہیں تو۔" اس نے گھبرا کے نفی ہی کی۔ جب کہ رمعنہ کی نگاہیں بہت کچھ جانچ رہی تھیں شہریل کے بارے میں وہ خود سے کچھ نہیں بول رہی تھی۔
"لگتا ہے آپ شرما رہی ہیں۔"
"نہیں تو۔" تبھی شہیر اور شہریل آ گئے ماہا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں۔ تینوں ہی ڈرائنگ روم میں آ گئی تھیں۔
شہریل ہونقوں کی طرح سب کو دیکھ رہا تھا جو دو ہستیاں اس کے سامنے بیٹھی تھیں اسے کچھ یاد دلا رہا تھا۔
"شہریل! تمہارا انتظار ختم ہوا یہ تمہارے ماں اور باپ ہیں۔" منیب احمد نے گویا دھماکہ ہی کیا تھا اور وہ حیرانگی کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔
"میرا بیٹا کب سے آنکھیں ترس رہی تھیں۔" نگہت تو لپک کے چوڑے شہریل کے سینے سے لگ گئیں اور اسے تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا ماہا کو دیکھا اس کے چہرے پر ایسے رنگ تھے جو آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ نوید احمد اور نگہت تو خوشی سے روئے جا رہے تھے۔ اسجد اور نمرہ کو اس سنگ سے لگایا رمعنہ کو دیکھ کر اکثر چونکتا تھا جب بھی اس کا ہاسپٹل جانا ہوتا تھا۔
"میری بہن۔" اس نے تینوں کو اپنی آغوش میں چھپا لیا۔
"کتنے بڑے ہو گئے ہو تم سب۔"
"کیوں تم بڑے نہیں ہوئے کیا؟" شہیر نے شرارتی لہجے میں لقمہ دیا۔ وہ سب ہی ہنسنے لگے تھے۔
"یہ سب کیسے ہوا؟" اسے تو یقین نہیں آ رہا تھا۔
"یہ سب میری بیٹی کے ذریعہ ہوا ہے۔" منیب احمد کا لہجہ تفاخر زدہ تھا۔
شہریل پر شادی مرگ طاری ہو گیا اس کا سارا بچپنا لگتا تھا ختم ہو گیا جو اتنا بڑا معرکہ انجام دے لیا تھا۔ ماہا نے اسے دیکھنے سے ہی گریز کیا۔
"اسے اب بھی یقین تھوڑی ہو گا۔" وہ کھڑی ہو گئی کیونکہ سوچیں اسے تنگ کرنے لگی تھیں۔
"پاپا! چلیں۔"
"آپ لوگ ایسے کیسے جا سکتے ہیں مٹھائی وغیرہ۔" اسجد نے انہیں روکا۔
"ارے بیٹا آنا جانا لگا رہے گا۔" منیب احمد اس کی سادگی پر مسکرائے۔
نوید احمد اور نگہت نے ان کا اتنا شکریہ ادا کیا وہ خود شرمندہ ہو گئے شہیر نوید احمد کا چیک اپ کرنے لیے رک

http://www.books.urdutube.net
http://www.urdutube.net
RidaDigest.com

گیا تھا اور شہزیل اسے تو لگ رہا تھا اس کی زندگی میں خوشیاں واپس آ گئی ہیں۔

☆.....☆

ایک ہفتے سے اوپر ہو گیا تھا ثریا کو تشویش بھی ہو رہی تھی کوئی بھی نیل فرکا نام یاد کر ہی نہیں کر رہا تھا اور شکیل احمد ان کے رویے میں بھی حیران کن تبدیلی آئی تھی اکثر رات میں بھی وہ گھر پر ہی ہوتے تھے ثریا کو یہ پریشانی اور فکر ہوئی نیل فر انگلینڈ تو نہیں چلی گئی وہ اتنی بے حس اور سنگدل بھی نہیں تھیں کسی کو یوں افسردہ کریں۔ وہ تو خود چل کے انہیں منانے اور روکنے آئی تھی ان کے قدموں تک میں بیٹھ گئی تھی ماں کی محبت ترسی ہوئی تھی اسے احساس تھا ماں کی محبت کیا ہوتی ہے وہ اپنے بھائیوں کو اداس دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور اس نے خود کو ان کی نظروں سے ہٹانے تک کا وعدہ کر لیا تھا۔

اس نے یہ تک بتا دیا تھا شکیل احمد صرف ان کے ہیں اس کی ماں تو بس یوں ہی درمیان میں آ گئی تھی۔

حمزہ کو کتنی خواہش تھی اس کی کوئی بہن بھی ہوتی اور یہ خواہش اس کی پوری بھی ہو گئی تھی انہیں بھی پیاری تھیں مگر اوپر والے کی مرضی حمزہ کے بعد پھر کوئی اولاد نہ ہوئی وہ اپنے دونوں بیٹوں سے بہت خوش تھیں مگر کبھی کبھی ذکر کرتا تھا جب بھی نیل فر کو دیکھتا تھا کاش میری یہ گی بہن ہوتی اس کی یہ خواہش اللہ نے پوری کر دی تھی پھر وہ کون ہوتی ہیں بھائیوں کو بہن سے جدا کرنے والی انہیں بھی تو ایک بیٹی مل جائے گی جو کتنے مان سے ان کے پاس آئی تھی اپنی اپنائیت کا احساس بھی دیا تھا ان کی آنکھوں اور لہجے کی حسرت ان سے چھپی نہ رہی تھی وہ انہیں حسرت سے دیکھتی ہوئی گئی تھی۔

وہ اسے اس گھر میں لا کے رہیں گی وہ ان کی اپنی بیٹی بن کے رہے گی اسے احساس نہیں ہونے دیں گی وہ دوسری عورت کی بیٹی ہے کیا ہوا ایک ماں چلی گئی دوسری ماں کا تو اللہ نے پہلے سے انتظام کر رکھا تھا۔

ثریا کئی دنوں سے اسی تخمینے میں الجھی ہوئی تھیں کیسے وہ شکیل احمد سے نیل فر کی بات کریں کیونکہ انہوں نے تو کیا ضیاء اور حمزہ تک نے اس کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تھا۔

یا شاید اس لیے کہ انہیں دکھ نہ ہو۔ ان کے بیٹے اور شوہر کتنے اچھے ہیں جو ان کی خوشی کا خیال رکھتے ہیں ہو سکتا ہے نیل فر نے ہی انہیں کہا ہو اس کا کوئی ذکر نہ کیا جائے۔

ملازمہ سے انہوں نے کھانا لگوا دیا تھا مگر ڈائننگ ٹیبل پر ابھی تک بھی کوئی نہیں آیا تھا جب کہ دو دفعہ پکار پکا کے کہہ چکی تھیں کھانا کھا لیں۔

''ارے حمزہ کیا کھانا نہیں کھاتا۔'' وہ اس کے سر پر پہنچ گئیں جو ہال کمرے میں صوفے پر لیٹا سیل پر کسی سے میسج میں لگا ہوا تھا۔

''جی امی! آ رہا ہوں۔'' وہ فریش انداز میں ہی بولا۔

''اور تمہارے ابو کی ابھی تک ضیاء سے میٹنگ ختم ہی نہیں ہوئی کب سے کھانا لگا ہوا ہے۔'' وہ پھر ان دونوں کے درمیان آ گئی تھیں۔

''آپ لوگ یہ ساری میٹنگ آفس میں کیا کریں یہاں نہ پھیلایا کریں۔'' وہ تو چڑ کے گویا ہو گئی تھیں۔

''آ رہے ہیں۔'' شکیل احمد نے کہا

''ضیاء بند کروا اپنا یہ لیپ ٹاپ سارے ہی آج مصروف بیٹھے ہیں۔'' انہوں نے ڈپٹ کے کہا۔

ضیاء نے مسکرا کے انہیں دیکھا جو اپنے پرانے موڈ میں واپس آ گئی تھیں۔

''امی! آپ نے بیچ میں جانے کا ارادہ بدل دیا ہے۔'' ڈائننگ ٹیبل پر آ کے وہ تینوں بیٹھ گئے تھے اور ثریا ان لوگوں کو کھانا سرو کر رہی تھیں۔

''ہوں..... بدل دیا ہے کچھ سوچ کے؟'' انہوں نے حمزہ کو جواب دیا۔

''کچھ بھی سوچا ہو آپ نے ہمارے لیے یہ ہی کافی ہے آپ نہیں جا رہی ہیں۔'' حمزہ نے ان کے شانے پر سر رکھا۔

ملازمہ کھانا لگا کے گھر چلی گئی تھی آٹھ بجے تک وہ چلی جاتی پھر وہ رات کے کھانے کے سارے برتن جمع کر کے رکھ دیتی تھیں صبح جب وہ آتی تھی تو دھوتی تھی۔

''آپ لوگ کھانے سے فارغ ہو جائیں تو مجھے آپ تینوں کے ساتھ کہیں جانا ہے۔'' یکدم ہی انہوں نے نگاہ جھکائے جھکائے کہا۔

''اس وقت ٹائم دیکھو۔'' شکیل احمد نے حیرانگی سے کہا۔

''کیوں رات میں بھی کسی کے گھر جانا معیوب ہے کیا ویسے بھی ابھی صرف نو بجے ہیں کوئی دیر نہیں ہوئی۔''

''امی! آخر جانا کہاں ہے۔'' ضیاء کو اچنبھا بھی ہو رہا تھا۔

''بس جانا ہے۔'' انہوں نے اتنا ہی کہا۔

کھانے کے بعد وہ تینوں ہی لاؤنج میں آ گئے اور ثریا اپنے روم سے اپنی گرم شال اور بیگ لے آئی تھیں۔

''چلیے اٹھیے مجھے نیل فر کو لے کے آنا ہے۔''

''کیا؟'' حمزہ تو اچھل ہی گیا۔ اور ضیاء شکیل احمد کو جیسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

''ثریا یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' شکیل احمد گویا ہوئے۔

''جوان بیٹی کو یوں اس طرح کہیں نہیں چھوڑا جاتا ہے لاکھ زہرہ اس کی پھپھو ہے مگر کب تک ایسے زہرہ اس کی ذمے داری اٹھائیں گی اسے یہاں لے کے آتے ہیں۔'' وہ بول رہی تھیں اور شکیل احمد تو گنگ تھے یہ انہونی کیسے ہو گئی۔

''امی! آپ سچ کہہ رہی ہیں؟''

''ہاں سچ کہہ رہی ہوں۔'' وہ جز بز ہو رہی تھیں کچھ زیادہ ہی وہ رو ڈ ہو گئی تھیں جس سے گھر میں تناؤ کی فضا قائم ہو گئی تھی۔

''نیل فر زہرہ کے گھر نہیں ہے اپنے فلیٹ پر چلی گئی ہے۔'' انہوں نے بتایا۔

''کہیں بھی گئی ہو ہمیں جا کے لانا ہے۔''

''ثریا! تم کوئی بھی فیصلہ اپنے دل کے منافی نہیں کرو زبردستی اسے خود پر مسلط نہ کرو تمہاری خوشی کے لیے میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔'' وہ افسردگی سے بول رہے تھے۔

''میں دل کی خوشی سے فیصلہ کر رہی ہوں اور مجھے سمجھ آ گیا ہے اللہ نے مجھے بیٹی کیوں نہیں دی اس لیے کہ مجھے اتنی پیاری بیٹی جو اچانک سے دینے والا ہے۔'' وہ مسکرائی تھیں

حمزہ اور ضیاء اپنی ماں کے چہرے کو دیکھ رہے تھے جو بہت خوش اور فریش بھی لگ رہی تھیں۔

''آپ سچ کہہ رہی ہیں آپی کو دل سے قبول کر رہی ہیں۔''

''ہوں۔'' انہوں نے حمزہ کی بے یقینی کی کیفیت پر کہا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Rida Digest Pdf

''دیکھیں ٹائم ضائع نہ کریں۔''

''مجھے یقین نہیں آرہا تم اسے لینے جارہی ہو۔'' شکیل احمد خوشی سے آبدیدہ ہوگئے۔

''دیکھیں ہمیں اسے جلد سے جلد یہاں لانا ہے ورنہ وہ انگلینڈ چلی گئی تو واپس نہیں آئے گی۔''

''یہ آپ کو کیسے پتہ؟'' حمزہ سن کے حیران ہوا۔

''وہ یہاں آئی تھی کچھ دن پہلے مجھ سے ملنے.....''

''کیا نیل فر یہاں آئی تھی تم سے ملنے مگر اس نے ہمیں تو نہیں بتایا۔'' شکیل احمد تو چونک گئے نیل فر نے ان سے ایسا کوئی ذکر بھی نہیں کیا تھا۔

ثریا نے اس کی ساری گفتگو انہیں بتادی تھی وہ تینوں ہی نیل فر کی سمجھداری پر حیرت زدہ تھے۔

''نیل فر بہت حساس بچی ہے وہ ماں کی کمی بہت محسوس کرتی ہے۔ اس نے یہاں آکے میری اہمیت بتادی کتنی ہے اور میرے دل میں اس کے لیے اہمیت جگہ اور محبت ہی محبت ہے ایسی اپنائیت سے گنوں والی بیٹی کی کے نہیں خواہش ہوگی وہ مجھے معتبر کرگئی ہے اور یہ میری اعلیٰ ظرفی ہوگی جو میں اسے ماں کا پیار دوں میں اتنی سنگدل اور بے حس نہیں ہوں ایک بیٹی کو اس کے باپ سے الگ کردوں جب وہ ایک ماں کو اس کے بیٹوں اور شوہر سے الگ نہیں کرسکتی تو میں کیوں ایسا کروں میں نے نیل فر سے کبھی پیار اور نفرت نہیں باندھی مگر گلہ شکیل احمد مجھے آپ سے تھا۔ آپ نے کبھی اپنی کوئی فکر و پریشانی سے آگاہ ہی نہیں کیا۔'' وہ ان سے بول رہی تھیں۔

''میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا بس اور کوئی بات نہیں تھی۔'' ان کی نگاہ شرمندگی سے جھک گئی تھی۔

''مجھے اندازہ ہوگیا ہے نیل فر نے مجھے سب وہ کچھ بتایا جو آپ نے مجھے کبھی نہیں بتایا۔'' کئی دنوں سے وہ یہ ہی سوچ اور الجھن کا شکار تھیں نیل فر کا سامنا کیسے کریں گی۔

''تم نے مجھے معاف کردیا؟''

''معاف تو مجھے آپ کردیں میں نے آپ کو بہت اذیت دی۔'' وہ بھی آنکھوں میں نمی لیے گویا ہوئیں۔

''آپ نے اپنی بیٹی کی بہت اچھی تربیت کی ہے بہت سمجھدار اور حساس ہے وہ سارے رشتوں کی گہرائی سمجھتی ہے۔''

''امی! آپ کی بیٹی نہ کہیں ہماری بیٹی۔'' حمزہ نے مسکرا کے ان کے گلے میں بازو ڈال کے کہا۔

''ہاں ہماری بیٹی ہے۔'' وہ بھی جوابی مسکرائی تھیں۔ شکیل احمد کے دل و دماغ سے بوجھ اتر گیا تھا سارے معاملے اوپر والے نے ایسے سمیٹے کے ان کی عقل دنگ تھی۔

''امی! دیکھیں ہم تینوں بہن بھائی کے خون کا گروپ بھی ایک ہے۔''

''ہاں مجھے خبر ہے۔'' انہوں نے حمزہ کو دیکھ کر سر ہلایا۔ ''چلیے پھر۔'' وہ اٹھیں۔

''نہیں امی! کل چلیں گے اہتمام سے انہیں سرپرائز دیں گے۔''

''یہ حمزہ نے ٹھیک کہا۔'' ضیاء نے بھی خوش ہو کے تائید کی۔

''نیل فر کا بیڈ روم بھی سیٹ کروادوں گی۔''

''ثریا تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے کیسی الجھن سے مجھے نکال دیا ہے۔'' شکیل احمد ان کے ممنون تھے وہ تینوں ہی مسکرا دیے تھے۔

(جاری ہے)

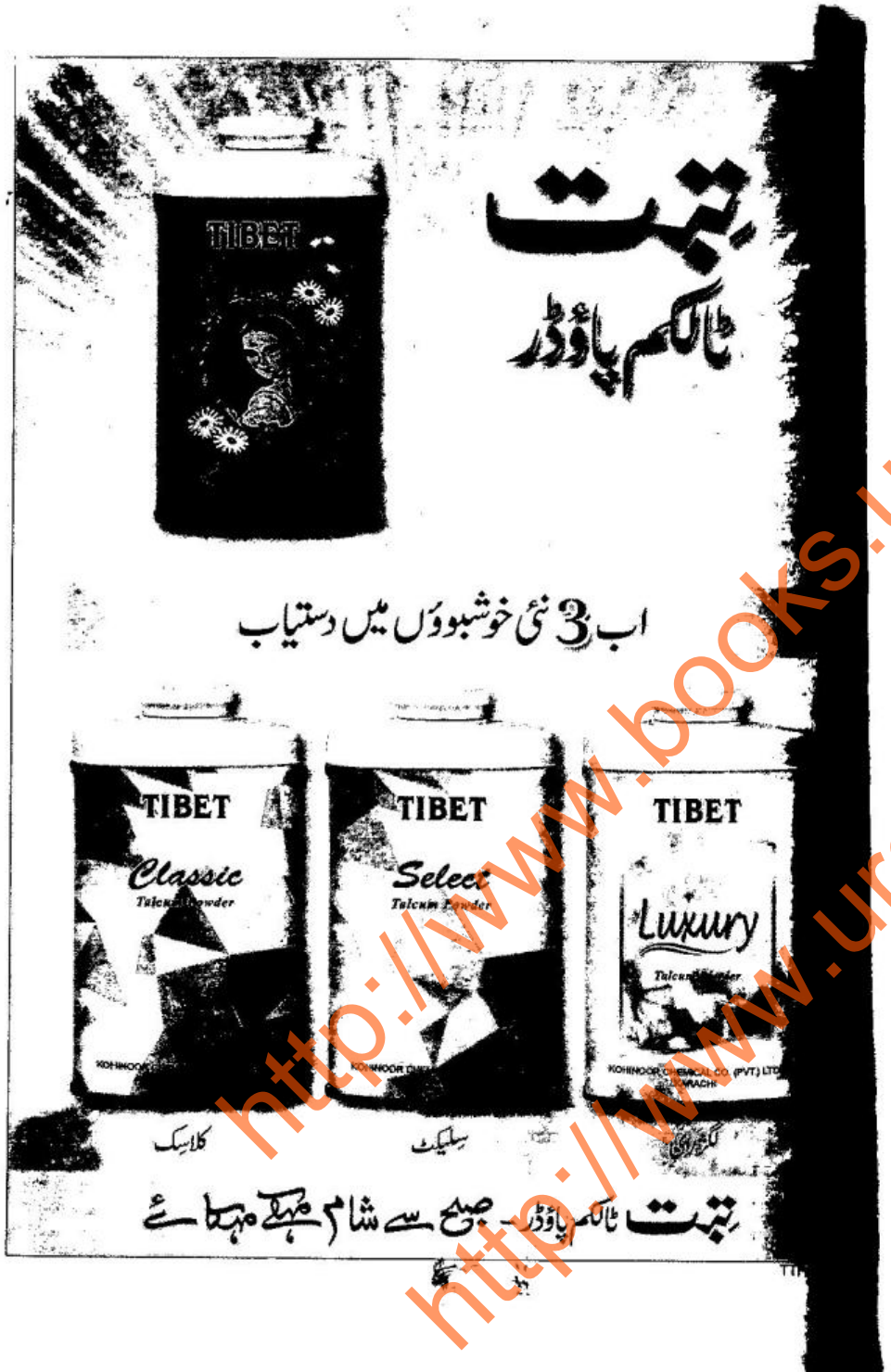

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Riyadi Pages

سلمیٰ عزل

حوصلے کی جیت

مشعل نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ولید کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''آپ کا خیال ہے میں اب بڑی ہوگئی ہوں اس لیے میری شادی ہوجانی چاہیے۔'' مشعل کی یہ بے باکی اور جرأت ولید کو حیران کرگئی وہ تو سوچ رہے تھے کہ جب وہ فیضان کا رشتہ اس کے سامنے رکھیں گے تو وہ شرمائے گی لجائے گی اور خوشی سے جھوم اٹھے گی کیونکہ فیضان پڑھا لکھا صاحب جائیداد اور خوش شکل لڑکا تھا اور مشعل کے لیے اس کی پسندیدگی ڈھکی چھپی بھی نہ تھی لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا اور اس نے تو شرم و حیا کے زیور کو بھی اتار دیا اور بڑی بے باکی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گویا ہوئی۔

''آپ کو فیضان میں بہت ساری خوبیاں نظر آتی ہیں۔''

''کیا تمہیں نظر نہیں آتیں؟'' ولید نے حیرت سے کہا تو مشعل کا چہرہ متغیر ہوگیا اور وہ تلخی سے بولی۔

''ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ۔'' وہ کیسے بتاتی کہ فیضان گندگی کا وہ ڈھیر ہے جس پر ہزاروں مکھیاں بھنبھناتی رہتی ہیں۔ کئی ماہ پہلے جب وہ ''لکی ون'' سے شاپنگ کرکے آرہی تھی تو مال کی ہر دکان پر فیضان نے لوفرانہ انداز میں ان دونوں کا پیچھا کیا تھا اور آوازیں کسی تھیں مگر اس طرح کے سوائے مشعل کے کوئی نہ جان سکا اس وقت اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مشعل کا ولید سے کیا تعلق ہے اور پھر ولید کے سامنے اس نے ایسی کینچلی بدلی کہ شرافت کے لبادے میں چھپے ہوئے اس کے مکروہ چہرے کو وہ پہچان ہی نہیں سکا۔ ولید اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگوں سے اس کی سوچ کی گہرائیوں کا اندازہ لگا رہے تھے اور غور سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

''آخر آپ کو مجھے گھر سے نکالنے کی اتنی جلدی کیوں ہے؟'' وہ تنک کر بولی۔

''بھئی کرو یہ پوش ایریا ہے کوئی کسی کے معاملے میں نہ پڑتا ہے نہ بولتا ہے یہاں محلے نہیں ہوتے اس لیے محلے داری بھی نہیں ہوتی لیکن کب تک یہ بات چھپی رہ سکتی ہے کہ میرا تمہارا کوئی خونی رشتہ نہیں ہم ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہیں اور ایک ہی چھت کے تلے اکھٹے رہتے ہیں جو شرعی طور پر جائز نہیں۔'' انہوں نے تحمل سے سمجھایا۔

''تو اپنا محرم بنالیں۔'' اس نے کہہ تو دیا مگر کھڑا ہونا اور نگاہیں ملانا مشکل ہوگیا اور وہ کمرے میں آکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''کیا وہ اپنی خاموش محبت کا گلا گھونٹ دے؟ کیا اس کی محبت ہمیشہ ہی تشنہ رہے گی ان سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر اس کی محبت دم توڑ دے گی؟ وہ بے رحم انسان نہ سمجھتا ہے نہ سمجھنا چاہتا ہے وہ کب تک اشاروں کنایوں میں اپنی بات سمجھاتی رہے گی۔ خاموشی بھی تو محبت کی موت ہے پھر کیا کروں؟'' اس نے لمحے بھر کو سوچا چہرہ صاف کیا اور ایک عزم کے ساتھ کمرے سے نکل کر ولید کے سامنے کھڑی ہوگئی جو ابھی تک اس کے الفاظ پر غور کر رہے تھے۔

''اگر فیضان آپ کو پسند ہے تو مجھے کوئی اعتراض

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

نہیں۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

''مشعل!'' انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''مجھے یقین ہے تم فیضان کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔'' وہ ابھی کچھ اور بھی کہنا چاہ رہے تھے لیکن مشعل نے بے دردی سے ان کے ہاتھ کو جھٹکا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ ولید اب سوچ رہے تھے کس طرح فیضان سے خود بات کریں مگر ایک عجیب سی خلش اور بے چینی نے ان کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ دل مضطرب کو قرار نہیں تھا ان کا دماغ ماضی کی بھول بھلیوں میں کھو گیا جہاں سوائے دکھوں اور بے بسی کے سوا کچھ نہ تھا مگر یہ دنیا اس وقت انگنت رنگینیوں اور خوشیوں کا گہوارہ بن گئی تھی جب وہ لندن اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے گئے ان کی زندگی رنگوں سے خالی تھی بالکل ویران اور بنجر لیکن روحانہ نے ان کی زندگی میں آکر خوشیوں کے سارے رنگ بھر دیے۔ ایک اتفاقی ملاقات بے شمار ملاقاتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ولید کی طرح وہ بھی بچپن میں ہی اپنے ماں باپ کھو چکی تھی اور ایک پھوپی اس کی وارث تھیں جنہوں نے جوانی میں ہی بیوگی کی چادر اوڑھنے کے بعد شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ جس حادثے میں انہوں نے بھائی بھابی اور شوہر کو کھویا تھا وہیں انہیں زندگی بھر کے لیے وہیل چیئر کا محتاج کر دیا تھا۔ روپے پیسے کی کمی نہ تھی اور روحانہ اس وقت اسکول میں پڑھ رہی تھی۔ اب پھوپی بھتیجی ہی ایک دوسرے کی دوست ساتھی اور غمگسار تھیں۔ انہیں اس کی ولید کے ساتھ شادی پر کوئی اعتراض نہ تھا اب انتظار تھا ولید کے M.B.A مکمل کرنے کا تاکہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر روحانہ کو اپنی زندگی میں شامل کر سکے۔

زندگی پر سکون تھی دونوں نے اپنی شادی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ دونوں ہی مشرقی روایتوں کی پاسداری کرنا چاہتے تھے اور شادی بھی اسی طرح اس لیے روزانہ south hall جا کر خریداری کر رہے تھے جہاں انڈیا پاکستان کی ہر چیز دستیاب تھی۔ پھپھو کے منع کرنے کے باوجود وہ ان کی وہیل چیئر گاڑی میں رکھ کر ساتھ لے جاتے تھے اور پھر اچھا سا دیسی کھانا کھا کر گھر آجاتے تھے شادی کے بعد ان تینوں کا پاکستان شفٹ ہونے کا ارادہ تھا اور ولید کے ہی اصرار پر پھپھو نے ساری جائیداد پاکستان میں ایدھی ٹرسٹ کے نام کر دی تھی جو ان کی وفات کے بعد منتقل ہو جانی تھی۔

وہ بھی ایک ایسا ہی دن تھا جب وہ تینوں شاپنگ کر کے واپس آرہے تھے۔ شام کا وقت تھا رش بے پناہ تھا ولید کو کبھی کبھی غصہ بھی آتا تھا پتلی پتلی سڑکیں اور چوڑے چوڑے کٹ پاتھ اور پھر ہر جگہ پابندی اس وقت الٹی طرف مڑنا منع ہے تو کبھی فلاں وقت سے فلاں وقت تک سیدھی طرف جانے پر پابندی۔ تینوں خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہے تھے جب وہ حادثہ ہو گیا کسی نے ولید کی دنیا اندھیر کر دی۔ شاید ڈرائیو کرتے میں تھا سائیڈ سے گاڑی گھماتے ہوئے اس نے روحانہ کی سائیڈ ہٹ کی اور گاڑی پوری گھوم کر پلٹ گئی۔ پھر ولید کو ہوش آیا تو وہ اسپتال میں تھا اور سب کچھ ختم ہو گیا تھا روحانہ کی موت تو اسی وقت ہو گئی اور پھپھو نے اسپتال جا کر دم توڑ دیا۔ ولید کو اپنے زندہ رہنے پر ملال تھا کاش وہ بھی مر جاتا تو آج دکھ اٹھانے کے لیے زندگی کا لاشہ کندھوں پر نہ اٹھانا پڑتا۔ وہ کیوں زندہ تھا اور کس کے لیے؟ کبھی کبھی اس کو اپنی بزدلی پر حیرت ہوتی تھی کہ وہ اب تک مر کیوں نہیں گیا۔

کافی عرصے تک تو وہ خود سے بھی بے گانہ رہا پھر رفتہ رفتہ وہ زندگی زبردستی گزار رہا تھا اور زندہ رہنے کا جواز ڈھونڈتا رہتا تھا لگی بندھی بے کیف زندگی وہ کھونٹے سے بندھے بیل کی طرح اندھوں کی طرح

اروں طرف گھوم رہا تھا۔ دس سال گزر گئے اور
پنے سود زیاں سے بے خبر وہ زندگی کی ڈور کھینچتا
رہا۔ تب اخبار کی ایک چھوٹی سی خبر نے اس کو چونکا
دیا۔ پروفیسر صادق شدید بیمار تھے پروفیسر صادق کی
س کی زندگی میں بڑی اہمیت تھی۔ انہوں نے قدم
قدم پر اس کی رہنمائی کی تھی وہ I.B.A کی کلاسز
لیتے تھے اور ولید کی ذہانت کی وجہ سے وہ ان کی
نگاہوں کا مرکز تھا جب سے انہیں علم ہوا تھا کہ وہ دنیا
میں تنہا اور selfmade ہے وہ اس کا اور بھی
زیادہ خیال رکھنے لگے تھے کبھی ولید ان کے گھر بھی
چلے جاتے تھے۔ جہاں وہ بھی اپنی ایک آٹھ سالہ
بچی کے ساتھ تنہا رہتے تھے۔ وہ بچی ماں سے محرومی
کی وجہ سے اپنی عمر سے بھی چھوٹی لگتی تھی اور ولید کے
آنے سے بے پناہ خوش ہو جاتی تھی ولید بھی خالی
ہاتھ نہیں جاتے تھے اور بچی کی نگاہیں جیسے اس کی
منتظر رہتی تھیں اکثر پروفیسر صاحب شفقت سے
کہتے۔ ''بیٹا! تم میری بیٹی کو بگاڑ دو گے اس کی
عادتیں خراب ہو جائیں گی تم چلے جاؤ گے تو اس کے
لاڈ اور چونچلے کون اٹھائے گا۔''

تو ولید کو ہنسی آجاتی۔ ''سر بچی بے حد معصوم اور
بھولی جب تک میں باہر پڑھنے نہیں جاؤں گا اسی
طرح لاڈ کروں گا۔'' وہ پیار سے ان کی بیٹی کے بال
بگاڑ دیتے اور وہ محبت سے ان کے گلے لگ جاتی۔

جب وہ M.B.A کرنے لندن ملک سے
باہر جا رہا ہے تھے تو ''انکل انکل'' کر کے سب سے
زیادہ وہی رو رہی تھی اور اداس تو پروفیسر صاحب اور
وہ خود بھی تھے۔ پھر پڑھائی کے دوران ان کا کوئی
خاص رابطہ پروفیسر سے نہیں رہا اور پھر اس حادثے
نے ان کی خوشیوں کو نگل لیا اور وہ خود سے بھی بے
گانہ ہو گئے مگر آج پروفیسر صادق کی بیماری کا پڑھ کر
وہ بے چین ہو اٹھے پروفیسر صاحب کے ان پر بے
شمار احسانات تھے انہوں نے اکثر اخلاقی سپورٹ
کے علاوہ ان کی مالی مدد بھی کی تھی اور ان کے شرمندہ
ہونے پر انہیں بری طرح ڈانٹا تھا۔

''استاد روحانی باپ ہوتا ہے یہ تم مت بھولو
جب تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ تو کسی اور کی
مدد کر کے اس احسان کو چکا دینا۔'' اور آج وہ شدید
بیمار تھے یقیناً انہیں اس وقت کسی اپنے کی ضرورت
ہو گی۔ ولید نے رخت سفر باندھنے میں ایک لمحہ بھی
نہیں لگایا۔ جس وقت وہ لندن آئے ان کی عمر 25
سال تھی اور اب وہ 40 کے ہو چکے تھے۔ خوب
صورت اور اسمارٹ تو وہ شروع ہی سے تھے لیکن
کنپٹیوں پر ہلکے ہلکے سفید بال اور سنہری کمانی کے
چشمے نے ان کو اور کریس فل بنا دیا تھا ہر محفل میں وہ
سب سے الگ اور نمایاں نظر آتے تھے ذہانت اور
متانت ان کے چہرے سے ٹپکتی تھی ان کو پروفیسر
صاحب کا گھر اچھی طرح یاد تھا۔ I.B.A سے پانچ
منٹ کی ڈرائیو پر چھوٹا لیکن مکمل اور خوب صورت گھر
انہوں نے ایئر پورٹ سے cab پکڑی اور
پروفیسر صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ جس نے دروازہ
کھولا وہ شکل ان کے لیے اجنبی تھی۔

''انکل ولید آپ!'' اس لڑکی کی آنکھوں میں
جیسے کسی نے بجلیاں بھر دی ہوں۔

''آپ نے یقیناً مجھے نہیں پہچانا مگر میں جان چکی
ہوں آپ ولید انکل ہیں نا۔''

ولید کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اس کی نظر میں وہی
چھوٹی سی کمزور چھوئی موئی بچی تھی جو ان کے گلے
میں جھول کر چاکلیٹس اور کوکیز کی فرمائش کرتی تھی مگر
اب ان کے سامنے ایک دبلی پتلی لمبی حسین دوشیزہ
کھڑی تھی۔ جو حسن و جمال کا لازوال پیکر نظر آرہی
تھی ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا بولیں کیونکہ ایک
نظر میں تو انہیں ایسا لگا جیسے روحانہ ان کے سامنے
کھڑی ہو جو بڑی دلچسپی اور اشتیاق سے ان کی
طرف دیکھ رہی تھی۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''انکل آپ نے مجھے پہچانا نہیں میں مشعل ہوں پروفیسر صادق کی بیٹی۔'' وہ شوخی سے مسکرائی تو ولید شرمندہ سے ہوگئے اور اس کی ہمراہی میں پروفیسر صادق کے کمرے میں آگئے اور ان کی حالت دیکھ کر دکھ اور رنج نے ان کا گھیراؤ کرلیا۔ پروفیسر صاحب ان کو دیکھ کر بے پناہ خوش ہوگئے اور اپنے پاس ٹھہرنے کے لیے اصرار کرنے لگے۔ ایک جوان لڑکی کی موجودگی میں انہیں یہاں ٹھہرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر پروفیسر صادق کی حالت دیکھتے ہوئے انہیں ان کی بات ماننی پڑی۔ پروفیسر صادق ان سے بہت کچھ کہنا چاہتے تھے مگر زندگی نے مہلت نہیں دی شاید انہیں ولید کا ہی انتظار تھا انہوں نے ولید سے وعدہ لیا کہ ان کے بعد مشعل کو دنیا کے جنگل میں اکیلا نہیں چھوڑیں گے اور پھر مشعل کی ذمہ داری ولید کو سونپتے ہوئے وہ آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے ان کا ایک جملہ ولید کے کانوں میں گونجتا رہتا تھا۔ ''مشعل بہت چھوٹی اور معصوم ہے مگر مجھے خود سے بھی زیادہ تم پر بھروسہ ہے میرے بھروسے کی لاج رکھنا ورنہ میری روح قبر میں بھی چین نہیں پائے گی۔''

تم میں ولید مشعل سے 20 سال بڑے تھے مگر وہ جانتے تھے وہ بچی ان کے لیے نامحرم ہے اور زیادہ عرصے تک یہ بات چھپی نہیں رہ سکتی تھی اس لیے انہوں نے مشعل کی اجازت سے وہ بنگلہ بیچ کر ڈیفنس میں بڑا سا اپارٹمنٹ خرید لیا۔ جہاں تحفظ بھی تھا اور سیکیورٹی بھی یہ اپارٹمنٹ کونے میں ذرا ہٹ کر تھا اور نیا ہونے کی وجہ سے زیادہ تر اپارٹمنٹس خالی تھے۔ گزرتے لمحوں کے ساتھ ولید کی الجھنیں بڑھتی جارہی تھیں۔ بعض اوقات انہیں مشعل پر روحانہ کا دھوکہ ہوتا ویسی ہی نازک لمبے گھنے بالوں والی شرارتی سا انداز لیے مگر ان دونوں کے درمیان نہ دولت کی نہ عزت کی عمر کی خلیج حائل تھی اور وہ اس طرح کی گھٹیا بات سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ عمر کی یہ دیوار جسے وہ نہ گرا سکتے تھے نہ گرانا چاہتے تھے کہاں وہ 20 سال کی نوخیز کلی اور کہاں وہ 40 سال کے ادھیڑ عمر آدمی اگر مشعل کی دیوانگی دیکھتے ہوئے اسے اپنا بھی لیتے کیا وہ ساری زندگی ان کے ساتھ خوش رہ سکتی تھی ابھی تتلیوں اور پھولوں کے دیس کی باسی لگتی تھی کی امنگیں جوان اور آرزوئیں بام عروج پر تھیں مشعل سے زیادہ دور بھاگنے کی کوشش کر جس بچی کو انہوں نے گودوں میں کھلایا اور سینے سلایا تھا اس کو اپنا محرم کیسے بنا لیتے۔ پروفیسر صاحب کے زمانے کی بوا جنہوں نے مشعل کو پالا تھا آج ان کے ساتھ تھیں اس لیے وہ رات گئے اس وقت میں داخل ہوتے جب انہیں مشعل کے سونے کا یقین ہوجاتا کیونکہ ان کو محسوس ہونے لگا تھا کہ مشعل غیر ارادی طور پر ان کی طرف مائل ہے اور لاشعوری طور پر ان میں دلچسپی لینے لگی ہے۔ ولید کی پوری کوشش تھی کہ کوئی اچھا رشتہ دیکھ کر مشعل کی شادی کردیں۔ فیضان بھی اس سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ کے دوست کا بیٹا جو مشعل کو پسند کرتا تھا اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں تھی مگر مشعل اس سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی تھی اور اب جب کہ مشعل نے فیضان کے لیے حامی بھر لی تھی ولید اپنے دل کی حالت سمجھنے سے قاصر تھے ایک آگ تھی جو ان کے تن و من کو جلا رہی تھی اور بے چینی حد سے سوا۔ انہوں نے سوچ لیا جلد سے جلد مشعل کو رخصت کرکے خود بھی باہر چلے جائیں گے۔

☆.....☆

بوا کے گاؤں میں کسی کا انتقال ہوگیا تھا اور انہیں مجبوراً جانا پڑا تھا اب مشعل کی تنہائی کے خیال سے ولید جلدی گھر آنے لگے تھے اور مشعل کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ کبھی کبھی تو ولید کو ندامت محسوس ہونے لگتی کہ وہ ایسا کیا کریں کہ مشعل ان کے بارے میں اس انداز سے سوچنا چھوڑ دے۔ اب تو اس نے انکل کہنا بھی چھوڑ دیا تھا اور جب ولید نے ڈانٹا تو وہ لاپرواہی سے بولی۔ ''میں آپ کو اپنا دوست سمجھتی ہوں اس لیے انکل کہنا چھوڑ دیا ویسے بھی آپ کون سے میری حقیقی انکل ہیں۔'' وہ شرارت سے ہنسی تو ولید کو غصہ آگیا۔

''تم بچی نہیں ہو مگر مجھ سے عمر میں بہت چھوٹی ہو اپنا نہیں تو میری عمر کا لحاظ کرلو لوگ کیا کہیں گے۔'' آخر میں وہ عاجزی سے بولے۔

''لوگوں کی پرواہ آپ کو ہوگی مجھے نہیں۔ میں تو وہی کروں گی جو مجھے اچھا لگے گا۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر کمرے میں چلی گئی اور ولید اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

☆.....☆

آفس پہنچ کر انہیں یاد آیا کہ ایک ضروری فائل گھر رہ گئی ہے اور آج اس کا ہونا ضروری تھا ویسے بھی اپارٹمنٹ زیادہ دور نہیں تھا یہ اپارٹمنٹ بالکل بغیر تھا دو یونٹ ٹائپ ایک اضافی چابی ہمیشہ ان کے پاس رہتی تھی جب وہ لاؤنج میں داخل ہوئے تو مشعل کے زور زور سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

''دیکھیں فیضان بھائی میں آپ کو بار بار کہہ رہی ہوں کہ اس وقت گھر پر نہ بوا ہیں نہ ولید۔ میں نے بے دھیانی میں دروازہ کھول دیا اور آپ جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھسے چلے آرہے ہیں۔'' وہ غصے سے بولی۔

''واہ جی واہ وہ بڈھا کھوسٹ انکل کی جگہ صرف ولید رہ گیا اور یہ جوان جہاں بھائی بن گیا۔'' وہ زور سے ہنسا اور مشعل کا خون کھول اٹھا۔ ''اگر آپ کی بکواس ختم ہوگئی ہو تو چلتے پھرتے نظر آئیں میں بہت لحاظ کررہی ہوں ورنہ.....''

''ورنہ کیا کرلو گی؟'' فیضان نے ڈھٹائی سے سوال کیا۔

''ویسے بڑی مشکلوں سے تو آج ہاتھ لگی ہو ورنہ ہر مرتبہ وہ منحوس بوا یا وہ بڈھا ولید سر پر سوار ہوتا ہے اب کنوئیں کے پاس آکر پیاسا تو نہیں جاؤں گا۔ ایسے موقع بار بار تھوڑی ملتے ہیں۔'' فیضان کا انداز لوفرانہ تھا۔

''فیضان بھائی آپ ہوش میں تو ہیں میں ابھی ولید کو فون کرتی ہوں۔'' وہ غصے سے چیخی۔

''کیا ولید ولید لگا رکھی ہے روزانہ اس کا بستر گرم کرتی ہو نامحرم کے ساتھ کس رشتے سے رہتی ہو کیا لگتا ہے وہ تمہارا؟ میرے سامنے زیادہ نیک پارسا بننے کی کوشش نہ کرو تمہاری اصلیت میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ کیا ہے وہ تمہارا بھائی عاشق یا پھر تم اس کی رکھیل ہو۔''

چٹاخ کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

''تم جیسی پست ذہنیت اور گری ہوئی سوچ کے لوگ بس اتنا ہی سوچ سکتے ہیں کیا دنیا میں انسانیت کا رشتہ نہیں ہوتا؟ کیا زبان کی اہمیت نہیں ہوتی؟ ولید انسان نہیں فرشتہ ہیں اور میرے لیے کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی میرے دوست اور میرے محسن ہیں اب اگر تم نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو اس گلدان سے تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔''

اس سے زیادہ سننے کا ولید میں حوصلہ نہیں تھا انہوں نے دروازے پر دستک دی اور اندر داخل ہوگئے ان کو دیکھتے ہی فیضان بھیگی بلی بن گیا ولید نے سن تو سب لیا تھا مگر وہ مشعل کی عزت کا تماشہ نہیں بنانا چاہتے تھے اس لیے ضبط کرتے ہوئے تحمل سے بولے۔ ''فیضان اس وقت تو میں جلدی میں ہوں تم شام کو آنا میں مشعل کو کہیں لے کر جارہا ہوں۔'' فیضان نے بھی سکھ کی میں عافیت سمجھی۔ وہ مشعل کی طرف بڑھے تو وہ سرخ چہرے کے ساتھ ان کے مدمقابل آگئی۔

''تو یہ ہے آپ کی پسند جس کے ساتھ آپ میری

http://www.urdubooks.com
http://www.urdutube.net/

شادی کرنا چاہتے تھے۔ میں نے آخر آپ کا کیا بگاڑا ہے کس جنم کا مجھ سے بدلہ لے رہے ہیں اگر میں آپ کو اتنی ہی بری لگتی ہوں تو مجھے کسی ہوسٹل میں بھیج دیں۔'' مشعل کی سرخ سرخ آنسو بھری آنکھوں میں ہزاروں گلے شکوے اور ان گنت ادھوری کہانیاں بکھری پڑی تھیں۔ لاکھوں فسانے عیاں تھے بھیگی بھیگی آنکھیں انہیں بے خود کر گئیں۔ وہ خود سے بے خبر ان گہرائیوں میں ڈوبنے لگے دل چاہا بڑھ کر اسے سینے سے لگالیں بانہوں میں چھپالیں اور اس پر اپنے جذبات کو عیاں کر دیں مگر پھر اپنی عمر اور اس کی معصومیت کا احساس کر کے بردباری سے بولے۔

''تم اپنے کمرے میں جاؤ اور جو ہوا اسے بھول جاؤ فیضان کو تو میں دیکھ لوں گا۔'' مگر وہ کمرے میں جانے کے بجائے ان کے شانے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''آپ اتنے ظالم کیوں ہیں ولید! یہ تنہائی مجھے ڈس لے گی اگر آج آپ نہ آتے تو جانے فیضان میرے ساتھ کیا سلوک کرتا کیونکہ میں بے امان ہوں، لاوارث ہوں کوئی سائبان نہیں۔ کوئی سایہ نہیں مفت کا مال ہوں جو جب چاہے ہاتھ صاف کر لے۔'' وہ روتی رہی اور ولید ایک لفظ بھی تسلی کا نہ بول سکے اور چاہنے کے باوجود اس کو خود سے نہ الگ کر سکے۔

''کیا آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا ولید! میں کیا چاہتی ہوں میری خواہش کیا ہے کیا آپ کو اندازہ نہیں یا جان بوجھ کر نظر انداز کر رہے ہیں۔'' اس نے آنسو بھری آنکھوں سے سوال کیا۔

''بے کار باتیں مت کرو اپنی نہیں تو میری عمر کا لحاظ کر لو تمہارے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتی۔'' وہ دل پر جبر کر کے تلخی سے بولے۔

''فلمیں اور ڈرامے کم دیکھا کرو اس کا تم پر کافی اثر ہے زندگی ڈرامہ نہیں حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرو کیوں میرا تماشہ بنانا چاہتی ہو مجھے اپنے محسن ... سامنے سرخرو ہونے دو جو تم چاہتی ہو وہ میرے ... ہی ہو نہیں سکتا۔ تم ابھی بچی ہو ان باریکیوں کو نہیں ... سکتی بوجھ سوچ سکتا ہوں تم قریب کا دیکھ رہی ... مجھے دور تک نظر آ رہا ہے۔'' انہوں نے دل پر جبر ... کے اسے ڈانٹا تو وہ ٹیبل کو ٹھوکر مارتی ہوئی اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ وہ صوفے پر گرنے کی حالت میں بیٹھ گئے، گھنٹے دو گھنٹے گزر گئے ان کی نظر گھڑی پر پڑی تو وہ گھبرا اٹھے۔ مشعل اب تک کمرے سے باہر نہیں آئی تھی۔ انہوں نے دروازے کو ہلایا، وہ لاک تھا اور جب باوجود آوازیں دینے کے مشعل ... کمرہ نہ کھولا تو ان کا ماتھا ٹھنکا اپنے خدشات پر لعنت بھیجتے ہوئے انہوں نے ڈپلیکیٹ چابی سے دروازہ کھولا تو اپنے خدشات کی تصدیق ہو گئی۔ مشعل بستر پر اوندھی پڑی تھی اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے ولید کی چیخ نکل گئی۔

''بے وقوف لڑکی یہ کیا کیا تم نے۔'' اپنے ہوش و حواس پر قابو پا کر انہوں نے اپنے قریبی ڈاکٹر دوست کو فون کیا کیونکہ وہ اس حالت میں اسے اسپتال لے جا کر بدنامی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

''تم نے دیر کر دی پھر بھی میں پوری کوشش کروں گا۔'' ڈاکٹر شازل نے مایوسی سے کہا اور ولید کے قدموں سے زمین نکل گئی وہ خاموشی سے شازل کو انجکشن اور ڈرپ لگاتے دیکھتے رہے۔

''پریشان مت ہو دعا کرو اللہ فضل کرے گا مگر یہ سب ہوا کیسے؟'' اور پھر ولید کو خود پر قابو نہ رہا وہ سب کچھ شازل کو بتاتے چلے گئے اپنا دل کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا اور رونے لگے۔

''شازل کسی طرح مشعل کو بچالو مجھ میں روحانہ کو دوبارہ کھونے کا حوصلہ نہیں۔''

''بالکل ہی گھامڑ ہو۔'' شازل بھنا کر بولا۔

... محبت ہو جاتی ہے کی نہیں جاتی اور یہ عمر شکل ... اور روپیہ پیسہ کچھ نہیں دیکھتی ورنہ مجنوں جو ... صورت مگر غریب تھا اور لیلیٰ کالی مگر امیر تھی ... دوسرے کے پیچھے پاگل نہیں ہوتے نہ جان ...''

... وہ پرانے زمانے کی محبت تھی۔'' ولید نے دکھ ... کہا۔ ''محبت ہر زمانے میں ایک جیسی ہوتی ہے ہر ... کی حدود و قیود سے آزاد۔ تم نے عمر کو دیوار بنا کر ... جان لے لی۔'' اس کے لہجے میں شرارت تھی ... مشعل نے آنکھیں کھول دی تھیں مگر وہ ابھی ... غنودگی میں تھی شازل تسلی دے کر جا چکا تھا مگر ... کو کسی پل چین نہیں تھا روحانہ کی تصویر تو کب کی ... لا چکی تھی۔ وہاں تو اب مشعل بڑے طمطراق سے ... ان تھی۔ اب اس کو اندازہ ہوا کہ مشعل اس کے ... کیا تھی اس احساس کمتری اور کم کے فرق نے اس ... کی آزمائش میں ڈالا اور مشعل کو بھی موت کے ... نے پہنچایا اس کو اچھی طرح یاد تھا جب ایک ... وہ مشعل کو شاپنگ کرانے لکی ون لے گیا تھا تو ... دار نے کس قدر چرب زبانی دکھائی تھی۔

''صاحب! بیگم صاحبہ پر یہ کلر بہت سوٹ کرے ... اور ٹرائل روم میں ٹرائل کرالیں۔'' ولید جز بز ... لیکن مشعل کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''صاحب بے حد بد ذوق ہیں انہیں ہمیشہ ... کلر پسند آتے ہیں۔'' مشعل کی ہنسی رکنے کا ... لے رہی تھی۔

''کمال ہے آپ دونوں ہی جوان ہیں اور یہ کلر تو ... ہی آپ دونوں کے لیے ہے۔'' دکاندار پیچھے ... کر کے کا مکہ کھا خوب جانتے ہیں ولید ... نہیں چل رہا تھا کہ اس دکاندار کا گلا دبا دیں۔

''چلو اٹھو مشعل! ہم کہیں اور سے لے لیں گے ... رنگ اچھا نہیں لگ رہا۔'' وہ بگڑ کر بولے تو ... کو بھی غصہ آ گیا۔

''پہننا مجھے ہے تو میں اپنی مرضی سے لوں گی اور آپ کو بھی میری ہی پسند سے پہننا ہوگا۔'' مشعل کے لہجے میں بیویوں والا استحقاق تھا اور پھر مجبوراً ولید کو اس کی بات ماننی پڑی آج انہیں مشعل کی محبت اور گہرائی پر پیار آیا۔ منزل خود چل کر ان کے سامنے آ گئی مگر وہ پیچھے ہٹ رہے تھے دامن چھڑا رہے تھے یہ ان کی کم عقلی اور بدنصیبی نہ تھی تو پھر کیا تھا۔ ساری رات وہ بارگاہ ایزدی میں جھکے مشعل کی زندگی کی بھیک مانگتے رہے گو شازل نے اطمینان دلا دیا تھا مگر ان کے دل کو قرار نہ تھا صبح جب مشعل کو ہوش آیا تو وہ مشعل پر جھک گئے۔

''یہ کیا حرکت کی تھی تمہیں کچھ ہو جاتا تو.....'' وہ بگڑ کر بولے۔

''آپ گھی کے چراغ جلاتے خوش ہو کر تالیاں بجاتے کہ ذمہ داری سے جان چھوٹ گئی۔'' وہ نقاہت سے بولی۔

''دماغ خراب ہے تمہارا تم میری روح ہو میری زندگی ہو تمہیں کچھ ہو جاتا تو میں بھی زندہ نہ رہتا۔'' ان کے آنسو مشعل پر گر رہے تھے اور وہ سکتے کے عالم میں ان کو دیکھ رہی تھی۔

''جیت گئیں تمہاری محبت جیت گئی اور میں خود سے لڑتے لڑتے ہار گیا دنیا کچھ کہے مجھے پرواہ نہیں ہے۔ اب میں وہی کروں گا جو میری مشعل چاہے گی میں ہار کر بھی بہت خوش ہوں کہ اس میں جیت کا مزہ ہے۔'' ولید نے مشعل کے دونوں ہاتھوں کو لے کر اپنی پیشانی اس پر ٹکا لی۔ مشعل حیرت سے دیکھ رہی تھی پھر جونہی اس کی نظریں ولید کی نظروں سے ملیں سب گلے شکوے ختم ہو گئے۔ ولید کی آنکھوں میں اس کی محبت کا اعتراف ہی اس کی فتح تھا وہ بھیگی پلکوں سے مسکرا دی منزل سامنے تھی اور اب کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

.....☆.....

http://www.urdubooks.net/
http://www.urdutube.net/

ریحانہ آفتاب

عشق کی داستان جدا جدا

گزشتہ اقساط کا خلاصہ:

آئنور غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ چار بہنوں میں اس کا نمبر دوسرا تھا۔ وہ سب میں حسین تھی۔ خود سے پہلے اپنے والدین اور بہنوں کی خوشی کا سوچتی تھی۔ کم عمری میں ہی اس نے گھر کی تنگدستی دور کرنے کے لیے

محنت کرنا شروع کر دی تھی۔ اپنے لیے خریدی چیزیں بہنوں کے پسند آجانے پر انہیں دے دیتی تھی۔ وہ اپنی روتی بلکتی زندگی سے عاجز تھی اس نے ٹھان لیا تھا کہ وہ کسی امیر کبیر بندے سے شادی کر کے اپنے گھر والوں کی زندگی سنوار دے گی۔ دونوں چھوٹی بہنیں اس پر جان چھڑکتی تھیں۔ اس سے بڑی درخشاں کی آئنور سے ٹھنی رہتی تھی۔ وہ طنز کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔ قدوس صاحب جو آئنور کے والد ہیں اولاد نرینہ نہ ہونے پر اپنی بیوی ہاجرہ کو ساری زندگی باتیں سناتے رہے۔ انہیں آئنور کا کالج جانا پسند نہیں تھا۔ ہاجرہ، آئنور کے پارلر (جو اس نے گھر میں ہی کھولا ہوا تھا اور محلے کی عورتیں بڑے پارلر میں پیسے بچانے کی خاطر اس کے پاس آتی تھیں کہ وہ کم پیسوں میں بہترین کام کرتی تھی) اور کوچنگ سے ملنے والی آمدنی کے گن گاتیں تو قدوس صاحب کی انا بلبلا جاتی تھی۔ آئنور بھی ان کی جلی کٹی کی زد میں رہتی تھی۔ عرشمان ولی جدی پشتی رئیس ہے۔ Perfection اس کی پہچان ہے۔ ذرا بھی نقص اسے برداشت نہیں خواہ وہ چیز اسے کتنی ہی عزیز کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے کمرے سے ملحق

قسط نمبر 15

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

کمرے کی زینت بنا دیتا تھا مگر خود سے جدا کرنا گوارا نہیں تھا۔ عرشمان ولی وجاہت کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ وہ بے ہ
ہمدرد دل رکھتا تھا۔ ماہ پارہ بے حد نک چڑھی اور ماڈرن خاتون ہیں۔ عرشمان ولی کی والدہ محترمہ، فرہاد صاحب، ماہ پارہ کے مزاج کے بالکل برخلاف بہت اچھے انسان ہیں۔ ماہ پارہ اور فرہاد صاحب کی تین اولادیں ہیں۔ اسما
بڑی بیٹی ہے جو اپنے شوہر راحیل اور تین بچوں کے ساتھ شارجہ میں رہتی ہے۔ راحیل لالچی انسان ہے۔ اسمارا، ماہ پارہ کی طرح تنک مزاج ہے۔ اسمارا سے چھوٹا شاہ میر ہے۔ حمنیٰ، شاہ میر کی بیوی ہے جسے کم صورتی کے باعث آئے ماہ پارہ جلی کٹی سناتی تھیں۔ حمنیٰ کی شادی کو پانچ سال ہو گئے تھے وہ ابھی تک بے اولادی کا شکار تھی۔ حمنیٰ سلجھے مزاج کی لڑکی ہے۔ ماہ پارہ کی بیسٹ فرینڈ واصفہ کی دو اولاد ہے۔ کاشان اور زویا۔ کاشان بھورا صفت انسان ہے۔ فلرٹ اس کا من پسند مشغلہ ہے۔ زویا نک چڑھی لڑکی ہے۔ وہ عرشمان ولی کو پسند کرتی ہے۔ اس کی نظر کرم حاصل کرنے کے جتن کرتی رہتی ہے۔ تینوں بچپن سے دوست ہیں۔ آئنور نے زویا سے بڑے جتن کر کے دوستی کی تھی۔ کاشان کی صورت میں محروم زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔ زویا نے کاشان کو چیلنج کیا تھا کہ وہ آئنور فلرٹ کر کے دکھائے تو وہ استاد مان لے گی۔ کاشان نے چیلنج قبول کر لیا تھا جلد ہی اس نے آئنور سے دوستی کر لی۔ اسے سوٹ اور سیل فون گفٹ کیا۔ جدید اسمارٹ فون استعمال کرنا آئنور کو مشکل لگ رہا تھا۔ عرشمان ولی، کاشان اس کی حرکتوں پر بے نقط کی سناتا رہتا تھا۔ اسے ان لڑکیوں پر غصہ آتا تھا جو کاشان کا شکار بنتی تھیں۔ وہ اپنی محبت اور جذبے اس کے لیے سنبھالے بیٹھا تھا جو صرف اس کی ہونی تھی۔ ولید عرشمان ولی کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ (اب آپ آگے پڑھیں)

☆.....☆

''شاہ رخ خان، اجے دیوگن، عرشمان ولی کا تو مجھے پتا نہیں مجھے میرا باپ ہے اور میں بھاگ رہی ہوں۔'' اگلے قدموں پیچھے ہونے کے بعد وہ دور جا چکی تھی۔ عرشمان ولی کا قہقہہ گونجنے لگا تھا۔
ریتیلی زمین پر لکڑیاں جل رہی تھیں۔ رات کی تاریکی ہر سو پھیل چکی تھی۔ فارم ہاؤس پر انہیں آج تیسرا دن تھا۔ ایک دوسرے کی سنگت میں ایک ایک پل انجوائے کرتے وہ جیسے دنیا سے بے خبر ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر قبل ہی باربی کیو کرنے ملازم تک خوش ہو رہے تھے۔ پھر کھانے کے سب سدھارے۔ ساز و سامان سمیٹنے لگے تو عرشمان ولی نے اسے بھی کمرے میں چل کے آرام کرنے کو کہا مگر اٹھ کر کمرے کی طرف جانے کی بجائے اس نے الٹا عرشمان ولی کو کھینچ کر ساتھ بٹھا لیا۔ اس کے شانے پر رکھتی اس کا بایاں بازو دونوں ہاتھوں میں جکڑ گئی۔ لائٹ میوزک ماحول کو مزید خوب صورت بنا گیا تھا۔ وہ کتنے ہی اسی طرح بیٹھے رہے۔
''واپسی کا کیا پلان ہے؟'' اس نے دھیمے سے استفسار کیا۔
''میرا دل نہیں چاہ رہا جانے کو۔'' عرشمان ولی نے صاف کہہ دیا۔
''پھر کیا چاہ رہا ہے دل؟'' وہ ہنسی۔
''تم یونہی ساری زندگی میرے ساتھ بیٹھی رہو اور دور دور تک کوئی نہ ہو۔'' وہ محبت بھرے لہجے میں
تھا۔
''تھک جائیں گے۔'' چھیڑنے لگی۔
''آزما کے دیکھ لو۔'' وہ پر یقین تھا۔
''کس کو میری یاد آئی۔'' اسی عنناء میں عرشمان ولی کا سیل فون بجنے لگا تھا۔ وہ سیل فون اٹھا کر اسکرین پر نظریں دوڑانے لگا۔

''بگ بی!'' عرشمان ولی نے متحیر نظروں سے اسکرین کو دیکھتے کہا۔
''خیریت ہے؟'' آئنور بھی متفکر ہو کر سر اٹھا گئی۔
''پتا نہیں، شاید کوئی ضروری بات ہو۔ ورنہ دو دن سے تو انہوں نے مجھے اس لیے کال بھی نہیں کی۔''
عرشمان ولی اسے جواب دیتے کال ریسیو کر گیا۔
''بس بگ بی..... اچھا..... کب.....؟'' دوسری طرف سے شاہ میر نے جانے کیا کہا تھا کہ عرشمان ولی
فکرمند ہو گیا۔ آئنور حیرت سے اس کے چہرے کے رنگ دیکھنے لگی۔
''ڈونٹ وری، میں بس نکل رہا ہوں۔ نہیں صبح تک بہت دیر ہو جائے گی۔ میں بس ابھی نکل رہا
ہوں۔'' شاہ میر نے شاید اسے صبح لوٹ آنے کا مشورہ دیا تھا لیکن وہ ابھی نکلنے پر بضد تھا۔
''کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے؟'' کال ختم ہونے کے بعد آئنور نے اس کی پریشانی کی وجہ دریافت کی۔
''مام! سیڑھیوں سے گر گئی ہیں بازو میں فریکچر ہوا ہے۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آئنور نے بھی تقلید کی۔
''اوہ! پھر جلدی چلیں شاہ میر بھائی اکیلے پریشان ہو رہے ہوں گے۔'' وہ ہم نوا تھی۔
''ہاں، تم پیکنگ کرو، میں ملازموں کو جگا کر جانے کا بتاتا ہوں۔'' عرشمان ولی آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ بھی
بلا کر روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆.....☆

گھر پہنچتے ہی وہ سیدھا ماہ پارہ کے روم میں آیا تھا۔ شاہ میر اور حمنیٰ بھی وہیں تھے۔ آئنور اس کے پیچھے
داخل ہوئی تھی۔
''مام! کیا فضول کر رہی ہیں آپ؟'' وہ ان کے سرہانے بیٹھ گیا۔
''بہتر..... تمہیں دیکھ لیا..... اب کسی تکلیف کا احساس نہیں رہا۔'' ماہ پارہ کی آنکھیں اسے دیکھ کر چمکنے
لگی تھیں۔
''سوری یار! تمہیں ڈسٹرب کیا۔ مام بار بار تمہیں یاد کر رہی تھیں تو کال کرنا پڑا۔'' شاہ میر کو بھی اسے
کال کر کے بلانا اچھا نہیں لگا تھا لیکن ماہ پارہ کی ضد پر اسے ان کا حکم ماننا پڑا تھا۔
''کیسی باتیں کر رہے ہیں بگ بی۔'' وہ اس کی شرمساری دور کرنے لگا۔ حمنیٰ خاموشی سے ماہ پارہ کو دیکھ
رہی تھی۔ ماہ پارہ کے چہرے پر پرسکون تاثرات تھے۔ آئنور نے بھی خیریت دریافت کی تھی مگر ماہ پارہ نے
اس کے سوال کو اہمیت کے قابل نہیں جانا تھا۔ اپنی بہو، عرشمان ولی، شاہ میر سے باتیں کرتے یہ منظر دیکھ
سکا لیکن حمنیٰ کی نظریں ماہ پارہ پر ہی گڑی تھیں جو بار بار عرشمان کو بلاؤ کا وظیفہ پڑھ رہی تھیں اور اسے دیکھتے
ہی انہیں سکون مل گیا تھا۔
''اب تم سب جا کے سو جاؤ، پہلے ہی ڈسٹرب ہو گئے ہو۔'' عرشمان، شاہ میر سے فریکچر کی تفصیلات لے
رہا تھا۔ جب ماہ پارہ نے سونے کی خواہش ظاہر کرنے کے ساتھ ان سب کو ہی مشورہ دیا۔
''میں آپ کے پاس رک جاتی ہوں، آپ کو کسی چیز کی ضرورت نہ پڑ جائے۔'' آئنور نے اپنی خدمات
پیش کی۔
''نہیں اس کی ضرورت نہیں، تم آرام کرو۔ ملازم ہیں نا، انٹر کام کر دوں گی۔'' ماہ پارہ انکاری تھیں۔
''آئنور ٹھیک کہہ رہی ہے مام۔'' عرشمان نے بھی زور دیا۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Riazbooks.com

''ارے نہیں نہیں میں اتنی ظالم ساس نہیں ہوں گی بیٹے، بہو کو تنگ کرتی پھروں۔ تم لوگوں کی شکل دیکھ لی۔ دل کو سکون مل گیا۔ ذرا سی چوٹ پر وہمی سی ہوگئی ہوں۔'' شاہ بارہ نے بات بنائی تو سب کو مانتے ہی بنی۔

''انجوائے کیا فارم ہاؤس میں؟'' کمرے سے نکلتے شاہ میر اور عرشمان تو بزنس کی باتیں شروع کر بیٹھے۔ حمنیٰ اور آئنور پیچھے رہ گئیں تو حمنیٰ نے دریافت کیا۔

''بہت زیادہ انجوائے کیا بھابی! عرشمان تو آنا ہی نہیں چاہ رہے تھے۔'' وہ سچائی سے بتانے لگی۔ حمنیٰ آئنور کے چہرے کی تازگی کے ساتھ عرشمان ولی کے چہرے پر بھی نظر ڈال چکی تھی۔ دونوں کے چہرے گواہی دے رہے تھے کہ وہ کتنے خوش تھے ایک دوسرے کی رفاقت میں۔

''تب ہی تو بہانہ بنا کر بلایا گیا ہے۔'' حمنیٰ نے معنی خیزی سے سر ہلایا۔

''کیا مطلب بھابی؟'' وہ حیران ہوئی۔ حمنیٰ کی معنی خیزی اور جملہ اس کے سر پر سے گزر گیا۔

''چھوڑو۔'' حمنیٰ نے سر جھٹک کر ٹال دیا۔

☆.....☆

وہ تھوڑی دیر حمنیٰ کی باتوں کے اسرار ڈھونڈنے لگی لیکن جب کوئی سرا نہ مل سکا تو سر جھٹک کر وارڈ روب کھول کر کھڑی ہوگئی۔ عرشمان ولی شاور لے کر نکلا تھا۔ تولیے سے بالوں کو رگڑتے اس نے آئنور کی پشت پر ایک محبت بھری نظر ڈالی تھی۔ تولیہ رکھ کر اس نے برش اٹھا کر بالوں میں پھیرنا شروع کر دیا تھا نظریں اب بھی اس کی پشت پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ بنا نے کن سوچوں میں غلطاں تھی کہ نظروں کی تپش کا احساس تک نہ ہو سکا۔

''کیا ہو رہا ہے۔''

وہی چل کر اس تک آیا تھا۔ وارڈ روب کے پٹ اٹھا کر دریافت کرنے لگا۔

''آفس کے لیے، آپ کے کپڑے نکال رہی ہوں کون سے نکالوں؟'' ہینگرز کو الٹ پلٹ کر وہ گردن موڑ کر اس کی رائے مانگنے لگی۔

''جو تمہارا دل چاہے۔'' شولڈر پر ٹھوڑی ٹکائے اس کے وجود کے گرد بازو پھیر گیا۔

''اتنی فرماں برداری؟'' مسکراتے ہوئے چھیڑنے لگی۔ وہ تنقیدی نظروں سے ہینگر میں لٹکے ملبوسات کا جائزہ لے رہی تھی جس کی قیمت اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر تھی۔

''شک ہے؟'' اس کے کان کھینچ گیا۔

''میری توبہ جو کبھی شک کروں۔ میں نے جان سے تھوڑی نہ جانا ہے کار والا تجربہ کافی ہے میرے لیے۔''

اس نے جھرجھری لی۔ عرشمان ولی اس کے انداز پر مسکراتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف کر گیا۔

''ڈر گئی تھیں؟'' اس کی آنکھوں میں جھانکتے مسکرا دیا۔

''اور نہیں تو کیا۔ جب کبھی غصے میں یا سنجیدہ ہوتے ہیں تو بالکل اجنبی لگنے لگتے ہیں۔ یقین ہی نہیں آتا اتنی محبت جتانے والے بندے کا یہ روپ بھی ہو سکتا ہے۔'' وہ منہ بسورنے لگی۔

''محبت ہو تو بے حد ہو، جو نفرت ہو تو بے پایاں
کوئی بھی کام کم کرنا مجھے ہرگز نہیں آتا!''

''بزنس ٹائیکون اور شاعری، واہ کیا کمبی نیشن ہے۔'' وہ چھیڑنے لگی۔

''سب تمہاری رفاقت کا اثر ہے۔''

آپ سے مل کے ہم کچھ بدل سے گئے
شعر پڑھنے لگے گنگنانے لگے

وہ بے اختیاری میں پھر شعر پڑھ گیا تو دونوں کی ہنسی بے ساختہ نکل گئی۔

☆.....☆

''جی بی بی جی!''

آئنور کچن میں داخل ہوئی تھی۔ نوری جو لونگ گواچا گاتے ہوئے گولیوں کا سفوف بنانے میں بری طرح مگن تھی اسے دیکھ کر ایکدم سے گڑبڑا گئی۔ دو دن اس کی غیر موجودگی کی وجہ سے سکون سے گزرے تھے اور وہ پھر لوٹ آئی تھی کچن میں دندنانے کو..... نوری کو اس کی کچن میں آمد سے چڑ ہونے لگی تھی۔

''کچھ نہیں، میں نے سوچا ناشتا بنانے میں آپ کی ہیلپ کر دوں۔''

آئنور نے شیلف پر پڑی پراپر سرسری نظر ڈالی جسے نوری غیر محسوس طریقے سے مٹھی میں دبا گئی تھی۔

''ناشتا تو شیف بناتا ہے، میں تو بس چائے کافی یا چھوٹے موٹے کام کرتی ہوں۔'' نوری جلدی سے صفائی دینے لگی۔ آئنور کی مسلسل خود پر ٹکی نظر پر اس نے چہرہ سپاٹ ہی رکھا۔

''بی بی جی، کچھ چاہیے تھا آپ کو؟''

اس کے شیف داخل ہوا تھا۔ آئنور کو دیکھ کر وہ بھی یہی سمجھا کہ اسے کسی شے کی طلب کھینچ لائی ہے۔

''میں ناشتا بنانا چاہ رہی ہوں۔ آپ مجھے سب کا پسند ناپسند بتا دیں۔''

شیلف کے لیے بھی آئنور کی آمد کوئی نئی بات نہیں تھی اور اب اس کی فرمائش پر بھی اسے کوئی تعجب نہیں ہوا۔

''میں آپ کی ہیلپ بھی کر دیتا ہوں۔''

سب کی پسند بتانے کے ساتھ شیف نے آفر کی تو آئنور نے سر ہلا کر تائید کی۔ نوری نظر بچا کر مٹھی میں دبی پڑیا کپ میں جھاڑ کر چمچ چلاتی باہر نکل گئی تھی۔

اتنے بڑے گھر اور لوگوں کے درمیان پہلی بار رہنے کا اتفاق ہو رہا تھا۔ اسے ابھی تک ان کے رہن سہن اور طور طریقوں کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ کئی کئی مقامات پر الجھ جاتی تھی مگر زبان بند رکھی تھی کہ کہیں کوئی اسے گنوار، لوئر کلاس کا طعنہ دے کر شرمندہ نہ کر دے۔

''کہاں ہے یہ نوری؟'' حمنیٰ کچن کے دروازے پر آ کر غصے سے دریافت کرنے لگی تھی۔

''وہ باہر گئی ہے ابھی۔'' شیف نے جواب دیا تھا۔

''بلا کر لاؤ اسے۔'' حمنیٰ نے غصے سے کہا تو شیف الٹے پیروں دوڑا۔

''تم کیا کر رہی ہو یہاں؟'' حمنیٰ کی نظر اب اس پر پڑی۔

''سب کے لیے ناشتا بنا رہی ہوں۔ آپ کے لیے کچھ اسپیشل بناؤں؟''

''تم کیوں زحمت کر رہی ہو، شیف ہے نا۔'' حمنیٰ نے روکنا چاہا۔

''مجھے کوکنگ کرنا اچھا لگتا ہے بھابی۔'' وہ مسکرا کر پراٹھے کے لیے پیڑے بنا رہی تھی۔ حمنیٰ دلچسپی سے

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

اسے پراٹھے پر گھی لگاتے دیکھ رہی تھی۔
''میں بھی پراٹھا کھاؤں گی۔'' حمنی نے للچائی نظروں سے دیکھتے فوراً فیصلہ کیا۔
''میں بنا دیتی ہوں۔'' وہ مسکرا کر تواضع لہجے پر رکھے گی۔
''جی بی بی جی۔''
اسی دم نوری ہانپتی کانپتی دوڑی چلی آئی۔
''یہ چائے ہے یا کریلے کا جوس، بیڈ ٹی کے نام پر یہ کڑوا کسیلا مشروب پلا رہی ہو مجھے؟''
حمنی اسے دیکھتے ہی ہاتھ میں موجود کپ شیلف پر پٹخ گئی۔ کچھ اتنے زور سے کہ کپ ٹوٹتے ٹوٹتے بچا۔ نوری ڈر سی گئی۔
''چینی کم ہوگئی ہوگی جی۔ آپ اسٹرونگ چائے پیتی ہیں نا، پتی کچھ زیادہ ڈل گئی ہوگی۔''
نوری باتیں بنانے لگی۔
''آئندہ سے ایسی چائے بنائی تو تمہارے منہ پر گرم چائے ماروں گی۔''
حمنی غصہ کر رہی تھی۔ آئنور پراٹھے بناتے اس پڑیا کو دیکھنے لگی تھی جو ڈسٹ بن کے اندر جانے کی بجائے نیچے پڑا ہوا تھا اور جس میں سے سفوف بھی نظر آ رہا تھا۔

☆.....☆

''السلام علیکم!''
سب ناشتے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آئنور ملازم کے ساتھ ناشتا لگا رہی تھی۔ ماہ پارہ بھی بازو کی لاپروائی سے ہلاتی چلاتی موجود تھیں لیکن عرشمان ولی کے انٹر ہوتے ہی انہوں نے بازو کو مخصوص انداز میں رکھ لیا تھا۔
''صبح بخیر زندگی!'' اس کے دونوں شانوں کو محبت سے تھامتے وہ اس کی سماعت میں سرگوشی کر گیا۔ وہ ہولے سے مسکرا دی۔
''اب کیسی کنڈیشن ہے مام؟'' چیئر کھینچ کر بیٹھتے وہ آئنور کو بھی ساتھ بٹھا گیا تھا۔
''بہتر ہے۔ بس پین ہے۔'' ماہ پارہ نے دبی لہجے میں کہا۔
''دوا ٹائم پر لیں گی تو آرام آجائے گا۔ کل تفصیلی بات ہوئی ہے میری ڈاکٹر سے۔'' شاہ میر نے تسلی دی۔ عرشمان کو بھی سکون ہوا۔
''واؤ! یہ دیسی ناشتا کس نے بنایا؟''
عرشمان ولی میز پر نظریں دوڑاتے خوش ہوگیا۔ وہ بہت ڈائٹ کانشس تھا۔ آئلی اور مرغن غذاؤں سے ذرا دور ہی رہتا تھا۔ پراٹھا بھی مہینوں میں ایک آدھ بار ہی کھاتا تھا۔ آج بھی غیر متوقع طور پر پراٹھا، انڈا، دہی، آملیٹ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی۔ کبھی کبھی چیٹ ڈے منا لیتا تھا ساری فٹنس کانشس کو سائیڈ پر رکھ کے۔
''تمہاری سکھڑ بیگم نے کھاؤ بہت خستہ پراٹھے ہیں۔ سچ آئنور دل خوش کر دیا تم نے اور چائے.....''
عرشمان کو جواب دے کر حمنی نے آئنور کو تعریفی نظروں سے دیکھتے چائے کے کپ کو اٹھا کر سونگھنے لگی۔
''کیا خوشبو دار، خوش رنگ چائے ہے۔ پلیز تم نوری کو سکھا دو ایسی چائے بنانا بہت بری چائے بناتی ہے۔''

تعریف کے ساتھ حمنی نے نوری کو سکھانے کا کام بھی سونپ دیا تو آئنور مسکرا دی۔
''ضرور بھابی!''
''مام آپ کچھ لیں نا۔''
ماہ پارہ کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے دیکھ کر عرشمان نے احساس دلایا۔ ''ناشتے پر پراٹھا نہیں کھا سکتی۔''
ماہ پارہ نے ناک چڑھائی۔ خستہ کرارے پراٹھوں کو قابل اعتناء جانے بنا وہ منہ بنا گئیں۔ درحقیقت آئنور کی واہ واہ سے ان کے کان میں درد ہونے لگا تھا۔
''میں نے آپ کے لیے پورچ بنایا ہے۔ فروٹس کے ساتھ آپ یہ ٹرائی کریں۔''
آئنور نے جلدی سے باؤل ماہ پارہ کے آگے رکھا اور انہیں سرو کرنے لگی۔
''ویلڈن آئنور عرصہ بعد ذائقے دار ناشتا کرنے کو ملا ہے۔'' شاہ میر بھی کھاتے ہوئے سراہ رہا تھا۔
''شکریہ بھائی۔'' وہ انکساری سے بولی۔ سب ہی خوش گپیوں کے ساتھ مزے لے لے کر ناشتا کر رہے تھے۔ ماہ پارہ خشمگیں نگاہوں سے آئنور کو گھورنے لگی تھیں۔

☆.....☆

اسٹوڈیو میں صرف کیمرے کی کلک کی آواز ایک کے بعد ایک گونج رہی تھی۔ زویا کیمرے کے لینس سے نظریں ملائے پوز دے رہی تھی۔
''لولی زویا! گڈ ورک بے بی۔''
فوٹو گرافر ہر تصویر کے بعد اسے بک اپ کر دیتا تھا اور وہ مزید انرجی لیے ریجیکٹ کرتی، گردن، پاؤں کو مختلف زاویے سے سیٹ کرتی ایک کے بعد دوسرا پوز مشاقی سے دے رہی تھی۔
''بریک۔''
کافی دیر یہ کھیل چلتا رہا تھا۔ پھر زویا نے ہاتھ اٹھا کر بریک کا اعلان کر دیا تو فوٹو گرافر نے بھی آنکھوں سے کیمرا ہٹا لیا۔
''لولی، کیا تصویریں آئی ہیں۔''
جیم جس کا اصل نام تو جمیل تھا لیکن روشنی کی فیلڈ نے اسے جمیل سے جیم بنا دیا تھا۔
''دکھاؤ مجھے!'' زویا لہراتی بل کھاتی تصویریں دیکھنے لگی تھی۔
''یہ تصویریں تو پہلے شوٹ سے زیادہ آفت مچا دیں گی۔''
جیم اسے چڑھا رہا تھا۔ وہ نزاکت سے مسکراتی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔
''جیم منگواؤ یار، فیلنگ ٹائرڈ۔''
دوسری چیئر پر سینڈل سے سجے پیر ٹکاتے اس نے سگریٹ نکال کر ریڈ لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پر دبایا اور لوئر شعلہ دکھانے لگی۔
''بہت جلد تم ٹاپ ماڈلز کی چھٹی کر دو گی۔ سنا ہے کل ریمپ پر بھی ہو۔'' جیم علم میں اضافہ چاہ رہا تھا۔
''دبئی میں جو شوگر کے آ رہی ہوں اس میں سب کے ہوش آل ریڈی اڑ چکے ہیں ڈیئر۔'' زویا نے لاپروائی سے سگریٹ کے کش لے کر دھواں اڑایا۔
''ریمپ پر تو چل رہی ہوں لیکن جلد ہی شو اسٹاپر بنوں گی تب سکون ملے گا یہ مینا جینا تو بس یونہی چل

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

رہی ہیں۔"

ہم عصر ماڈلز کی کھلی اڑاتے اس نے اپنا عزم ظاہر کیا جو اسے مستقبل کے سنہرے خواب دکھا رہا تھا۔

☆.....☆

عرشان ولی لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔ آئنور کافی دیر سے کمرے سے غائب تھی۔ اب جب کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔

"کہاں تھیں؟" اس کے چہرے پر بکھری پریشانی کو اس نے تعجب سے دیکھا تھا۔

"گھر سے کال آئی تھی۔ سونی کی۔ سب سے بات کر رہی تھی۔" وہ لب کاٹتے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ چہرہ پر گومگو کی کیفیت تھی۔ جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو مگر کہہ نہ پا رہی ہو۔ کچھ زویا اور کاشان سے ملنے والے دھچکے اور کچھ فارم ہاؤس میں گزارے دن کے باعث وہ جیسے اپنے گھر اور ان کے مسائل سے دور ہو گئی تھی لیکن ابھی گھر کے ایک ایک فرد سے بات ہوئی تو اسے ان کے مسائل اور تحفظات از سر نو یاد آئے۔

"اچھا کیسے ہیں سب؟" اس نے مصروف انداز میں سرسری سا احوال دریافت کیا۔

"ٹھیک ہیں۔" اس کے مصروف انداز کو دیکھتے اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" وہ ہچکچا رہی تھی۔

"کرو۔" انداز ہنوز مصروف تھا۔

"آپ بزی ہیں؟"

اس کی مصروفیت اسے کراں گزر رہی تھی۔ تب ہی نظروں سے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔

"اب نہیں ہوں بولو۔" وہ بھی جانتا تھا کہ وہ اس کی پوری توجہ کی طالب ہے۔ تب ہی لیپ ٹاپ بند کر کے پرے دھکیل دیا۔

"کیا الجھن ہے، بتاؤ۔"

وہ اس کے وجود کی بے چینی کو بغور دیکھ رہا تھا اور وہ ایک مخمصے میں تھی کہ کیسے بیان کرے۔

"میں اپنی فیملی کے معاشی مسائل کو لے کر ٹینشن میں ہوں۔ دیکھو، میرے بعد وہاں کے اخراجات اٹھانے والا کوئی نہیں ہے۔ ابا کی نوکری بھی نہیں ہے۔ سونی، روبی چھوٹی ہیں۔ ابھی پڑھ رہی ہیں۔"

"تو....." وہ ہچکچا کر اٹکتے اٹکتے اپنی بات کہہ رہی تھی جب عرشان ولی نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کے پاس اس مسئلے کا کوئی حل ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں جاب جاری رکھ کر اپنی فیملی کو سپورٹ کر سکوں؟" یہ سب کہنا بہت دقت طلب کام تھا۔ اپنی فیملی کے ڈاؤن مورال کو دکھانا آسان نہیں تھا لیکن مجبوری تھی۔ یہ وہ اٹل حقیقت تھی جو اس کے نہ کہنے پر بدل نہیں سکتی تھی۔

"میں بہت تھک گیا ہوں۔ پھر اس موضوع پر بات کروں گا۔"

وہ جو بہت آس سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی ایک دم سے اس کے چہرے پر پھیلتی بے گانگی کے رنگ اور جان چھڑانے والے جملے پر کئی لمحوں تک کچھ بول بھی نہ سکی۔ عرشان ولی کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا۔

آئنور شاکڈ سی رہ گئی تھی۔ درحقیقت اسے ایک فیصد بھی اندازہ نہیں تھا کہ عرشان ولی اس طرح کا برتاؤ

کرے گا وہ بے یقینی سے اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔

"لائٹ بند کر دو پلیز، روشنی چبھ رہی ہے۔" اس کی آواز آئی تھی۔ بے حس وجود کے ساتھ اس نے آگے بڑھ کے لیمپ کی روشنی گل کر دی تھی۔ وہ کروٹ بدل کے سو رہا تھا۔ وہ بھی سوتی بن گئی تھی لیکن اپنی بے بسی کی کم مائیگی اور ضرورت کا سوچ کر آنسو تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔

☆.....☆

صبح کھڑپٹر کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ عرشان ولی آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ وہ دیکھ کر بھی ان دیکھا کر کے سوتی بن گئی ورنہ روز تو وہ اس سے پہلے ہی جاگ جاتی تھی لیکن آج شاید رات کی باتوں اور احساس کا رنگ گہرا تھا کہ وہ جاگ کر بھی سوتی بن گئی تھی۔

"تم بھی تیار ہو جاؤ، ناشتے کے بعد تمہیں میرے ایک عزیز کے گھر چلنا ہے۔"

اس کا نظر بچا کر سوتا بننا اس کی نظروں سے مخفی نہ رہا۔

"اتنی صبح صبح کہاں جانا ہے؟" اسے سن کر کوفت ہوئی۔

"بتا دوں گا راستے میں۔ اٹھو شاباش مجھے دیر ہو جائے گی۔" وہ شرٹ پہن کر بٹن لگا رہا تھا۔ آئنور بے دلی سے اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

بے دلی سے تیار ہو کر وہ ناشتے کی میز پر آئی تھی۔ عرشان ولی نے جلدی جلدی کی رٹ لگائی تو الٹا سیدھا ناشتا کر کے وہ اس کے ساتھ گاڑی تک چلی آئی۔

"تمہارا منہ کیوں بنا ہوا ہے؟" ڈرائیو کرتے وہ اس کے بگڑے موڈ کو دیکھ رہا تھا۔ انداز میں ناراضی کا عنصر تھا۔

"نہیں ٹھیک ہے۔" اس نے جھٹلانا چاہا۔

"لگ تو نہیں رہا۔" اسے جیسے یقین نہیں آیا۔

"کیا کہہ سکتی ہوں۔" وہ بے بسی سے کہہ کر رخ پھیر گئی۔

لاتعلقی کا مظاہرہ کر کے باہر دیکھنے لگی۔ عرشان ولی نے بغور دیکھا اس کے کسی انداز سے محبت نہیں جھلک رہی تھی۔

"شاید یہ اچانک پلان تمہیں پسند نہیں آیا۔" وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ شاید اسی لیے اس کا موڈ خراب ہوا ہو۔

"صبح صبح کسی کے ہاں منہ اٹھا کر جانا کسے اچھا لگتا ہے۔ ہیں کون؟" وہ غصے سے ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی تھی۔ "اس کون سی ہستی ہے جو وہ صبح صبح اسے ملوانے لے جا رہا تھا۔

"کہا نا عزیز ہیں۔" وہ ڈرائیونگ پر دھیان لگائے ہوئے تھا۔

"آپ کے ہوں گے۔ میں تو پہلی بار ہی ملوں گی نا۔" اسے غصہ تھا۔

"بہت غصے میں ہو۔"

"نہیں ٹھیک ہوں۔" اس نے سر جھٹکا۔

گاڑی پوش علاقے میں رکی تھی۔ عرشان کی تقلید میں وہ باہر نکل آئی تھی۔ وہ اسے لئے اپارٹمنٹ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ اردگرد فلیٹس تھے۔ وہ برا سا منہ بنائے کھڑی تھی۔ اس کے بگڑے موڈ کو دیکھ کر

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

عرشان ولی نے بیل بجائی تھی اور چند ہی لمحوں میں گیٹ وا ہو گیا تھا جیسے کوئی منتظر بیٹھا ہو۔

''سرپرائز۔'' تیز آواز بلند ہوئی تھی۔

وہ جو بے وفائی اور ناگواری کے تاثرات لئے گھر آئی تھی، ایک چیخ کی صورت میں ڈر کے عرشان کے پیچھے چھپ گئی۔

''تم لوگوں نے تو میری بیوی کو ڈرا ہی دیا۔'' عرشان ولی ہنستے ہوئے اپنے پیچھے چھپی آئنور کو سامنے لایا تھا۔

''توبہ ہے آپی کتنے چھوٹے دل کی ہو۔'' روبی اسے دیکھتی مذاق اڑا رہی تھی۔ سونی کھڑی ہنس رہی تھی۔ آئنور کو اپنی بصارتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اجنبی جگہ، اجنبی ماحول کچھ بھی تو جانا پہچانا نہیں تھا اگر کچھ جانا پہچانا تھا تو وہ روبی اور سونی کے مسکراتے چہرے تھے۔

''فریز ہو گئی ہو مسز، اندر تو چلو۔'' دونوں سامنے سے ہٹ گئی تھیں۔ عرشان ولی اسے اندر کی طرف چلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

''تم لوگ یہاں، اماں ابا کہاں ہیں؟'' وہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ کسی انہونی کے احساس سے دل کانپنے لگا تھا۔

''تم اندر تو آؤ، سب ہیں، پریشان کیوں ہوتی ہو۔'' سونی اسے تھام کر آگے لئے بڑھنے لگی۔ اس کے لفظوں سے تھوڑی تقویت ملی تھی۔ ورنہ عجیب عجیب سے وہم ستانے لگے تھے۔ صبح صبح عرشان اسے اجنبی جگہ کیوں لے کر آیا تھا۔ اس کا ذہن الجھ سا گیا تھا۔ سرسری نگاہ میں ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ فلیٹ کتنا بیش قیمت ہے۔ نفیس پردے، فرنیچر، ڈیکوریشن پیسز، قالین سب اپنی قیمت کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

''اماں!'' ہاجرہ کو دیکھ کے وہ ان کے گلے لگ گئی تھی۔

''یہ سب کیا ہے؟'' وہ بدحواس ہوئی ایک ایک کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

''کس کا گھر ہے یہ؟''

طائرانہ نگاہ سب کے چہروں پر ڈالے وہ ایک ایک سے دریافت کر رہی تھی۔ چار کمروں کا فرنشڈ اپارٹمنٹ اسے حیران کر رہا تھا۔

''عرشان بھائی نے یہ فلیٹ ابا کے نام سے لیا ہے۔ تین دن ہو گئے ہمیں شفٹ ہوئے۔ سیٹنگ کرتے عرشان بھائی نے تمہیں بتانے سے منع کیا ہوا تھا۔''

آئنور کی نگاہ بے ساختہ قدرے فاصلے پر براجمان عرشان ولی پر اٹھ گئی تھی۔ قدوس صاحب بھی آئے تھے وہ ان سے مل رہا تھا۔

''صرف یہ ہی نہیں، عرشان بھائی نے ابا کو ایک بڑا جنرل اسٹور کھلوا کے دیا ہے۔'' روبی اس کے علم میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔

''ہم نے تو بہت منع کیا مگر عرشان نے ہماری ایک نہ سنی، اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔''

ہاجرہ محبت سے کہہ رہی تھیں۔ عرشان ولی کے لیے ان کے لہجے میں محبت و مان تھا۔ اک بیٹے سے بڑھ کر عمل کر کے وہ ان سب کی نظروں میں بہت اونچا ہو گیا تھا۔ آئنور شاکڈ رہ گئی تھی۔ پچھلے کچھ گھنٹوں سے وہ اس کے خلاف کتنا نیگیٹو سوچ چکی تھی۔ وہ بغور اسے دیکھنے لگی تھی۔ نگاہوں میں محبت کے ساتھ عقیدت

رنگ نمایاں تھے۔ وہ بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کر ہولے سے مسکرا دیا۔

''سونی کچھ لاؤ عرشان اور روشنی کے لئے۔'' ہاجرہ نے آواز لگائی تو عرشان ولی اٹھ کھڑا ہوا۔

''اماں! میں نکلوں گا۔ آفس سے دیر ہو رہی ہے۔ آئنور ہے نا اسے کھلائیں۔ غصے میں ناشتا بھی نہیں کیا اس نے۔'' وہ مسکرا کر چڑا رہا تھا کہ وہ اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے چکا تھا۔ وہ کسی قدر شرمندہ سی ہو گئی۔

''شام کو ملتے ہیں۔''

''اللہ حافظ بیٹا۔'' دونوں نے دعائیہ کلمات سے رخصت کیا تھا۔

''جاؤ، دروازے تک چھوڑ کر آؤ۔'' ہاجرہ کے کہنے پر وہ اس کے پیچھے لپکی تھی۔

''شام کو لینے آؤں یا غصے میں دو تین دن میکے میں رہو گی۔'' سر جھکائے ساتھ چلتی آئنور کو ٹہوکا دے کر چھیڑنے لگا۔ اس کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو عرشان ولی نے بازو سے پکڑ کر اسے قریب کیا۔ وہ سر جھکائے لاؤنج کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔

''ادھر دیکھو!'' وہ اس کا چہرہ اوپر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''آئنور!'' اس کا پکارنا غضب ہو گیا تھا۔ وہ بے اختیار اس کے بازو سے لگ کر رو پڑی تھی۔

''رو کیوں رہی ہو یار!'' وہ دوسرا بازو اس کے شانے پر رکھ گیا۔

''میرے پاس آپ کو شکریہ میں کہنے کے لیے ایک بھی لفظ نہیں ہے۔ میں ساری زندگی آپ کی احسان مند رہوں گی۔ آپ کے عمل نے میری نظروں میں آپ کے درجے میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔'' وہ روتے ہوئے کہے جا رہی تھی۔

''میں نے ایسا کوئی تہیہ نہیں مارا کہ تم میری احسان مند رہو۔'' وہ اس کے آنسو پونچھ رہا تھا۔

''کون ہیں آپ؟'' سر اٹھا کر وہ ایک دم پوچھ بیٹھی تو عرشان ولی کے اعصاب کو بھی جھٹکا لگا۔

''ہیں..... کیا ہوا مسز؟ کیوں بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟'' وہ حیران ہوا۔

''آپ اس دنیا کے نہیں لگتے کوئی کسی کے لئے اتنا نہیں کرتا۔'' وہ ممنونیت کے احساس سے لبریز تھی۔

''میں نے کوئی ایوارڈ ونر کام نہیں کیا۔ تمہاری فیملی میری فیملی ہے۔ تم سے جڑا ہر شخص میرے لئے اہم ہے۔ خواہ وہ تمہارا دشمن ہو یا دوست۔ دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی نبھانا عرشان ولی بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ تمہاری ساری پریشانی میری اب سے میری ساری خوشیاں تمہاری ہیں۔'' اسے بازو کے گھیرے میں لیے وہ اپنے ساتھ کا یقین دلا رہا تھا۔

''آپ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے نا؟'' اسے دھڑکا لگ گیا۔

''انشاء اللہ! تم بھی ہمیشہ ایسی ہی رہنا۔ خالص مخلص اور صرف مجھ سے محبت کرنا۔ تمہیں جب دیکھتا ہوں تو تم آئینے کی طرح لگتی ہو۔ بے عیب، بے ریا جس میں دھوکہ برابر بال نہ ہو۔''

وہ کہہ رہا تھا اور اس کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تھا۔ کچھ بے نام سے دن ایک نامحرم سے فون پر بات کر کے اس نے دل کو داغ لگا دیا تھا اور اب وہی داغ کہیں نہ کہیں سے اسے جلانے لگا تھا۔

''شام کو ملتے ہیں۔'' وہ نکلنا چاہ رہا تھا کان کے پیچھے سے نکلی لٹ کو دوبارہ کان کے پیچھے کرتے اس نے متفق انداز میں سر ہلایا تھا۔

http://www.books.urdutube.net/

''اور ہاں۔'' وہ جاتے جاتے پلٹا تھا۔
''جی!'' وہ اپنے دھیان سے چونک کر اسے دیکھنے لگی تھی۔
''Miss me!'' عجیب دھونس بھرا لہجہ تھا۔ وہ مسکراتا ہوا دروازہ عبور کر گیا تھا۔ وہ چند ثانیے کاریڈور میں اس کے جوتوں کی آہٹ سنتی رہی۔

☆.....☆

زندگی معمول پر چل رہی تھی۔ اپنے گھر والوں کو سیٹ اور مطمئن دیکھ کر اس کی فکر دور ہوئی تو وہ اپنے گھر کی طرف متوجہ ہوئی۔ پہلے سے کہیں بڑھ کر عرشان ولی کا خیال رکھنے لگی۔ اس وقت بھی وہ عرشان کے لئے لنچ تیار کر رہی تھی گو کہ وہ لنچ آفس میں کرتا تھا مگر آج وہ اپنے ہاتھوں سے بنا لنچ اسے آفس بھیجنے کے لئے لنچ باکس تیار کر رہی تھی۔ تب ہی حمنیٰ غصے سے کچن میں داخل ہوئی لیکن اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔
''تم کیا کر رہی ہو یہاں؟''
''عرشان کے لئے لنچ بنا رہی ہوں۔ آفس بھیجوں گی۔''
''واؤ، تم لے کر جاؤ گی؟'' حمنیٰ ہنسی۔ دونوں کی محبت دیکھ کر اسے خوشی ہوئی تھی۔
''نہیں ڈرائیور کے ہاتھ بھجواؤں گی۔ شاہ میر بھائی کی فیورٹ ڈش بتا دیں۔ اچھا نہیں لگتا نا وہ بھی ہوں گے۔''
کہیں شاہ میر محسوس نہ کرے اسی وجہ سے آئنور نے پوچھ لیا تھا۔
''ارے نہیں تم اپنے میاں جی کا دھیان رکھو۔'' حمنیٰ نے اسے تکلیف میں نہ ڈالنے کے خیال کے پیش نظر منع کر دیا۔
''بری بات ہوگی بھابی!'' وہ برا محسوس کر رہی تھی شاہ میر کا لیتے ہیں جو عرشان کے لئے بھیج رہی ہو بس کوانٹٹی بڑھا دو۔'' حمنیٰ نے اس کی مشکل آسان کی تو وہ سر ہلا گئی۔
''ہاں یہ ٹھیک ہے۔ آپ کو کچھ چاہیے تھا بھابی؟''
''طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔ کسی چیز کا ذائقہ اچھا نہیں لگ رہا زبان کو۔ چائے پھیکی بنائی نوری نے۔ پی کر دیکھو۔'' حمنیٰ نے براسا منہ بناتے مگ اس کے سامنے رکھا۔
''آپ چائے میں ٹیبلٹ جو لیتی ہیں، کڑوی تو لگے گی۔''
''نہیں میں تو شوگر لیتی ہوں اب اتنی بھی ڈائٹ کانشش نہیں۔'' حمنیٰ سمجھی کہ آئنور شوگر فری ٹیبلٹ کی بات کر رہی ہے۔ اس کے انکاری ہونے پر آئنور نے ایک کیبنٹ سے دواؤں کا ڈبہ نکال کر شیلف پر رکھ دیا۔
''یہ آپ کی دوا ہے نا؟'' وہ استفسار کر رہی تھی۔
''نہیں تو اور کچن میں دوا کا ڈبہ کس نے رکھا۔'' حمنیٰ آئنور کے سوال پر ہی حیران تھی۔
''اگر یہ آپ کی دوا نہیں تو پھر میں نے کئی بار نوری کو اس دوا کا سفوف آپ کی چائے میں ڈالتے دیکھا ہے۔'' آئنور کو بھی حیرت کا جھٹکا لگا۔ آخر ماجرا کیا تھا۔
''واٹ؟'' حمنیٰ تو سنتے ہی شاکڈ رہ گئی۔
''یہ دوا ہے کس چیز کی؟'' آئنور الٹ پلٹ کر دوا دیکھ رہی تھی۔

''یہ تو مجھے بھی نہیں پتا۔ ہے کہاں یہ نوری کی بچی۔'' حمنیٰ چیخنے لگی۔
''بھابی پلیز آہستہ۔'' آئنور کا دماغ کام کرنے لگا تھا۔ اسے کچھ گڑبڑ لگ رہی تھی۔
''تم دیکھنا میں ابھی اسے قتل کر دوں گی۔'' حمنیٰ غصے سے کانپ رہی تھی۔
''بھابی پلیز ٹھنڈے دل سے۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم پہلے کسی ڈاکٹر سے اس دوا کے متعلق پوچھ لیں۔'' حمنیٰ کے دل کو یہ بات لگی تھی۔
''ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں ابھی اپنی ڈاکٹر کے پاس جا رہی ہوں۔'' حمنیٰ دواؤں کا ڈبا قبضے میں لے کر تیار ہو گئی۔
''میں بھی ساتھ چلوں؟''
آئنور کو حمنیٰ کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ مبادا وہاں کوئی ناقابل یقین بات سننے کو ملے اور وہ برداشت نہ کر سکے۔ اسی سوچ کے زیر اثر آئنور نے ساتھ چلنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔
''چلو۔'' اسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس وقت تو اسے کسی کی ضرورت تھی۔ دماغ ہی کام نہیں کر رہا تھا۔
''آپ تیار ہو جائیں میں کھانا بنا کے ڈرائیور کو جب تک دے آتی ہوں۔'' اس کی بات پر حمنیٰ سر ہلا کر کچن سے نکل گئی تھی۔
''یا اللہ جیسا میں سوچ رہی ہوں ایسا کچھ نہ ہو۔ صرف میرا وہم ہو۔'' وہ زیر لب دعا گو تھی۔

☆

''ایک ہی ٹیبلٹ اور اتنی مقدار میں؟ کس کی ہے؟'' ڈاکٹر بھی حیران رہ گئی۔
''ہمیں اس دوا کے متعلق جاننا تھا۔ کس مرض کے لئے ہے۔'' حمنیٰ بے چین ہو کر پوچھ رہی تھی۔ سارا راستہ وہ ٹینشن میں رہی تھی۔
''یہ دوا تو ہم ان پیشنٹ کو دیتے ہیں جو بے ہوش ہو۔ کنفیف نہیں کرنا چاہتیں یہ دوا عام طور پر بہت کم ملتی ہے۔ ان لیگل اس کی خرید و فروخت بہت زیادہ ہے کیونکہ اس دوا کے مسلسل استعمال سے خدانخواستہ ہمیشہ کے لئے یادداشت پن کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہم بہت کم ریکمنڈ کرتے ہیں لیکن یہ ہے کس کی؟'' ڈاکٹر تفصیل بتا کر استفسار کر رہی تھیں اور حمنیٰ کا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والا حال تھا۔
''میری ایک دوست استعمال کرتی ہے۔ اسی لئے میں بھابی کو آپ کے پاس لے کر آ گئی اس کے متعلق معلومات لینے۔ بہت شکریہ۔ چلیں بھابی۔'' دواؤں کا ڈبا جھٹ سے اٹھاتی آئنور بت بنی حمنیٰ کو بھی بازو سے پکڑ کر اٹھانے لگی۔
حمنیٰ نڈھال سی پچھلی سیٹ میں بیٹھی تھی۔ آئنور بار بار اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ ڈرائیور کی موجودگی میں دونوں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ حمنیٰ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔
''اتنا بڑا ظلم..... اتنی نفرت۔'' آئنور اسے اس کے کمرے تک لے آئی تھی اور کمرے میں آ کر حمنیٰ کا ضبط جواب دے گیا تھا۔
''لیکن یہ حرکت نوری کیوں کرے گی؟'' آئنور کو سمجھ نہیں آ رہی تھی یہ بات۔''
نوری یہ حرکت خود نہیں کر رہی، بلکہ نوری سے کروائی جا رہی ہے۔'' حمنیٰ کا لہجہ سرسرانے لگا۔ وہ پل بھر

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

میں معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی تھی۔

''کون کروائے گا ایسی حرکت کون نہیں چاہتا کہ آپ ماں نہ بنیں؟'' حمنیٰ کے لبوں سے نفرت سے نکلا۔

''مام!'' آئنور بے یقین تھی۔

''مت پکارو ماں کے لقب سے اس عورت کو۔ وہ اس لائق نہیں۔'' حمنیٰ نفرت و غصے سے منع کر گئی۔

''بھابی آپ کو غلط فہمی ہو سکتی ہے۔'' آئنور کو حمنیٰ کے کہنے کے باوجود یقین نہیں آ رہا تھا اسے لگ رہا تھا وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہے۔ اتنی بڑی بات نے اس کا دماغ الٹ دیا ہے۔

''تم بہت بھولی ہو آئنور! تم انہیں نہیں جانتیں۔ انہیں مجھ سے بیر ہے لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں مجھے کھوکھلا کرنے کی اسکیم چلا رہی ہیں۔'' حمنیٰ بے حد دکھی تھی۔

''وہ اپنی نسل کشی کیوں کریں گی بھابی۔''

وہ ابھی تک بے یقین تھی۔ حمنیٰ کا نڈھال وجود اسے بھی دکھ دے رہا تھا۔ حمنیٰ بمشکل اپنے کمرے تک آئی تھی۔ آئنور ساتھ نہ ہوتی تو شاید وہ ڈھے ہی جاتی۔

''وہ ناگن ہے آئنور، جو اپنے بچوں کو کھا لیتی ہے۔''

''آپ آرام کریں بھابی! اس وقت آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔'' آئنور کو یہ ہی مناسب لگا کہ حمنیٰ کو آرام کا مشورہ دے تاکہ جب اٹھے تو اس کا ذہن کچھ پرسکون ہو۔

''تمہیں کیا لگتا ہے، ان کے ہاتھ میں واقعی فریکچر ہوا تھا؟'' حمنیٰ کا لہجہ تلخ ہو گیا تھا۔

''ہاں..... ایکسرے سے تو یہ ہی ظاہر تھا۔'' اپنی معلومات کی حد تک اس نے تصدیق کی۔

''وہ ایکسرے نقلی تھا۔ میں نے خود آنٹی کو اسلام آباد سے فون پر بات کرتے سنا تھا۔ وہ صرف تمہیں اور عرشان کو ایک دوسرے کے قریب نہیں رہنے دینا چاہتی تھیں۔'' حمنیٰ نے جیسے راز فاش کیا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟'' وہ بے یقین تھی۔

''زندگی میں بہت مواقع آئیں گے، تمہیں خود سچ، جھوٹ کا علم ہو جائے گا بس اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ میں نے بس ذرا سی چوک کر دی۔ جانے کب سے میری خواہشوں کا قتل کر رہی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں شاہ میر مجھے طلاق دے دے۔ اولاد ہو گی تو شاید یہ کام مشکل ہو جائے لیکن میری مشکل دیکھو، میں یہ بات کسی سے شیئر نہیں کر سکتی۔ شاہ میر کبھی نہیں مانیں گے کہ ان کی ماں ایسا کام بھی کر سکتی ہے۔''

حمنیٰ روتی جا رہی ہے۔ لفظ اس کے آنسوؤں سے ٹوٹ رہے تھے۔ آئنور کے آنسو بھی اس کی ہی دامنی پر بہنے لگے تھے۔ حمنیٰ کو سنبھالنا اسے مشکل لگ رہا تھا۔

☆.....☆

''عرشان نے شادی کر لی!''

واصفہ اور کاشان لنچ کر رہے تھے۔ زویا نے پہلے انکار کیا تھا پھر بھوک کا احساس ہوا تو فروٹ سیلڈ بنانے کا آرڈر کرتی چلی آئی تھی۔ بریانی، قورمہ کو نظر بھر کے دیکھتی رہ گئی۔ وہ اسٹرک ڈائیٹ پر تھی شوٹ چل رہی تھی ذرا بھی چاول کھا لیتی تو ویٹ بڑھنے کے خیال سے اس کی راتوں کی نیند اڑ جاتی۔ اس لئے بریانی سے چکن کی بوٹیاں نکال کر کھانے لگی۔ واصفہ کے اچانک اطلاع دینے پر اس کے ہاتھ میں موجود فورک اک لمحے کے لئے ساکت ہوا تھا۔

''واٹ کس سے؟'' کاشان کو بھی جھٹکا لگا۔

''یہ تو مجھے بھی نہیں خبر، مسز وحید ملی تھیں وہی بتا رہی تھیں۔''

''اس نے ہمیں انوائیٹ تک نہیں کیا اسٹرینج۔'' کاشان کو حیرانگی ہوئی۔

''مسز وحید بہت تعریف کر رہی تھیں۔ بہت خوب صورت لڑکی ہے۔'' واصفہ، مسز وحید سے ملی معلومات پہنچا رہی تھیں۔

''عرشان ایسی ویسی چیزوں کو کب دیکھتا ہے، چوائس تو ہمیشہ سے اچھی ہے اس کی۔''

کاشان کے سراہنے پر زویا نے ایک سرد نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

''سوری سسٹر تم ہرٹ ہوئی ہو گی لیکن سچ تو سچ ہے۔'' کاشان کے ایکسکیوز کرنے پر واصفہ کو بھی احساس ہوا تو وہ موضوع بدل گئیں۔

''زویا! تمہاری کل کی شوٹ کیسی رہی۔''

''اوہم!'' فورک پلیٹ میں پھینک کر اس نے پلیٹ پرے کر کے ملازم کو ایک دھاڑ لگائی۔

''فروٹس کہاں رہ گئے میرے اور سیلڈ۔'' تب ہی ملازم بھاگا چلا آیا۔

''اب سے میرے کسی کام میں دیری ہوئی تو دھکے مار کے نکال دوں گی۔'' چھلے ہوئے کینو پلیٹ میں موجود تھے۔ سیلڈ باؤل میں سیلڈ سجا ہوا تھا

''تمہارے ڈیڈ کی کال آئی تھی۔ وہ آنا چاہ رہے ہیں۔'' واصفہ کے ذکر کرنے پر دونوں کا منہ بن گیا۔

''پلیز مام! انہیں منع کر دیں۔ وہ یہاں آئے تو میں گھر چھوڑ دوں گی۔ آپ انہیں صاف لفظوں میں بتا دیں We hate him۔''

کینو کے چھلے ہوئے گودوں پر مسالا چھڑکتی وہ نفرت وکی سے کہہ گئی۔

''Zoya is right mom!''

کاشان بھی ہم نوا تھا۔ واصفہ بھی لمبی سانس بھر کے رہ گئی۔

☆.....☆

''سچ سچ بتاؤ یہ ٹیبلٹ کس کے کہنے پر میری چائے میں ڈالتی تھیں۔''

حمنیٰ ذرا سنبھلی تو نوری کی شامت آ گئی۔ نوری مجرم کی طرح کھڑی تھی دواؤں کا ڈبا چھپانے کے غائب دیکھ کر وہ پہلے ہی چوکنی ہو گئی تھی۔

''میں کیوں ٹیبلٹ ڈالوں گی چائے میں۔'' نوری صاف مکر گئی۔

''میں ابھی پولیس کو فون کرتی ہوں۔ فرانزک رپورٹ سے اس ڈبے میں تمہارے ہاتھ کے نشان بڑی آسانی سے مل جائیں گے۔ پولیس جب تفتیش کرے گی تو تم خود سب اگل دو گی۔''

حمنیٰ کا حربہ کامیاب ٹھہرا تھا۔ نوری کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔

''بی بی جی میرے چھوٹے بچے ہیں۔''

''سچ بتا دو، کس کے کہنے پر یہ حرکت کرتی رہی ہو۔'' حمنیٰ کو اس کے انداز سے تقویت مل رہی تھی کہ وہ جلد ہی منہ کھول دے گی۔

''میرے کہنے پر۔''

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

آواز کے ساتھ ماہ پارہ داخل ہوئی تھیں۔ نوری نے انہیں بھی اطلاع پہنچا دی تھی۔ ان کے سامنے آجانے پر آئنور شاکڈ رہ گئی تھی کہ حمنیٰ کو یقین تھا مگر ان کے اقرار کرنے پر اس کے چہرے پر دکھ کے تاثرات آگئے۔

''تم جاؤ نوری!''

ماہ پارہ بیگم اتنی نڈر تھیں کہ نوری کو جانے کا کہہ کر خود سامنے آگئی تھیں۔ نوری سر پر پیر رکھ کر بھاگی تھی۔

''مجھے اندازہ نہیں تھا آپ اتنی سفاک بھی ہو سکتی ہیں۔'' حمنیٰ سیدھی ہو کر دکھ سے گویا تھی۔

''یہ تمہاری کم عقلی تھی۔'' ماہ پارہ ہنسیں۔

آئنور شاکڈ کھڑی تھی اسے اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اتنا برا تو وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ ماہ پارہ اپنی ہی اولاد کی نسل کشی کر رہی تھیں۔ فقط اپنی پسند ناپسندیدگی کی بنا پر۔

''کیا ملا یہ کر کے آپ کو؟'' حمنیٰ جاننا چاہتی تھی۔

''نجات ابھی ملی نہیں جا رہی ہے تم سے جب شاہ میر کو اولاد کی کمی محسوس ہونے لگے گی تو وہ خود ہی تم سے نجات حاصل کر لے گا۔'' ماہ پارہ خوش اور مطمئن تھیں۔

''کیسی ماں ہیں آپ جو اپنے ہی بیٹے کی نسل کشی کرتی رہیں۔'' حمنیٰ کی سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کن لفظوں میں اپنے دکھ کا اظہار کرے۔

''تم جیسی کم صورت بہو سے مجھے کانے پیچے نہیں چاہیں۔ پولیس کو انفارم کرنا ہے۔ شاہ میر کو بتانا ہے تمہیں جو کرنا ہے کر لو۔''

حمنیٰ دکھ سے اس ظالم عورت کو دیکھتی رہ گئی تھی جسے اپنے کئے کا کوئی ملال نہیں تھا۔

''آپ بھلے لاکھ بری سہی مگر شاہ میر کی ماں ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ شاہ میر کا ماں کے رشتے سے اعتبار اٹھ جائے۔ میں کسی کے پاس نہیں جاؤں گی۔ میں نے اللہ کی عدالت کا در کھٹکھٹا دیا ہے۔ وہ سب سے بڑا منصف ہے۔''

حمنیٰ کے لبوں سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر نکل رہے تھے۔ ماہ پارہ خاموش بیٹھی آئنور کو دیکھ رہی تھیں۔ حمنیٰ تڑپ کر رونے لگی تھی۔ آئنور بے ساختہ اٹھ کر اس کے آنسو پونچھنے لگی تھی۔

''دیکھا ناں تم نے؟'' حمنیٰ سر پکڑ کے رہ گئی۔

''آپ بہت عظیم ہیں اللہ جلد آپ کی گود بھر دے گا۔'' وہ اس کے لئے آبدیدہ ہو گئی تھی۔ کس اعلیٰ ظرفی اور ضبط کا مظاہرہ کر کے اس نے ماہ پارہ سے تصادم نہیں کیا تھا۔ شاہ میر کو ماں کے خلاف کھڑا نہیں کیا تھا اور اب بکھر کے رو رہی تھی۔ آئنور کو اسے سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔

☆.....☆

بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے پیر لمبے کئے وہ افسردہ سی بیٹھی تھی۔ سارا دن حمنیٰ کو سنبھالنے میں نکل گیا تھا۔ پھر شاہ میر اور عرشمان آفس سے آگئے تھے تو دونوں نے ہی خود کو سنبھالنے کی حتی الامکان کوشش کی۔

عرشمان لیپ ٹاپ پر آفیشل کام میں مصروف تھا لیکن وقفے وقفے سے اس پر بھی نظر ڈال رہا تھا خود میں گم وہ اسے ابھی نظر آرہی تھی۔

''کہاں کھوئی ہوئی ہو؟''

اسے احساس بھی نہ ہوا۔ عرشمان ولی کب لیپ ٹاپ سمیٹ کر اس کے پیروں پر سر بھی رکھ گیا۔

''کہیں نہیں۔ ہو گیا آپ کا کام۔'' وہ چونک گئی۔

''ہاں جناب ہو گیا۔ لنچ بہت مزے کا تھا۔ اچھا سرپرائز دیا تم نے۔ ولید بھی آیا ہوا تھا ساتھ لنچ کیا اس نے۔'' عرشمان دن کی روداد سنا رہا تھا۔ وہ بھی دماغ کو حاضر کر کے اسے بغور سن رہی تھی ماہ پارہ کا یہ روپ دیکھ کر اسے دھڑکا لگ گیا تھا۔ حمنیٰ انہیں پسند نہیں تھی تو انہوں نے اتنا گندا کھیل رچا تھا۔ اسے تو عرشمان ولی ٹکر لے کر بیاہ لایا تھا۔ جانے وہ اس کے لئے کیا سازش پلان کئے بیٹھی تھیں۔

''جب تم اس طرح خیال رکھتی ہو تو اور پیاری لگنے لگتی ہو۔'' اس کا ہاتھ تھام کر اس کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پیوست کئے وہ محبت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''مجھے خوشی ہوتی ہے آپ کا خیال رکھ کر۔ جس طرح آپ بن کہے میرے مسائل جان لیتے ہیں میری فیملی کے لئے آپ نے جتنا کیا میں.....''

''اچھا بس.....اب پھر سے شکر گزاری کا راگ نہیں، کہا نا تمہاری فیملی کا ہر فرد مجھ سے جڑا ہوا ہے اور اپنوں کے لئے سوچنا میرا فرض ہے۔ مجھے آصف بھائی (بہنوئی، درخشاں کا شوہر) کے حوالے سے بھی بات کرنی تھی۔ سوچ رہا ہوں کسی دن بات کروں۔ ان کے لئے اچھے مال میں شوز ہاؤس کھولنے کا سوچ رہا ہوں۔ ٹھیک ہے نا؟'' وہ گردن موڑ کر اس کی تاثرات جانچ رہا تھا۔ آئنور اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ اتنا سب کے بارے میں سوچتا تھا۔ حالانکہ صرف ایک بار ہی آصف سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔

''میں اماں، ابا، روبی، سونی کو گھر پر انوائیٹ کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ لوگ آج تک ہمارے گھر نہیں آئے۔'' عرشمان ولی نے نیا بکھیڑا اٹھایا تو وہ مزید گھبرا گئی۔

''نہیں رہنے دیں۔ ہم تو لیتے ہیں جا کے۔'' وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان کا ماہ پارہ سے سامنا ہو یا وہ انہیں کم مائیگی کا احساس دلائیں۔

''اچھا نہیں لگتا نا۔ انہوں نے آج تک بیٹی کا گھر نہیں دیکھا۔'' عرشمان ولی چلتے چلتے بھی سوچ میں پڑ گئی۔ روبی، سونی نے کئی بار اظہار کیا تھا کہ وہ اس کا گھر دیکھنا چاہتی تھیں۔ انہیں اشتیاق تھا۔

''لیکن مام!'' وہ سوالیہ نظروں سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔ ڈر تو اسے پہلے بھی ماہ پارہ کے لئے دیئے روپ سے لگتا تھا اب تو وہ مزید ہراساں ہو گئی تھی۔

''نہیں کیا اعتراض ہو گا۔ مام نے کچھ کہا تم سے؟'' وہ تشویش سے دریافت کر رہا تھا۔

''نہیں کہتیں تو کچھ نہیں مجھے۔'' اسی اثناء میں عرشمان ولی کا سیل فون بجنے لگا تھا۔

''دیکھنا زندگی بے وقت کس کی کال ہے۔''

عرشمان ولی تو جیسے تنہائی کے لمحوں میں سیل فون کی بجتی رنگ گراں گزری تھی۔ اس کے منہ بسورنے پر آئنور نے ہاتھ بڑھا کر اس کا سیل فون اٹھایا تھا۔ اس کی نظریں اسکرین پر پڑی تھیں اور لبوں کی مسکراہٹ سکڑ کر سمٹ گئی تھی۔

''کون ہے؟'' عرشمان ولی لاپروائی سے اس کے نیلو پر انگلیاں پھیرتے استفسار کر رہا تھا۔

''کسی زویا کی کال ہے۔'' وہ شاکڈ رہ گئی تھی۔ آئنور کو اپنی ہی آواز کسی کھنڈر سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

(جاری ہے)

http://www.urdubooks.net/
http://www.urdutube.net/
Rdadigest.com

ثناء کنول

محبت یا عزت

ہر انسان کی زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسا وقت ضرور آتا ہے جب اس کا ایک غلط فیصلہ اسے ایسی تباہی کی کھائی میں دھکیل سکتا ہے جہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور ایک صحیح فیصلہ اس کی زندگی کو خوشیاں دے سکتا ہے' میری زندگی میں بھی یہ وقت آیا تھا جب میں نے محبت یا عزت میں سے محبت کا انتخاب کیا تھا میں یہ بات بھول گئی تھی کہ محبت عزت کے بغیر کچھ بھی نہیں اور عزت محبت کے بغیر بھی ہیرے

سے بھی قیمتی ہوتی ہے ہم انسان ہمیشہ سے دوسروں کی محبت کو تلاش کرتے ہیں اور جو محبت ہمارے پاس ہوتی ہے اس کی قدر تک نہیں کرتے میں نے دال کو چولہے پر رکھا ہی تھا کہ باہر سے ڈھول کی آواز آنے لگی میں جلدی سے باہر آ گئی صحن میں کھڑکی کو کھول کر میں نے سامنے دیکھا شاید میرے پڑوس کے گھر کوئی شادی تھی وہاں سے بارات جا رہی تھی ایک لڑکی کو اس کا باپ دعاؤں اور قرآن کے سائے میں رخصت کر رہا تھا مجھے دلہن کا چہرہ نظر نہیں آیا تھا مگر آج مجھے وہ دنیا کی عظیم ترین ہستی لگی تھی۔

بہت خوش قسمت ہوتی ہیں وہ لڑکیاں جنہیں ان کے ماں باپ دعاؤں کے سائے میں بڑے مان یقین اور پیار کے ساتھ رخصت کرتے ہیں بڑی بدقسمت ہوتی ہیں وہ لڑکیاں جنہیں ان کے ماں باپ بددعاؤں کے سائے میں رخصت کرتے ہیں میں بھی تو بدقسمت تھی یا پھر شاید میں نے خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے مقدر کو سیاہی میں بدل دیا ہے' تبھی میرا اپنا گھر تھا میرے بھی اپنے تھے میں بھی مسکراتی تھی مگر میں نے خود اپنے گھر کو آگ لگا دی خود اپنوں کو جیتے جی مار دیا تھا مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے میں نے یاسر کو پہلی بار اپنے کالج کے باہر دیکھا تھا وہ کسی لڑکے سے کھڑا باتیں کر رہا تھا' بلیک پینٹ شرٹ میں کھڑا تھا وہ لمبا قد گندمی رنگت بڑی بڑی آنکھیں جب وہ ہنستا تھا تو ایسے لگتا تھا جیسے دھنک کے سات رنگ اس کی آنکھوں میں اتر آئے ہوں' اس کے بعد میرا معمول بن گیا تھا اسے دیکھنا وہ بھی مجھے چھپ چھپ کے دیکھا کرتا تھا ایسے ہی مہینہ ہو گیا وہ ہر روز کالج کے باہر آتا تھا اور چھٹی ہونے تک کھڑا رہتا تھا ہم دونوں ایک دوسرے کے نام سے بھی واقف نہ تھے پھر ایک دن وہ نہ آیا تو مجھے بے چینی ہوئی مگر پھر اسی طرح دو تین دن نہیں آیا تو میں اس کے دوست کے پاس گئی جس کے ساتھ وہ اکثر مجھے نظر آتا تھا' میں نے اسے کہا۔

''بھائی وہ جو آپ کے دوست ہیں ان کا کوئی نمبر مجھے دے دیں میری دوست مانگ رہی تھی''۔ میری بات پر اس لڑکے نے مجھے یاسر کا نمبر دے دیا' جسے لے کر میں گھر آ گئی' ابو کی کچھ فیکٹریاں تھیں ہم امیر تھے اچھا کھاتے پیتے تھے میرے دو بھائی تھے اور ہم تین بہنیں تھیں مجھ سے بڑی آپی کی شادی ہو چکی تھی پھر میں تھی میرے بعد میری چھوٹی بہن رافعہ تھی میرا نام انیسہ ہے' اس سے اگلے دن میں نے یاسر کو فون کیا اور کہا۔

☆☆☆☆

''ہیلو! میں انیسہ بات کر رہی ہوں''۔

''میں جانتا ہوں میرے دوست نے مجھے بتایا تھا کہ آپ نے اس سے میرا نمبر لیا ہے کیا بات کرنی تھی انیسہ''۔

''آپ اتنے دنوں سے آ کیوں نہیں رہے تھے''۔ میں نے کہا۔

''آپ کو میرا انتظار تھا کیا''۔ میں نے کہا۔

''ہاں نہیں تو''۔ وہ بولا تھا۔

''پھر''۔

''پھر نے کہا پتہ نہیں''۔ میری بات پر اس کا قہقہہ سنائی دیا تھا اس طرح ہم دونوں کی باتیں چل پڑیں اس نے بتایا تھا اس کا نام یاسر ہے اس کے ابو کی کپڑوں کی دکانیں ہیں اور وہ تین بھائی ہیں اور ایک بہن ہے' خیر اس طرح سے ہم دونوں جب تک بات نہ کر لیتے تو سکون نہ ملتا تھا یاسر کی ذات اور تھی اور میری دوسری مگر محبت ذات پات کو کب سمجھتی ہے ویسے بھی محبت ایسے ہے جیسے تپتے صحرا میں پہلی بارش ہو' جو سارے صحرا کو جل تھل کر دے' کبھی کبھی کسی کو جاننے کے لئے صدیوں کی پہچان بھی کم پڑ جاتی ہے اور کبھی کبھی کسی کی ایک بات ایک ادا ہمیں اس کی پہچان کروا دیتی ہے مجھے لگتا تھا کہ میں یاسر کو سمجھتی ہوں پر ایسا نہ تھا بھلا وہ محبت بھی کبھی کامیاب ہوئی ہے جس کی دوسروں کے مان یقین اور محبت کی راکھ پر بنیاد رکھی ہو۔

Rdadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

اب ہم فون پر باتیں کرنے کے علاوہ پارکوں' ہوٹلوں میں ملاقات بھی کرنے لگے تھے اپنے ماں باپ کی عزت کو یوں پاؤں کے نیچے روندتے ہوئے مجھے ذرہ بھی احساس نہیں ہوا تھا میرا دل ذرا بھی نہیں تڑپا تھا کیونکہ میرا ضمیر مردہ ہوگیا تھا اور دل یہ گناہ کر کے سیاہ ہو چکا تھا اور جب دل گناہ کر کر کے سیاہ ہو جائے اسے زنگ لگ جائے تو گناہ ثواب کا فرق انسان بھلا دیتا ہے۔ میں بھی بھول گئی تھی۔ آخر میں کب تک چھپتی ایک دن بھائی نے مجھے یاسر کے ساتھ دیکھ لیا اور پھر گھر میں خوب ہنگامہ ہوا' ابو نے زندگی میں پہلی بار مجھے تھپڑ مارا اور پہلی بار میں نے اپنے گھر والوں کی آنکھوں میں اپنے لئے محبت کی' شفقت کی جگہ نفرت دیکھی مگر میں نے سب کچھ بھلا دیا اور ابو سے کہا۔

''اگر میں شادی کروں گی تو صرف یاسر سے ورنہ نہیں کروں گی''۔ میری بات پر بھائی نے مجھے کمرے میں بند کر دیا اور سب گھر والوں نے مجھ سے بولنا بند کر دیا چیخ چیخ کر میرے گلے میں درد ہونے لگا تھا بھائی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئے مجھے لگا تھا کہ وہ آ کر ہمیشہ کی طرح میرے سر پر ہاتھ رکھ کر میری بات مان لیں گے مگر یہ کیا بھائی نے میرے بالوں سے پکڑ کر میرے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دی تبھی دوسرے بھائی نے مجھے گرا کر مجھ پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی پھر یہ روز کا معمول بن گیا' ہر روز گھر والے مجھے مارتے سختی کرتے کئی بار امی نے پیار سے سمجھایا بھی پر میں نہیں مانی کہ میری محبت اب میری ضد بن چکی تھی اور محبت جب ضد بن جائے تو انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتی' اسی طرح چھ مہینے کا عرصہ گزر گیا مگر میری ضد میں کوئی فرق نہیں آیا تو ابو نے کچھ لوگوں کو بلا کر میرا اور یاسر کا نکاح کر دیا نہ میری بارات آئی نہ مجھے مہندی لگی نہ ڈھول بجا میری شادی ہوگئی نکاح کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں بند ہو گئے کسی نے میرے سر پر ہاتھ نہیں رکھا اور میں گھر کی دہلیز پار کر گئی مجھے کسی بات کا احساس نہیں تھا میں تو یاسر کا ساتھ ملنے پر ہی خوش تھی۔ یاسر مجھے ایک کرائے کے مکان میں لے آیا ہر طرف گند پھیلا تھا پورا گھر تہس نہس ہوا پڑا تھا یاسر مجھے بیٹھا کر باہر چلا گیا۔ گھر سے بے حد گندی بدبو آ رہی تھی مجھے ایکدم قے آنے لگی میں بھاگ کر کمرے سے باہر آئی' چھوٹا سا کچن دو کمرے اور چھوٹا سا صحن یہ تھا میرا گھر' بے بسی سے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے تبھی یاسر اندر آ کر غصہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

''کیوں مہارانی! کیا ہوا یہ گھر تم نے خود ہی پسند کیا تھا اب رو کیوں رہی ہو''۔ اور میں ساکت رہ گئی کیا یہ تھا وہ شخص جس کے لئے میں نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی اپنے بھائیوں کا مان توڑا اپنے باپ کا یقین توڑا اور آج وہ مجھ پر طنز کر رہا تھا کبھی کبھی ہماری چھوٹی سی غلطی عمر بھر کی سزا بن جاتی ہے میری غلطی بھی میری سزا بن چکی ہے اور آج میری ایک بیٹی ہے میں اپنے ساس سسر کی خدمت کرتی ہوں سارا دن کام کرتی ہوں اور رات کو مار کھاتی ہوں شادی کے کچھ عرصے بعد ہی یاسر مجھے یہاں چھوڑ گیا تھا پل پل مرنے کے لئے آج اس کی ضرورت جو پوری ہوئی تھی۔ آج کل یاسر دوسری لڑکی کے ساتھ ہے اور وہ لڑکی پریگننٹ ہے یاسر کے گھر والوں نے اسے گھر سے نکال دیا اور مجھے رکھا ہوا ہے کہ آج کے دور میں نوکرانی وہ بھی مفت کی کہاں ملتی ہے' کبھی کبھی ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا اور ہمارے الفاظ ایک بھیانک روپ بدل کر ہمارے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں' اور ہم لاکھ ان سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کریں کبھی کامیاب نہیں ہوتے' میری نندیں دیور' ساس' سسر سب مجھے طعنے دیتے ہیں' چھوٹی چھوٹی بات پر دھنک کر رکھ دیتے ہیں مگر میں صرف رو سکتی ہوں جو انسان کچھ نہیں کر سکتا وہ رو سکتا ہے اور میں یہ کام باقاعدگی سے کرتی ہوں۔

☆.....☆.....☆

ری بونڈنگ
ایکسپرٹ
دلہن
میک اپ
Filmstar
Sana
پاکستان میں پہلی بار روز بیوٹی پارلر پیش کرتا ہے کوریئن سیکنا لوجی کا شاہکار
اوکسیجن گولڈ فیشل
اوکسیجن گولڈ فیشل جلد کی بلیچنگ، بلیک ہیڈز اور وائٹ ہیڈز کو ختم کرتا ہے۔
اس کے ساتھ ہی فیشل کے بعد جلد کا ٹائٹننگ ایفیکٹ برقرار رکھتا ہے۔
سورج کی تیز روشنی کے باعث پیدا ہونے والے ٹین کو دور کر کے
اپنی جلد کو دوبارہ فریش اور نکھار بنانے کیلئے اوکسیجن گولڈ فیشل کروائیے۔
گلشن اقبال A-570
34977970-34977972
گلشن اقبال A-573
34809011-34173921
روز بیوٹی پارلر
35833929-35833930
36636824-36636825
36707479-36623234
www.roseparlour.com | facebook.com/Rosebeautyparlour

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Readingest.com

عائشہ ذوالفقار

عائشہ نے بلکہانی

اسے دو گھنٹے ہو گئے تھے ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے۔ ساڑھے گیارہ کا وقت ہو گیا تھا۔ آہستہ آہستہ رش بھی کم ہوتا جا رہا تھا۔

''میم آپ کا آرڈر۔'' ویٹر کوئی دسویں دفعہ اس کے پاس آیا تھا۔ مزید کچھ دیر وہاں بیٹھنے کی خاطر اس نے

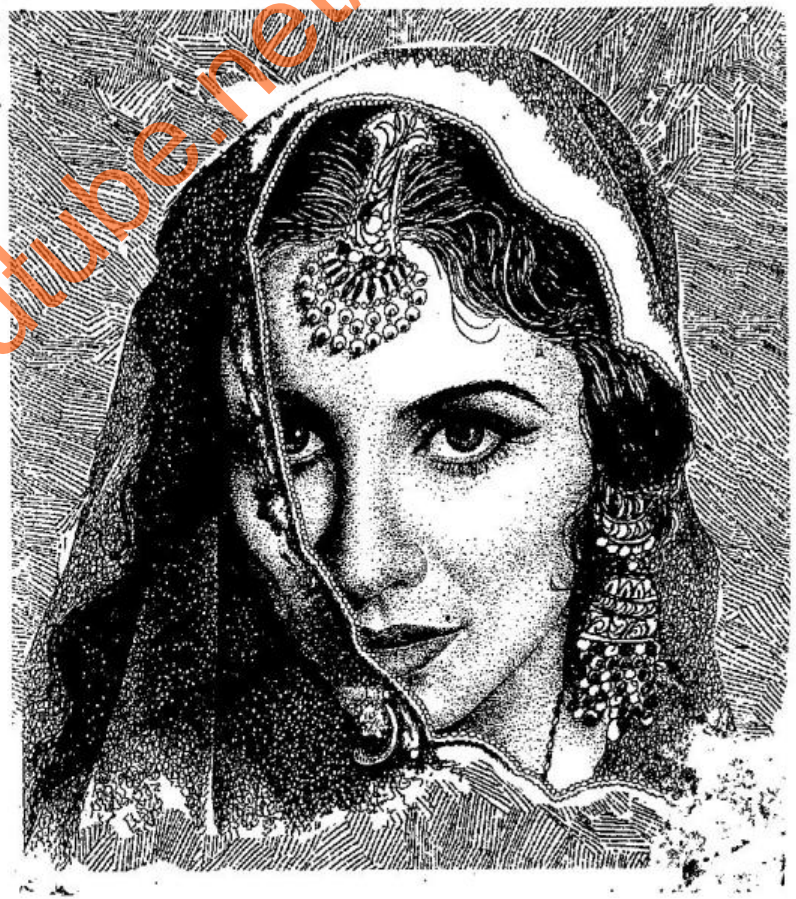

فرائیڈ رائس کا آرڈر لکھوا دیا۔

''میں آخر کیا کروں؟ کیوں سب کچھ ٹھیک نہیں ہو رہا۔'' اس نے بے بسی سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

''ایک مسئلہ حل ہوتا ہے تو سو نئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کتنا مشکل ہے سب کو خوش رکھنا۔'' اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہو رہے تھے۔

''اب تو میرے پاس کرنے کے لیے اور کوششیں بھی نہیں ہیں۔ ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئیں۔'' وہ سوچے جا رہی تھی۔

''روز روز علیکہ کی طرف جانے کو بھی دل نہیں کرتا۔ مجھے ایک کرائے کا گھر لے لینا چاہیے۔ یوں

قسط نمبر 3

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

ریسٹورنٹ میں خوار ہونے سے بہتر ہے وہاں چلی جایا کروں گی۔ ویٹر نے اس کا آرڈر لا کر سامنے رکھ دیا۔ بھوک بری طرح مر گئی تھی۔ بے دھیانی سے ان میں چمچ چلا چلا کر اس نے انہیں ٹھنڈا برف کر لیا۔ پانی کا گھونٹ بھرا تو زہر سے بھی زیادہ کڑوا تھا۔ ہر ذائقہ بدذائقہ ہو رہا تھا۔ ریسٹورنٹ میں بس اِکا دُکا لوگ رہ گئے۔

''کہاں جاؤں۔'' وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔ گھر سے کال تھی۔

''جی بابا۔'' اس نے کال ریسیو کی۔

''عیرہ کو گردے میں شدید درد شروع ہو گیا ہے عنایہ، اتنی رات کو آس پاس کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ہوگا، وہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو گئی ہے۔ تم کہاں ہو؟'' عادل صاحب کی پریشانی میں ڈوبی آواز اس تک پہنچی تھی۔

''بابا میں قریب ہی ہوں، بس دس منٹ تک آ رہی ہوں آپ تسلی رکھیں۔'' جلدی سے اٹھتے ہوئے وہ کاؤنٹر پر آئی بل ادا کیا اور بھاگتی ہوئی باہر آ گئی۔ گھر پہنچی تو ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ عیرہ تکلیف کی شدت سے دوہری ہوئی جا رہی تھیں۔ چودہ سالہ عفان انہیں ہوش میں لانے کی ان گنت کوششیں کر چکا تھا۔

''آپی ماما کو کیا ہو گیا؟'' عانیہ اسے آتا دیکھ کر رو پڑی۔

''کچھ نہیں ہوگا ماما کو بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔ میں اور عفان انہیں اسپتال لے کر جا رہے ہیں آپ چھوٹی بہنا کے پاس رہو۔'' وہ عیرہ کے نڈھال وجود کو سیدھا کرتے ہوئے بولی۔

''بابا میں انہیں اسپتال لے کر جا رہی ہوں۔ آپ عانیہ اور عنیزہ کے پاس رہیں۔'' وہ عفان کی مدد سے انہیں باہر تک لے کر آئی۔

''ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر بیٹھو شاباش۔'' انہیں پچھلی سیٹ پر لٹاتے ہوئے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

''آپی یہ آپ کی گاڑی ہے۔'' عفان نے حیرانی سے پوچھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ دس منٹ میں وہ اسپتال پہنچ گئی۔ انہیں اسٹریچر پر ڈال کے بھاگتی ہوئی ایمرجنسی میں لے کر آئی تھی۔

''میم پلیز آپ باہر ہی رکیے۔'' نرس اسے کہتے ہوئے اسٹریچر اندر لے گئی۔

''کچھ نہیں ہوگا انہیں، تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائیں گی۔'' وہ چودہ سالہ عفان کی پشت سہلاتے ہوئے بولی۔ وہ بے چارہ رونے والا ہو رہا تھا۔ دو گھنٹے بعد ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر آیا۔

''ان کے گردے میں پتھری تھی جو پیشاب کی نالی میں پھنس گئی ہے۔ آپریشن کرنا پڑے گا، نہیں تو مثانہ بری طرح متاثر ہوگا۔ فی الحال میں نے دواؤں سے پرسکون کر دیا ہے لیکن زیادہ تک نہیں۔ ہوش آنے پر تکلیف پھر شروع ہو جائے گی۔ آپ پیسوں کا بندوبست کر لیں۔ میں صبح فجر کے وقت آپریشن کروں گا۔'' ڈاکٹر اسے ایک نیا پژمردہ سناتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

''80 ہزار روپے۔'' اسسٹنٹ نے بل بنا کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ دوائیں اس کے علاوہ تھیں۔ اس کا سر چکرا گیا۔ رات کے دو بج رہے تھے۔ سب سے پہلے اس نے عفان کو گھر چھوڑا۔ پھر عادل صاحب کو بے انتہا تسلیاں دے کر خود بینک آ گئی۔ صد شکر اے ٹی ایم نے پیسے نکال دیے۔ 80 ہزار روپے جمع کروا کے وہ جب اوپر آئی تو عیرہ کو ہلکا ہلکا ہوش آ گیا تھا۔ تکلیف ان کے چہرے سے عیاں تھی۔

''پریشان نہ ہوں۔ ٹھیک ہو جائیں گی آپ۔'' وہ ان کی ڈرپ تبدیل کرتے ہوئے بولی۔

''بچے ٹھیک ہیں؟'' وہ دھیرے سے بولیں۔

''جی، عفان کو ابھی ذرا دیر پہلے گھر چھوڑ کر آئی ہوں۔'' وہ ان کا تکیہ سیدھا کرتے ہوئے بولی۔

''کب ہوگا آپریشن۔'' انہوں نے پوچھا۔

''فجر کے وقت۔'' وہ بولی۔

''زیادہ خطرناک تو نہیں ہوگا۔'' عیرہ حد سے زیادہ خوفزدہ تھیں۔

''خطرناک کیوں ہوگا بھلا، کڈنی اسٹون کے آپریشن تو عام سی بات ہے آج کل۔'' وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولی۔ عیرہ چپ کر گئیں۔

''علیکہ کو بتایا؟'' کچھ دیر بعد انہوں نے ہولے سے پوچھا۔

''نہیں۔'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''بتا دو اسے، ہو سکتا ہے آ ہی جائے۔'' انہیں اب علیکہ بھی یاد آ گئی تھی۔

''بتا دیتی ہوں۔'' وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے باہر آ گئی۔

''اس وقت بھلا کہاں فون سنے گی وہ۔'' سوچتے ہوئے اس نے علیکہ کا نمبر ملایا۔ دسویں دفعہ بھی اس نے نہیں اٹھایا۔

''پتا نہیں کیا گھاٹے سوئی ہے۔'' اسے کوستے ہوئے وہ اندر آ گئی۔

☆.....☆

چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے وہ باہر برآمدے میں رکھے بینچوں پر آ بیٹھی۔ گرم گرم گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے عائزہ کا نمبر ملایا۔

''ہاں عنایہ بولو۔'' وہ کال ریسیو کرتے ہی بولی۔

''کہاں ہو اس وقت گھر یا آفس۔'' اس نے پوچھا۔

''راستے میں ہوں بس آفس پہنچنے والی ہوں، تم بتاؤ۔'' عائزہ کو وہ پریشان لگی۔

''ایک چھوٹی سی فیور چاہیے تھی تم سے۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''ہاں ضرور..... کہو۔''

''ابھی کچھ دیر پہلے میری والدہ کا آپریشن ہوا ہے، گردے کی پتھری کا۔ میں ان کے پاس اسپتال میں ہوں، تم پلیز سر کو بتا کر میری چھٹی منظور کروا لینا۔ میں آج نہیں آ سکوں گی۔'' وہ دھیرے دھیرے اسے بتاتے ہوئے بولی۔

''اوہ، اب ٹھیک ہیں تمہاری والدہ؟'' عائزہ نے بڑی فکر سے پوچھا۔

''حالت خطرے سے باہر ہے لیکن ابھی ہوش نہیں آیا۔'' وہ بولی۔

''تم پریشان نہ ہو، میں ہینڈل کر لوں گی تم ریلیکس ہو کر ان کا خیال رکھو۔'' عائزہ نے اسے تسلی دی۔

''شکریہ دوست۔'' تشکر سے کہتے ہوئے اس نے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔ جلدی جلدی کپ خالی کیا اور اٹھ کے اندر آ گئی۔ عیرہ کا آپریشن کامیاب ہو گیا تھا لیکن سکون آور دواؤں کے زیر اثر وہ ابھی تک نیند میں تھیں۔ نرس کو ان کا خیال رکھنے کی تاکید کر کے اس نے تھوڑی دیر کے لیے گھر کا چکر لگایا۔ بچوں کو ناشتا کروا کے اسکول بھیجا۔ عادل صاحب کو ڈھیر ساری تسلیاں دے کر مطمئن کر کے جب وہ واپس اسپتال آئی تو نو بج رہے تھے۔ عیرہ ابھی تک گہری نیند سو رہی تھیں۔ تبھی علیکہ کی کال آ گئی۔

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
pdfdigest.com

''شکر ہے تمہیں بھی ہوش آ گیا۔'' اسے سخت لہجے میں گھرتی ہوئی وہ سیل کان کو لگائے باہر آ گئی۔
''رات کے تین بج رہے تھے جب تم نے کالز کیں۔ کون عقل مند ہوش میں ہوتا ہے اس وقت۔'' وہ فوراً بولی۔
''کم از کم بندہ دسویں دفعہ میں تو کال اٹینڈ کر لے۔ کیا خبر کوئی مر رہا ہو۔'' عمایہ کو غصہ آ گیا۔
کون مر گیا ہے۔'' وہ کفن پھاڑ کر بولی۔
''تم دوسروں کو مار کے ہی کیوں خوش ہو۔'' عمایہ کی بات پر وہ چپ ہو گئی۔
''تمہاری امی کا آپریشن ہوا ہے آج صبح۔ کڈنی اسٹونز کا۔'' علیکہ اس کی بات سن کے دم بخود رہ گئی۔
''تم سے ملنے کا کہہ رہی تھیں اس لیے فون کر رہی تھی میں تمہیں۔'' اس نے دھیرے سے بتایا۔
''اب ٹھیک ہیں۔'' اس نے مدھم سی آواز میں پوچھا۔
''ہاں سو رہی ہیں۔'' وہ بولی۔
''چلو شکر ہے، بتا دینا انہیں کہ میں نے فون کیا تھا۔'' وہ انتہائی خشک لہجے میں بولی۔
''رکھائی کی بھی حد ہوتی ہے علیکہ، کیا جائے گا تمہارا اگر تم پانچ منٹ کے لیے ان سے مل لو گی تو۔'' عمایہ کو غصہ آ گیا۔
''کیا جائے گا ان کا اگر اب بھی وہ پانچ منٹ کے لیے مجھ سے نہیں ملیں گی تو۔'' علیکہ کا جواب سرعت حاضر تھا۔
''وہ تمہاری ماں ہیں۔ اس حقیقت کو زندگی بھر نہیں جھٹلا سکتی تم۔'' عمایہ نے اسے گھرکا۔
''جھٹلا نہیں سکتی لیکن چھپا تو سکتی ہوں نا ان سے کامیابی سے پچھلے چوبیس سالوں سے یہ ہی تو کر رہی ہوں میں۔'' وہ اپنی بات پر قائم تھی۔
''اچھا کس نے مبارک باد دی ہے تمہیں اس کامیابی پر۔ کس نے تالیاں بجائیں کس نے نعرے مارے۔''
عمایہ پھٹ پڑی۔
''پانچ منٹ کے لیے آ جاؤ گی تو ثابت ہو جائے گا کہ تم ان جیسی نہیں ہو۔'' وہ مسلسل اسے سمجھا رہی تھی۔
''تمہیں کس نے کہا میں ان جیسی نہیں ہوں۔ سو فیصد ان جیسی ہوں میں مطلبی اور خود غرض۔'' علیکہ تیز آواز میں بولی۔
''تو ٹھیک ہے خود غرض لڑکی، نہ آؤ تمہاری مرضی۔ لیکن یاد رکھنا ماں باپ چاہے جتنے مرضی خود غرض اور مطلبی کیوں نہ ہوں۔ اولاد کو اللہ نے ان سے یہ پوچھنے کا بھی حق نہیں دیا کہ وہ ایسے کیوں ہیں۔ آج رات تک وہ یہیں ہیں۔ مرضی ہو تو آ جانا۔'' دھیرے دھیرے کہتے ہوئے عمایہ نے کال ڈس کنیکٹ کر دی۔ علیکہ اس کی باتیں سن کے خاموش تھی۔ ذہن ایکدم پریشان ہو گیا تھا۔
''میں نہ جاؤں تو۔'' اس بات پر دماغ کے پاس ہزاروں دلیلیں تھیں۔
''پانچ منٹ کے لیے ہو آؤں تو۔'' اس بات پر دل و دماغ دونوں چپ تھے۔
کافی دیر سوچنے کے بعد وہ اٹھ کے باہر آ گئی۔ رضوی صاحب سے چھٹی لینا بھی انتہائی جان جوکھوں والا کام تھا۔ آدھا گھنٹہ بحث کرتے کرتے اسے دانتوں تلے پسینہ آ گیا۔
''دو گھنٹے تک واپس آ جانا۔'' ہزاروں شکر ادا کرتی ہوئی وہ ان کے آفس سے باہر نکلی۔ ہینڈ بیگ اور گاڑی کی

چابیاں اٹھا کر جب وہ آفس سے باہر نکلی تو دن کے دس بج رہے تھے۔ گاڑی کا رخ اسپتال کی بجائے عزین انٹر پرائزز کی طرف تھا۔
''عکرمہ نور سے ملنا ہے۔'' وزیٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے اس نے چپڑاسی سے کہا۔ وہ سر ہلاتا ہوا عکرمہ کے کیبن کی طرف آ گیا۔ وہ بے چارہ کو سنے دے دے کر سرخ نشانوں سے بھری فائل دوبارہ ٹائپ کر رہا تھا۔
''آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔''
''کون ہے؟'' وہ اسے پھاڑ کھانے کو دوڑا۔
''کوئی لڑکی ہے۔'' چپڑاسی نے فوراً اس کی دکھتی رگ پکڑی۔
''جاؤ آتا ہوں۔'' ذرا دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے فائل میز پر پھینک دی۔
''بھاڑ میں جائے سب کچھ۔'' پانچ منٹ بعد وہ اٹھ کے وزیٹنگ روم کی طرف آیا۔
''ارے تم.....'' علیکہ کو دیکھ کے اس کی ساری کوفت یکدم ہوا ہو گئی۔
''کیسے ہو ہیرو۔'' وہ مسکراتے ہوئے کھڑی ہو گئی۔ عکرمہ نے بہت اپنائیت سے اسے گلے لگایا۔
''کسی نے دیکھ لیا ہم دونوں کو یوں گلے ملتے تو اشتہار لگ جائیں گے تمہارے۔'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔
''اشتہاروں سے نہیں ڈرتا میں، تمام میوں سے ڈرتا ہوں۔'' وہ بڑی گہری بات کر گیا۔
''میں اسپتال جا رہی ہوں، چلو گے۔'' علیکہ نے پوچھا۔
''کیوں کون مرنے والا ہے کیا؟'' وہ بھی آخر اسی کا بھائی تھا۔
''مام کا آپریشن ہوا ہے آج صبح۔'' اس نے دھیرے سے بتایا عکرمہ سن رہ گیا۔
''گردے میں پتھری تھی۔ ابھی تک اسپتال میں ہی ہیں۔'' وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔
''اب تو ہو گیا نا، ٹھیک ہو جائیں گی۔ وہ عام سے لہجے میں بولا۔
''وہ ہم سے ملنا چاہ رہی ہیں۔'' علیکہ دوبارہ بولی۔
''اچھا مذاق ہے۔'' وہ ہنسا تھا۔
''تم چلو گے یا نہیں؟'' اس نے پوچھا۔
''علیکہ تم میرا مسئلہ نہیں سمجھتی ہو یار۔'' وہ بالوں میں انگلیاں پھیر کر چار جملے اپنائیت کے کہہ کر بھول جائیں کی لیکن میں..... مجھے ہفتوں لگ جاتے ہیں اس کے بعد ان کے کس کو بھولنے میں۔'' وہ بے بسی بولا۔
''نہیں پتا ہے میں وہاں کیوں جا رہی ہوں؟'' علیکہ آگے کو ہوئی ''کیوں جا رہی ہو؟'' اس نے فوراً پوچھا۔
''بتاتی ہوں۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ مام کے ساتھ پوری رات اسپتال میں سوار ہونے، ان کا خیال رکھنے اور آپریشن کروانے کی ذمہ داری کس کی تھی۔''
''ظاہر ہے اس شخص کی جس کے بچوں کو پال رہی ہیں۔'' عکرمہ فوراً بولا۔
''وہ شخص کینسر کا مریض ہے۔ دس بارہ قدم سے زیادہ نہیں چلا جاتا اس سے۔ بتاؤ اس کے بعد کس کی تھی۔''
''ان کے بچوں کی۔'' عکرمہ دھیرے سے بولا۔
''ان کا بڑا بیٹا ابھی صرف 14 سال کا ہے۔ بیٹیاں اس سے بھی زیادہ چھوٹی ہیں۔ اب بتاؤ کس کی تھی۔''

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/

اس کے پوچھنے پر عکرمہ بول نہ سکا۔

''میری اور تمہاری تھی عکرمہ۔'' وہ زور دے کر بولی۔

''لیکن کسی نے نہیں نبھائی۔ نہ ان کے شوہر نے، نہ بچوں نے، نہ میں نے۔ نہ تم نے اور جس نے نبھائی اس کا شاید وہ نام لینا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ تمہاری اور میری طرح بہت پہلے اسے بھی در بدر کر دیا تھا انہوں نے۔''

عکرمہ چپ چاپ سن رہا تھا۔

''جانتے ہو وہ کون ہے؟'' علیکہ کی آواز ذرا اونچی ہوگئی۔

''عمایہ عادل۔ اس خود غرض دنیا کی واحد بے غرض لڑکی۔'' وہ اس کی بات سن کے بری طرح چونک گیا۔

''میں وہاں مام کے بلانے پر نہیں جا رہی عکرمہ۔ میں اس بے غرض لڑکی کی بات کا مان رکھنے جا رہی ہوں۔ وہ نہ کہتی تو میں کبھی نہ جاتی۔'' علیکہ کے لہجے میں عمایہ کے لیے بہت کچھ چھلکا تھا۔

''چلو گے۔'' چند لمحوں بعد اس نے پھر پوچھا۔

''پانچ منٹ رکو، میں چھٹی لے آؤں۔'' وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

''ڈیڈ سے نہیں ملو گی۔'' اس نے جاتے ہوئے پوچھا۔

''ایک دن میں صرف ایک کو ہی جھیل سکتی ہوں میں۔ دونوں کو نہیں۔''

وہ عزین مرزا سے ملنا نہیں چاہ رہی تھی۔ دھیرے سے مسکراتے ہوئے وہ باہر آ گیا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' عزینہ کو بیگ کندھے پر ڈالتا دیکھ کر اس نے حیرانی سے پوچھا۔

''میں اور ڈیڈ اسلام آباد جا رہے ہیں، ایک کانفرنس پر۔'' اس کے بتانے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا ان کے آفس کی طرف آ گیا۔ وہ بھی بس نکلنے کی تیاریوں میں تھے۔

''شارٹ لیو چاہیے تھی۔'' وہ ہولے سے بولا۔

''کیوں؟ ابھی دو گھنٹے پہلے تو تم آئے ہو۔'' وہ طنز کو پیتے ہوئے بولے۔

''اسپتال جانا ہے ضروری کام ہے۔'' وہ ان کے طنز کو پیتے ہوئے بولا۔

''کبھی تو خدا کا خوف کر لیا کرو عکرمہ۔ کبھی تو جھوٹ بولنے سے تھک جایا کرو، کس سے ملنے جانا ہے اسپتال؟ مجھے ہر لمحے پاگل بنانا چھوڑ دو، جاؤ جا کر اس فائل کو ٹھیک کرو جسے اندھوں کی طرح ٹائپ۔''

''مام کا آپریشن ہوا ہے میں نے ان سے ملنے جانا ہے اسپتال۔'' اس نے تیز لہجے میں عزین مرزا کی بات کاٹی۔ وہ یکدم خاموش ہو گئے۔

''تمہیں کس نے بتایا۔'' انہوں نے پوچھا۔

''علیکہ آئی ہے مجھے لینے۔'' وہ بولا۔

''تو علیکہ کو میرے پاس آتے ہوئے کوئی تکلیف ہوتی ہے۔'' وہ ذرا غصے سے بولے۔

''وزیٹنگ روم میں بیٹھی ہے۔ جائیں جا کر پوچھ لیں اس سے۔'' وہ خشک لہجے میں بولا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہے پھر دھیرے سے بولے۔ ''جاؤ۔'' سر ہلا کر وہ دروازے کی طرف مڑ گیا۔

''عمایہ، عبیرہ کی سوتیلی بیٹی ہے۔'' انہوں نے دھیرے سے پوچھا تھا۔

''مجھے بھی آج ہی پتا چلا ہے۔'' وہ انہیں جواب دیتے ہوئے باہر نکل گیا۔

☆.....☆

''مجھے تمہارے بارے میں ذرا سا اندازہ تھا کہ شاید آ جاؤ لیکن اس کے متعلق یقین تھا کہ نہیں آئے گا۔'' عبیرہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولیں۔ وہ ان کی گود میں سر رکھے ان کا ایک ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگائے بیٹھا تھا۔

''اتنا برا بھی نہیں ہوں میں جتنا آپ سمجھتی ہیں۔'' وہ دھیرے سے بولا۔ عبیرہ ہولے سے مسکرا دیں۔

''اب آپ ٹھیک ہیں ناں۔'' علیکہ نے دونوں بازو ان کے کندھوں کے گرد لپیٹ کے اپنا سر ان کے شانے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ جیسی بھی تھیں آخر کو ان دونوں کی ماں تھیں۔

''ہاں ٹھیک ہوں۔'' وہ ہولے سے مسکراتے ہوئے بولیں۔

''ماں آپ اپنا خیال رکھا کریں۔ ہم دونوں تو اب بڑے ہو گئے ہیں لیکن آپ کے بچوں کو تو ابھی آپ کی ضرورت ہے۔'' عکرمہ پوری سچائی سے کہہ رہا تھا۔

''بہت بری والی فیلنگ آتی ہے جب ماں باپ کے بغیر زندگی گزارنی پڑتی ہے۔'' عکرمہ کی آواز میں درد گھل گیا۔ عبیرہ چپ رہ گئیں۔

''عمایہ کہاں ہے۔'' علیکہ نے پوچھا۔

''ابھی باہر گئی ہے۔'' وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولیں۔ عمایہ ان کی دوائیں لینے نیچے آئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد جب واپس آئی تو دروازے میں ہی ٹھٹک گئی۔ اندر فی الحال اس کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ ایک طرف علیکہ اور دوسری طرف عکرمہ۔ وہ اپنے دونوں بچوں میں پوری طرح مگن تھیں وہ چپ چاپ پلٹ گئی۔ دل یکدم عجیب سا ہو گیا تھا۔ یہ حسد نہیں تھا، جلن بھی نہیں تھی، اسے ایکدم ان دونوں پر رشک آیا تھا۔

عبیرہ جیسی بھی تھیں خود غرض، مطلبی، فائدہ پرست لیکن اس وقت اپنے دونوں بچوں کو اپنے مہربان پروں کے نیچے چھپائے بیٹھی تھیں۔

علیکہ جیسی بھی تھی، ضدی، انا پرست، ہٹ دھرم لیکن اس وقت اپنی ماں کے کندھے پر سر رکھے اس کے لیے فکرمند تھی۔ عکرمہ جیسا بھی تھا اکھڑ مزاج، بدتمیز، موڈی لیکن اس وقت اپنی ماں کی گود میں سر رکھے ان کے ہاتھوں کو چوم رہا تھا۔ وہ کون تھی، کہاں تھی، تھی بھی یا نہیں..... کچھ پتا نہیں تھا اور باپ.....! اس کے لبوں پر ہمہ وقت اس کے لیے صرف نصیحتیں، شکایتیں اور شکایتیں ہیں۔ آج تک بھوکے سے بھی گلے نہیں لگایا تھا انہوں نے اسے سر پر ہاتھ تک نہیں رکھا تھا۔ گوشوں میں آیا پانی صاف کرتے ہوئے وہ بیٹھی رہی۔ تقریباً دس منٹ بعد علیکہ اسے دیکھنے باہر آئی تھی۔

''یہاں کیوں بیٹھی ہو۔'' وہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ویسے ہی۔'' وہ ٹال گئی۔

''جب نوکری دلوائی تھی تب ہی بتا دیتیں کہ یہ تمہارے بھائی ہیں۔'' عمایہ کے لبوں سے شکوہ پھسل گیا۔

''تم سے کس نے کہا کہ نوکری میں نے دلوائی ہے۔'' علیکہ حیرانی سے بولی۔

''میرے پاس اپنی عقل ہے علیکہ زہرہ۔ دماغ سے فارغ نہیں ہوں میں۔'' وہ ہنسی تھی۔

''شکریہ۔'' علیکہ ہولے سے بولی۔

''کس بات کا؟'' عمایہ بے حد حیرانی سے بولی۔

''میری مام کا اتنا خیال رکھنے کا۔'' علیکہ آخر کو انسان تھی۔

http://www.bookstube.com
http://www.urdutube.net/

"تمہیں شکریہ کہنا کس نے سکھادیا۔" عمایہ ہنس پڑی۔
"تم نے۔" علیکہ دھیرے سے مسکرائی تھی۔

☆.....☆

انتہا درجے کی بور کانفرنس تھی۔ عزین مرزا کے ساتھ والی نشست پر بیٹھا وہ بوریت کی آخری حدوں پر تھا۔ کبھی آڑا ہو کر بیٹھ جاتا۔ تھک جاتا تو ترچھا ہو جاتا۔ موبائل نکالا تو انہوں نے چین کے دوبارہ بیگ میں ڈال دیا۔ یونہی اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے اس کی نظر اسٹیج کے پاس کھڑی عشوہ پر پڑ گئی۔ وہ ایکدم سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"میں ذرا واش روم ہو آؤں۔" ان کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے وہ لمحوں میں وہاں سے اٹھ گیا۔ بڑی مشکل سے راستہ بناتے ہوئے جب وہ اس تک پہنچا تو وہ غائب ہو گئی۔ ہونقوں کی طرح اس کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوراتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھا تھا۔ جب کسی نے ہولے سے پیچھے سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ وہ ایک کرنٹ کھا کے پلٹا۔

"ہائے عینیہ۔" عشوہ مسکراتی آنکھوں کے ساتھ بولی۔
"دیکھ لو میں نے پہچان لیا تمہیں۔" وہ اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولی۔
"میں بھی تمہیں پہچان کے ہی اٹھ کے اِدھر آیا تھا۔" عینیہ خوش دلی سے بولا۔
"تم اپنے ڈیڈ کے ساتھ آئی ہو۔" وہ اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔
"ہاں، اور تم؟" وہ بولی۔
"میں بھی اپنے ڈیڈ کے ساتھ آیا ہوں۔" وہ بے بسی سے اس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔
"دو گھنٹے سے مجھے اپنی بغل میں کھیڑ کے بیٹھے ہیں۔ اِدھر اُدھر بھی دیکھنے نہیں دے رہے۔ موبائل بھی ضبط کر لیا میرا۔" عینیہ نے اسے اپنی دکھ بھری کہانی سنائی۔
"میں تو خود انتہائی بور ہو رہی ہوں۔ آج ہور یہ بھی نہیں آئی میرے ساتھ۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔
"کبھی کبھی میں سوچتی ہوں پتا نہیں وہ کون خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زندگی پوری طرح اپنی مرضی سے جیتے ہیں۔" وہ اس کی طرف منہ کرتے ہوئے بولی۔
"یہاں ہونا تمہاری اپنی مرضی نہیں ہے کیا؟" عینیہ حیران ہوا۔
"یہاں ہونا میرے ڈیڈ کی مرضی ہے۔ میں نے اپنی مرضی کی ہوتی تو آج میں کسی ریم پر کیٹ واک کر رہی ہوتی۔ میرے قدموں میں لاکھوں کا مجمع ہوتا۔ اس ملک کی سپر ماڈل ہوتی۔" وہ بڑی حسرت سے بولی۔
"ویسے تمہیں دیکھ کے لگتا نہیں ہے کہ تم جیسی لڑکی کسی اور کی مرضی پر چل سکتی ہے۔" عینیہ بہت حیران ہوا تھا۔
"یہ تو تمہیں دیکھ کے بھی نہیں لگتا۔" وہ فوراً بولی۔
"میرے بارے میں سب یہ ہی کہتے ہیں۔" وہ ہنسا۔
"کیا کہتے ہیں؟" عشوہ نے ہولے سے پوچھا۔

ارے دیوانو، اسے پہچانو
کہاں سے آیا یہ ہے کون؟

عینیہ کی بات پر عشوہ نے قہقہہ لگایا۔
"یہ ہے کون؟" اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔
"ایک بھٹکتا ہوا مسافر....." وہ بولا۔
"کہاں سے آیا؟" اس نے دوبارہ پوچھا۔
"محبتوں کی نگری سے۔" عینیہ مسکرایا۔
"سو ایک بھٹکتا ہوا مسافر محبتوں کی نگری سے اس خودغرض دنیا میں کیا کرنے آیا ہے۔" عشوہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولی۔
"کسی کو تلاش کرنے۔" وہ اس کے چہرے کو حفظ کرتے ہوئے بولا۔
"مل جائے گی تو کیا کرو گے۔"
"اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ محبتوں کی نگری میں۔" وہ تھوڑا آگے کو ہو کر بولا۔
"اور اگر وہ تمہارے ساتھ نہ جانا چاہے تو؟" عشوہ دھیرے سے مسکرائی۔
"تو ہاتھ جوڑ کر درخواست کروں گا کہ اپنے پاس رکھ لو۔" عینیہ کی آنکھوں میں بہت کچھ چمکا۔
"اور اگر وہ پہلے ہی کسی کو اپنے پاس رکھ چکی ہو تو۔" اس کی بات پر عینیہ کا روشن چہرہ یکدم تاریک ہوا۔
"تو میں اس خوش نصیب کا نام پوچھوں گا۔" وہ بولا۔
"اس کا نام ہی خوش نصیب ہوگا۔ بھٹکے ہوئے مسافر۔" عشوہ نے قہقہہ لگایا تھا۔ وہ اس کے چہرے کو دیکھ کر رہ گیا۔

☆.....☆

وہ دونوں آج پھر ڈنر کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ خلاف توقع عشوہ اس بار جلدی مان گئی تھی۔ عکرمہ کو زیادہ بحث مباحثہ یا منتیں نہیں کرنا پڑی تھیں اور کھانے کے دوران اس نے یہ بات اس سے پوچھ بھی لی۔
"مجھے لگا تھا شاید اس بار تم انکار کر دو۔" وہ اس کے چہرے کو دیکھتا ہوا بولا۔
"کس چیز سے انکار؟" وہ حیران ہوئی۔
"ڈنر کرنے، میرے ساتھ۔" وہ اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے بولا۔
"شہزادی صرف تم مجھے کہتے ہو عکرمہ، اصل میں ہوں نہیں میں۔ بغیر کسی وجہ کے انکار کرنا نہیں آتا مجھے۔" وہ دھیرے سے مسکرائی۔
"تو شہزادی بننے میں کون سا دیر لگتی ہے۔ کسی کا دل چرا لو اور بن جاؤ شہزادی۔" عکرمہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔
"تمہارا چرا لوں۔" وہ ہنسی۔
"چرا لو۔" اس نے کھلی اجازت دے دی۔
"دیکھ لو واپس نہیں کروں گی۔" وہ دھمکا رہی تھی۔
"یقین کرو واپس نہیں مانگوں گا۔" وہ یقین دلا رہا تھا۔
"رہنے دو، میں بھلا دو دل رکھ کر کیا کروں گی۔ مجھ سے تو اپنا نہیں سنبھالا جاتا۔ میں آج تک اپنے دل کی خواہشات تو پوری کر نہیں سکی۔ تمہارے دل کی کیسے کروں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

http://www.urdubooks.net/
http://www.urdutube.net/

''ایسا کرو اپنا دل مجھے دے دو اور میرا تم لے لو۔ تمہارے دل کی خواہشات میں پوری کردوں گا اور میری تم پوری کر دینا۔'' عکرمہ نے اسے مشورہ دیا۔

''دوسروں کی خواہشیں پوری کرنا آسان نہیں ہوتا عکرمہ ڈیئر۔ خواب ٹوٹنے پر خود کو تو بندہ پھر بھی سمجھا بجھا لیتا ہے۔ دوسرے کو کیسے سمجھائے۔ اسے کیسے یقین دلائے کہ آنکھیں کھول دو۔ خواب ٹوٹ گیا۔'' وہ بڑے گہرے لہجے میں بولی۔

''مجھے سمجھانا مشکل نہیں ہوگا۔ خوابوں کے چکنا چور ہو جانے کی بہت پرانی عادت ہے میری۔ خود ہی سجاتا ہوں، خود ہی توڑ دیتا ہوں۔ کسی دوسرے کے یقین دلانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔'' وہ ہولے سے مسکرایا۔

''میں بھی اپنے مام، ڈیڈ کے ساتھ نہیں رہا عشوہ۔ میں بہت چھوٹا تھا جب مجھے اکیلا چھوڑ کر ان دونوں نے اپنی اپنی راہیں الگ کر لیں تھیں۔ ماں کی محبتیں اور باپ کی شفقتیں ان دونوں سے نا آشنا ہوں میں۔ 26 سالوں میں کھویا زیادہ ہے، پایا کم ہے۔ مجھے پتا ہے میرے اندر بہت ساری بری عادتیں ہیں لیکن وہ میرا خاصا ہیں۔ شاید انہی کے دم سے میں آج تک دنیا کے آگے کھڑا ہوں۔'' وہ دھیرے دھیرے کہتا چلا گیا۔

''میں مانتا ہوں عشوہ کہ میں تمہاری طرح پرفیکٹ نہیں ہوں لیکن پھر بھی آج تمہارے ساتھ یہاں بیٹھا ہوں۔ بھلا کیوں، کیونکہ میرے لیے ہر وہ چیز قیمتی ہے جس کے زیر اثر میں پوری رات سکون سے سو سکوں، جس کے بعد مزید کسی چیز کی خواہش نہ رہے۔ جس کے ساتھ مجھے یہ آگ اگلتی دنیا برف کی سِل لگنے لگے۔ اس لیے بیٹھا ہوں تمہارے ساتھ کیونکہ تم میرے لیے بے حد قیمتی ہو۔'' وہ اس کی خوب صورت آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے بولتا جا رہا تھا۔

''میں پرفیکٹ نہیں ہوں عکرمہ۔ اپنے ڈیڈ کے ہوتے ہوئے کیانی انٹرنیشنلز کی وارث ہوتے ہوئے دنیا کی ہر آسائش کے ہوتے ہوئے بھی میں پرفیکٹ نہیں ہوں۔ بہت بڑی کمی ہے میرے اندر بھی اور تم یہ سے کہ مجھے اس کمی کی وضاحت بھی نہیں کرنا آتی۔ مجھے یہ بھی نہیں پتا کہ اس خالی پن کو کیا کہتے ہیں جو ہر رات میرے اندر اترنے لگتا ہے۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

''یہ کمی کوئی چیز نہیں ہے عشوہ۔ ایک احساس ہے۔'' عکرمہ ہولے سے بولا۔

''تم اس احساس کو کیا نام دیتے ہو'' اس نے پوچھا۔

''میں نہیں شہزادی عشوہ۔ پوری دنیا اسے ایک ہی نام دیتی ہے محبت۔'' وہ مسکرایا۔

''تم کرو گے محبت؟'' عشوہ نے آگے کو ہو کر پوچھا۔

''ہاں۔'' وہ فوراً بولا۔

''کیسے کرو گے؟ تمہیں کرنی تو آتی نہیں ہے۔'' اس نے پھر پوچھا۔

''جب کروں گا تو آجائے گی۔'' وہ دھیرے سے مسکرایا۔

''کس سے کرو گے۔'' عشوہ نے مسکراتی آواز میں پوچھا۔

''اس سے جس کی سمندروں جیسی آنکھوں کے کنارے کھڑے ہو کر دور تک دیکھنے کو دل کرتا ہے۔'' وہ آگے کو ہو کر بولا۔

''اور اسے رکھو گے کہاں؟'' وہ سوال پر سوال کر رہی تھی۔

''اپنے دل میں۔'' عکرمہ کے پاس ہر جواب تھا۔

''چھوٹا سا تو دل ہے تمہارا۔ کیسے رہے گی وہ اس میں؟''

''دل کے ساتھ دھڑکنیں بھی اسی کی ہیں۔ سانسیں بھی اس کی ہیں۔ آنکھیں بھی اسی کی ہیں جہاں مرضی رہ لے۔'' عکرمہ اس کے چہرے کو حفظ کرتے ہوئے بولا۔ عشوہ بول نہ سکی۔

''تو کیا فیصلہ ہے اس کا۔'' عکرمہ نے چند لمحوں بعد پوچھا۔

''ابھی وہ سوچ رہی ہے۔'' عشوہ دھیرے سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

☆.....☆

وہ دونوں ایک ٹینڈر منظور کروانے کے سلسلے میں کراچی آئے تھے۔ علیکہ کی لاکھ منتوں کے باوجود رضوی صاحب نے اس کے ساتھ عاطف کی بجائے عتبہ کو بھیج دیا۔ وہ آگ بگولا ہو رہی تھی۔

''دنیا جہان کا نکما اور سست انسان میرے ساتھ بھیج دیا۔'' سارے راستے وہ عتبہ کو طعنے دیتی آئی۔

''تم دیکھنا تمہیں ٹینڈر میں ہی دلواؤں گا۔'' عتبہ کے پاس اس کی ہر بات کے بدلے بس یہ ہی ایک جواب تھا۔ ٹینڈر منظور کروا کے ان دونوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ کہیں شام کو جا کر اس کا نوٹیفکیشن ایشو ہوا۔ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے وہ دونوں وہاں سے باہر نکلے۔

''مجھے بہت بھوک لگی ہے علیکہ رانی، پہلے کچھ کھا لیں پھر واپس چلیں گے۔'' عتبہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

''کوئی نہیں، رنگوں کا شہر ہے یہ، رات ہوتے ہی گولیاں چلنے لگ جاتی ہیں۔ سیدھی طرح گاڑی چلاؤ، لاہور چل کے کھانا کھائیں گے۔''

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔ راستے میں مر جاؤں گا میں بھوک سے۔'' وہ اس پر آنکھیں نکالتے ہوئے بولا۔

''اتنی جلدی مرنے والا نہیں ہو تم۔ چپ چاپ گاڑی چلاؤ۔ میں ایک منٹ بھی مزید یہاں نہیں رکوں گی۔'' علیکہ کسی صورت کسی ریسٹورنٹ جانے پر راضی نہیں تھی۔

''پتا نہیں کس نے کہہ دیا تمہیں کہ یہ رنگوں کا شہر ہے۔ لڑکی یہ روشنیوں کا شہر ہے۔ G.K انتہائی خراب ہے تمہاری۔ مجھ سے ٹیوشن لیا کرو۔'' وہ اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے بولا۔

''ہاں اور تم سے ٹیوشن لینے کے بعد چار گھنٹے کسی ماہر نفسیات کے پاس لگایا کروں گی ہے ناں۔'' علیکہ اس پر برس پڑی۔

''تجھے خدا کا واسطہ، یار کچھ کھا لینے دے۔'' عتبہ رونے والا ہو گیا۔

''کہہ رہی ہوں ناں لاہور چل کے کھائیں گے۔'' وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

''میں تم سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔ بھوکا مار دو گی تم مجھے۔'' وہ منہ بسور کر بولا۔

''اچھا ٹھیک ہے نہ کرنا، گاڑی چلاؤ۔'' وہ بولی۔

''مجھ سے نہیں چلتی خالی پیٹ گاڑی، خود چلا لو۔'' وہ ایک دم اسٹیئرنگ چھوڑ کے باہر آ گیا۔

''دفع ہو تم۔'' اسے گھورتی ہوئی وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھی۔ عتبہ اسے کوستا ہوا پچھلی سیٹ پر لیٹ گیا۔ سارا راستہ وہ اسے اپنی باتوں سے زچ کرتا ہوا آیا۔ ساڑھے گیارہ ہوئے تھے جب وہ لاہور شہر کی حدود میں داخل ہوئے۔

''علیکہ رانی! میری جان تیرا شہر آ گیا اب کھانا کھا لیتے ہیں۔'' عتبہ کی بھوک پھر جاگ گئی۔

http://www.urdutube.net/
http://www.books.urdutube.net/
RidaDigest.com

''یہاں کہاں سے کھانا کھاؤ گے تم؟'' وہ کلس گئی۔
''وہ دیکھو ہوٹل، روکو گاڑی، جلدی روکو۔'' زبردستی بریک پر پاؤں رکھتے ہوئے اس نے گاڑی رکوالی۔
''چلو یہاں سے کھانا کھاتے ہیں۔'' وہ باہر نکلتے ہوئے بولا۔
''عتبہ عقل تمہاری بالکل ہی گھاس چرنے چلی گئی ہے۔ تم اس ہوٹل کا نقشہ تو دیکھو، کسی گینگ کا اڈا لگ رہا ہے مجھے۔ آس پاس نہ کوئی آبادی، نہ کوئی بندہ بشر۔'' علیکہ دروازے لاک کرتے ہوئے بولی۔
''میں نے تمہیں قتل کر دینا ہے اب، تم نے نہیں کھانا تو بے شک نہ کھاؤ لیکن خدا کا واسطہ مجھے کھانا کھا لینے دو۔'' عتبہ کھٹاک سے اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔
''آدھے گھنٹے میں لاہور شہر پہنچ جائیں گے پھر کھا.....'' عتبہ نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔
''آٹھ گھنٹے سے تم آدھا گھنٹہ آدھا گھنٹہ کیے جا رہی ہو۔ مجھے الٹیاں آنے لگ گئی ہیں بھوک سے، کھولو دروازہ۔'' وہ چیخ پڑا۔
علیکہ بادل نخواستہ دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلی۔ اس کے دل میں ہزاروں خدشات پیدا ہو رہے تھے۔ وہ جگہ اسے کسی طرح ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔
''جواریوں کا اڈہ لگ رہا ہے یہ مجھے۔'' وہ وہاں بیٹھے لوگوں کو تاش کھیلتا دیکھ کر بولی۔
''علیکہ مجھے کبھی کبھی شک ہوتا ہے کہ تم کسی دور افتادہ گاؤں میں رہنے والی ڈرپوک سی باجی رضیہ کا دوسرا جنم ہو۔'' عتبہ اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔
''پندرہ منٹ میں بس کھانا کھا کے واپس۔'' وہ اسے اپنے ساتھ اندر لاتے ہوئے بولا۔
''ذرا جلدی کرنا، شہر جانا ہے۔'' کاؤنٹر پر آرڈر لکھوا کے اس نے اسے تاکید کی تھی۔ علیکہ کو وہاں موجود ہر شخص غنڈہ دکھ رہا تھا۔
''یہ سب کتنے عجیب لوگ ہیں عتبہ، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' وہ کرسیوں کی طرف جاتے ہوئے بولی۔
''اچھا تمہیں ڈر بھی لگتا ہے۔'' عتبہ نے قہقہہ لگایا۔
''مذاق نہ کرو۔ میں سیریس ہوں بہت۔'' علیکہ نے اسے الٹی اٹھائے وارن کیا تھا۔ پانچ منٹ میں کھانا آ گیا۔
''کھاؤ شاباش۔ بس پھر چلتے ہیں۔'' وہ پلیٹ اس کے آگے کرتے ہوئے بولا اور خود کھانے پر ٹوٹ پڑا۔
علیکہ نے بمشکل لقمہ منہ میں رکھا۔ ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے انہیں کھانا کھائے کہ علیکہ کے سارے خدشات سچ ثابت ہو گئے نہ جانے کس نے گولی چلائی تھی اور کس پر چلائی تھی۔ علیکہ کو بس اتنا نظر آیا کہ کاؤنٹر والا آدمی خون میں لت پت ہو گیا تھا۔
''نیچے بیٹھو جلدی۔'' عتبہ اسے میز کی اوٹ میں کرتا ہوا چیخا۔ ایک افراتفری مچ گئی۔
''یہ کیا ہو رہا ہے؟'' عتبہ ہونقوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔
''ذلیل انسان وہ ہی ہو رہا ہے جو میں تمہیں آدھے گھنٹے سے کہہ رہی تھی۔ اب پیٹ بھر گیا تمہارا۔'' وہ اس پر برسی۔
''ابھی کہاں بھرا پیٹ۔ ایک روٹی کھائی تھی صرف۔'' عتبہ انتہائی قلق سے بولا۔ گولیاں لگاتار چلنا شروع ہو گئی تھیں۔ مار کٹائی الگ ہو رہی تھی۔ عتبہ اسے لے کر بمشکل بچتا بچاتا وہاں سے نکلا۔

''دھیان سے ہمیں نہ گولی لگ جائے۔'' وہ بولی۔
''تم اپنی کالی زبان دس منٹ کے لیے بند رکھو پلیز۔'' عتبہ اس کا منہ بند کرتے ہوئے بولا۔
''اِدھر سے چلو، اُدھر غنڈہ گردی ہو رہی ہے۔'' علیکہ نے اسے بازو سے پکڑ کے کھینچا۔ پورا ہوٹل تباہ و برباد ہو رہا تھا۔ نہ جانے کس نے ایک طرف آگ بھی لگا دی۔ عتبہ کو ڈھونڈنے سے بھی باہر نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔
''عتبہ تمہارے پیچھے۔'' علیکہ ایکدم چلائی۔ گولی اس کے پاس سے گزر گئی۔
''بندہ پوچھے میں نے کیا کیا ہے بھلا؟'' عتبہ ایک طرف ہوتے ہوئے بولا۔
''تم نے خوامخواہ یہاں آ کر ان کے نہ جانے کس معاملے میں ٹانگ پھنسا دی ہے۔'' علیکہ کو اس پر خوب غصہ آ رہا تھا۔ آخر پیچھے کی طرف سے رستہ بناتے ہوئے وہ بمشکل باہر نکلا۔
''جلدی چلو، بھاگو۔'' علیکہ کو کہتے ہوئے وہ باہر آیا۔
''عتبہ تمہاری شرٹ سرخ کیوں ہو رہی ہے۔'' علیکہ کو اس کا رنگین ہوتا بازو نظر نہیں آیا۔ صرف پیچھے سے کندھا نظر آیا تھا۔
''ادھر سے آؤ ادھر سے۔'' سنی ان سنی کرتے ہوئے وہ اسے کھینچتے ہوئے دوسری طرف لایا۔
''عتبہ اُدھر دیکھو۔'' چلاتے ہوئے علیکہ نے اس کی توجہ دوسری طرف کروائی۔ وہ کسی دروازے کا اترا ہوا شیشہ تھا جو اس آدمی نے پوری قوت سے عتبہ کی طرف پھینکا تھا۔ عتبہ بے خبر تھا اور اس سے پہلے کہ وہ عتبہ کے چہرے کے زاویے بگاڑتا، علیکہ یکدم اس کے آگے آ گئی۔ نہ جانے کتنے ٹکڑے تھے جو اس کی کمر میں پیوست ہو گئے۔
''علیکہ۔'' عتبہ کے لبوں سے سرگوشی سی نکلی۔
''علیکہ بیوقوف یہ کیا کیا تم نے۔'' اونچی آواز میں کہتے ہوئے عتبہ نے اس کے بے دم ہوتے وجود کو اپنے بازوؤں میں بھرا اور پچھلی طرف سے گاڑی کی طرف بھاگا۔ وہ لڑکیاں ایک ساتھ اس کے بازو کو چھو کے گزری تھیں۔
''علیکہ آنکھیں بند نہیں کرنی، سمجھیں۔'' اسے جلدی سے فرنٹ سیٹ پر لٹاتے ہوئے وہ جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آیا علیکہ کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ اس کی سفید شرٹ پوری طرح خون سے رنگین ہو گئی تھی۔ فل اسپیڈ گاڑی دوڑاتے ہوئے وہ وہاں سے نکلا۔ علیکہ بے جان سی ہو کر اس کی گود میں گر گئی۔
''علیکہ میری طرف دیکھو۔ بس دس منٹ آنکھیں کھلی رکھو۔'' عتبہ اس کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے بولا۔
''ویسے کہتی ہو میں دنیا جہان کا نکما ہوں اور ویسے میرے آگے آ گئیں۔ تم سے زیادہ اہم زندگی نہیں ہے میری گڑیا۔'' وہ انتہائی پریشانی سے کہتے ہوئے اسے جگائے رکھنے کی کوششوں میں تھا۔
''عتبہ میری آنکھیں سوئیاں چبھ رہی ہیں۔'' ٹوٹتی سانسوں کے بیچ اس نے بمشکل کہا۔
''بس تھوڑی دیر..... پانچ منٹ آنکھیں بند نہ کرنا۔'' وہ اس کا چہرہ اپنے کندھے سے لگاتے ہوئے بولا۔
''سارا قصور میرا ہے تم ٹھیک ہو کے چاہے میرا گلا دبا دینا، تمہیں G.K کی ٹیوشن لینے کی کبھی ضرورت نہیں رہے گی۔'' اس نے زندگی میں کبھی اتنی تیز گاڑی نہیں چلائی تھی۔ علیکہ کی آواز گم ہو رہی تھی۔
''علیکہ! میری جان پلیز آنکھیں کھولو۔'' عتبہ کی آواز بھرا گئی۔ اپنے فلیٹ کے آگے گاڑی روکتے ہوئے وہ تیر کی طرح باہر نکلا۔ علیکہ کو دونوں بازوؤں میں بھرا اور بھاگتا ہوا اوپر آیا، موبائل، چابیاں، سب وہیں گر گئے

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
pdadigest.com

تھے۔صد شکر عکرمہ نے جلدی دروازہ کھول دیا۔ان دونوں کو خون سے تر دیکھ کے اس کے ہوش اڑ گئے۔

''اینٹی سیپٹک اور کاٹن لے کر آ جلدی۔'' وہ علیکہ کو منہ کے بل کارپٹ پر لٹاتے ہوئے بولا۔عکرمہ اس کی سرخ کمر دیکھ کے دم بخود رہ گیا۔جلدی کر اس سے پہلے کہ یہ بے ہوش ہو،اس کی کمر میں سے شیشے کے ٹکڑے نکالنے ہیں۔'' عتبہ ایک برتن میں پانی بھرتے ہوئے بولا۔

''علیکہ میری گڑیا،ہمت کرو،بس تھوڑی دیر۔'' وہ اس کے چہرے پر چھینٹے مارتے ہوئے بولا۔

''تو نکال.....'' وہ عکرمہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔عکرمہ نے جیسے ہی اس کی شرٹ کو ہاتھ لگایا وہ دردناک چیخ مارتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔

''دوبارہ ہاتھ نہ لگانا۔'' آنسو اس کے دونوں گالوں پر بہہ رہے تھے۔

''اسپتال لے چلتے ہیں عتبہ۔'' عکرمہ اس کے بے جان وجود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

''اسپتال ہی لے جانا ہوتا تو میں نہ لے جاتا۔حالت دیکھ اس کی،جب تک ہم دونوں میں سے ایک پر ہریسمنٹ اور دوسرے پر اٹیمپٹ ٹو مرڈر کا کیس نہ بن جائے تب تک کوئی ہاتھ بھی نہیں لگائے گا اسے،بے تحاشا خون بہہ گیا ہے اور انتظار نہیں کر سکتے۔'' عتبہ درست تھا۔

''پھر تو نکال۔'' وہ کانچ اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا۔عتبہ جھجک گیا۔

''مجھ سے نہیں نکالے جائیں گے عتبہ تو نکال یار۔'' عکرمہ کو اس کی جان جاتی نظر آ رہی تھی۔عتبہ نے اس کی خون میں لت پت شرٹ دھیرے سے اوپر کی تھی۔ہر ٹکڑے کے ساتھ وہ درد سے بلبلا اٹھتی۔عکرمہ نے اسے مضبوطی سے اپنے ساتھ لگایا ہوا تھا۔بارہ ٹکڑے نکلے تھے اس کی کمر سے۔ہر ہر ٹکڑے کے ساتھ عتبہ کی روح بھی ساتھ ہی نکلی تھی۔ہر ہر ٹکڑے کے ساتھ اس نے دل سے دعا نکلی تھی۔

''پروردگار اس سے پہلے مجھے اٹھا لینا۔''

ہر ہر ٹکڑے کے ساتھ اس کے سو سو آنسو نکلے تھے۔ہر ٹکڑے کے ساتھ اس نے خود سے عہد لیا تھا۔

''ساری عمر ایک کانٹا بھی نہیں چبھنے دوں گا تمہیں۔'' ہر ہر ٹکڑے کے ساتھ اس نے علیکہ کا درد محسوس کیا تھا۔ہر ہر ٹکڑے کے ساتھ اسے باور ہوا تھا اسے دنیا میں اگر کسی سے محبت تھی تو علیکہ سے تھی۔ہر ہر ٹکڑے کے ساتھ اسے ادراک ہوا تھا کہ اگر کوئی اس کے لیے جان سے زیادہ عزیز تھی تو وہ علیکہ تھی۔ہر ٹکڑے نے اسے احساس دلایا کہ وہ خون بن کر اس کی رگوں میں دوڑ رہی تھی۔

آخری ٹکڑے کے ساتھ ہی وہ عکرمہ کی بانہوں میں جھول گئی تھی۔

وہ علیکہ کے لیے دودھ کا گلاس گرم کر کے اندر آیا تو عتبہ تیار ہو رہا تھا۔

''تو کہاں جا رہا ہے؟'' عکرمہ نے حیرانی سے پوچھا۔

''آفس۔'' وہ بمشکل بازو موڑ کے شرٹ پہنتے ہوئے بولا۔

''حالت دیکھی ہے تو نے اپنی،دو گولیاں چھو کے گزری ہیں،پورا بازو ادھڑا پڑا ہے تیرا۔'' عکرمہ نے اسے جھاڑا۔

''دونوں میں سے کسی ایک کو جانا پڑے گا یار ورنہ وہ رضوی پاگل دونوں کو فارغ کر دے گا۔'' عتبہ کے چہرے سے تکلیف عیاں تھی۔

''تو تو رکے گا ناں علیکہ کے پاس؟'' اس نے پوچھا۔

''آف کورس،ایسے تو نہیں چھوڑ کر جا رہا میں اسے کہیں بھی۔'' عکرمہ فوراً بولا۔

''تو کہے تو میں جاتے ہوئے عینیہ کو بتا جاتا ہوں۔'' عتبہ نے اسے آفر دی۔

''عینیہ کی بجائے عمایہ کو بتا دینا،وہ ہینڈل کر لے گی۔'' عکرمہ کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ویسے بھی وہ علیکہ کی دوست ہے۔بات جلدی سمجھ جائے گی۔'' عکرمہ گرم دودھ کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

''علیکہ کو پلا اور میڈیسن بھی کھلا اسے۔'' وہ بولا۔

''میں اور گرم کر لوں گا۔یہ تو پی لے اور بریک ٹائم میں جا کے پٹی ضرور کروا لینا۔میں بھی تھوڑی دیر تک علیکہ کو لے کر کسی لیڈی ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں۔'' عتبہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گلاس خالی کیا اور بیگ اٹھا کے باہر آ گیا۔

''چل میں چھوڑ کر آؤں۔'' اس سے بیگ بھی نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔

''دھیان سے گاڑی چلانا۔'' بیگ پچھلی سیٹ پر پھینکتے ہوئے اس نے عتبہ کا کندھا تھپتھپایا۔

''خیال رکھنا علیکہ کا۔'' عتبہ کی آنکھوں میں اس لمحے صرف محبت تھی۔بے تحاشا خالص محبت۔عکرمہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔واپس اوپر آ کے اس نے دوبارہ دودھ گرم کیا اور اس میں ہلدی ڈال کے اندر آ گیا۔

''علیکہ.....دی گریٹ اٹھو،دودھ پیو۔'' وہ اس کا بازو ہلاتے ہوئے بولا۔علیکہ نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔

''شاباش پھر تھوڑی دیر میں اسپتال چلتے ہیں۔'' وہ بہت محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولا۔علیکہ نے خود اٹھنے کی کوشش کی مگر ساری رات شدید اکڑاؤ ہو رہا تھا۔اس سے اٹھا نہ گیا۔

''ٹھہرو میں اٹھاتا ہوں۔'' گلاس ایک طرف رکھ کے اس نے دونوں کندھوں سے تھام کے اسے سیدھا کیا۔رات ہی رات میں اس کی رنگت پیلی زرد ہو گئی تھی۔

''تمہیں خون کی ایک بوتل بھی لگواتا ہوں۔آنکھیں دیکھو کتنی اندر دھنس گئی ہیں۔'' وہ اسے خود سے لگا کے دودھ کا گلاس اس کے لبوں سے لگاتے ہوئے بولا۔

''عتبہ کہاں ہے؟'' اس نے دھیرے سے پوچھا۔

''آفس چلا گیا۔'' وہ بولا۔

''اسے گولی لگی تھی نا؟'' علیکہ کی آنکھوں میں کچھ لہرایا۔

''نہیں چھو کے گزر گئی تھی،ٹھیک ہے وہ۔'' عکرمہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔علیکہ چپ کر گئی۔عکرمہ نے ایک بار پھر اس کے زخموں پر اینٹی سیپٹک لگا دیا۔

''میری وجہ سے اب تمہیں کل ڈانٹ پڑے گی۔'' وہ کروٹ لے کے لیٹتے ہوئے بولی۔

''اب مجھے ان کی ڈانٹ سے ڈر نہیں لگتا۔پیار سے لگتا ہے۔'' عکرمہ ہنستے ہوئے بولا۔

''ویسے رات ایک بات ثابت ہو گئی۔'' عکرمہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔علیکہ نے سوالیہ انداز سے اس کی طرف دیکھا۔

''بے انتہا لاپرواہ اور بگڑے ہوئے عتبہ صدیقی کے پاس جو واحد دھڑکتا ہوا دل تھا وہ اس نے تمہیں دے دیا۔'' علیکہ چپ رہ گئی۔

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

''میں نے اسے کبھی اپنی تکلیف پر بھی نہیں روتے دیکھا لیکن رات وہ تمہارے لیے رو پڑا، پتا نہیں کس چیز کی مافیاں مانگ رہا تھا تم سے۔'' عکرمہ ہنستے ہوئے اسے بتاتا چلا گیا۔

☆.....☆

ابھی نو بجنے میں دس منٹ تھے جب وہ عزین انٹر پرائزز میں داخل ہوا۔

''تو یہاں کیسے؟'' عینیہ حیرانگی سے کہتے ہوئے اس کے قریب آیا۔

''یہ باز و کو کیا ہوا ہے؟ تو اور عکرمہ ساری رات کشتی لڑتے ہو کیا۔'' عینیہ اس سے گلے ملتے ہوئے بولا۔

''ایکسیڈنٹ ہو گیا یار، عمایہ عادل کون ہے؟'' عتبہ نے پوچھا۔

''عمایہ.....'' عینیہ نے پیچھے مڑ کر اسے آواز دی۔

''میں اور علیکہ ایک ٹینڈر کے سلسلے میں کراچی گئے تھے کل۔ واپسی پر ایکسیڈنٹ ہو گیا، علیکہ کی حالت ذرا زیادہ خراب ہے۔ سو عکرمہ اس کے پاس رک گیا ہے۔ اب اپنے باس کے سامنے اسے ڈیفینڈ کر لینا، اس کی بجائے تمہارا نام لیا ہے اس نے۔'' عتبہ عینیہ کی طرف انگلی کرتے ہوئے بولا۔

''زیادہ سیریس حالت تو نہیں ہے اس کی۔'' عمایہ یکدم پریشان ہو گئی۔ ''اس کی پوری کمر شدید زخمی ہوئی ہے۔ عکرمہ اسے تھوڑی دیر تک اسپتال لے جائے گا۔'' عتبہ نے اسے تسلی دی۔

''باز و تو آپ کا بھی اوپر سے۔'' عمایہ نے پریشانی سے اس کے بازو کی طرف دیکھا۔

''ایکسیڈنٹ ہی ہوا ہے یار۔'' عینیہ تڑ گیا۔

''بکواس نہ کر، فی الحال ایکسیڈنٹ ہی رہنے دے۔'' عتبہ نے اسے گھورا۔

''آپ فکر نہ کریں۔ میں ہینڈل کر لوں گی۔'' عمایہ اسے مطمئن کرتے ہوئے بولی۔ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے وہ ابھی واپس جانے کے لیے پلٹا ہی تھا کہ عزین مرزا اندر داخل ہو گئے اس پر نظر پڑی، یہ ممکن ہی نہ تھا۔

''گڈ مارننگ۔'' وہ دھیرے سے کہتا ہوا سر جھکا کے ان کے پاس سے گزرا۔

''عکرمہ کا وکیل بن کے آئے ہو۔'' انہوں نے طنز سے پوچھا۔

''نہیں اس کے لیے وکیل ڈھونڈنے آیا تھا۔'' وہ ترنت کر بولا۔

''اس پورے آفس میں اس کی وکالت کرنے والا کوئی نہیں ہے صدیقی صاحب۔'' وہ ان کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔

''اچھا! لیکن مجھے تو مل گیا۔'' وہ عکرمہ تھوڑی تھا جو سر جھکا کے چپ کر جاتا۔ عتبہ صدیقی تھا۔ تن کے کھڑا ہو گیا۔

''کون مل گیا تمہیں۔'' وہ تیز لہجے میں بولے۔

''ارے ایسے کیسے، پہلے کچہری تو سجائیں۔''

وہ دھیرے سے مسکرایا۔

''جاؤ عکرمہ کا ٹرمینیشن لیٹر لے کر آؤ۔'' وہ عینیہ کو اشارہ کرتے ہوئے بولے۔ وہ چند منٹ بعد لے آیا۔ انہوں نے وہ لیٹر سائن کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھا دیا۔

''لو سج گئی کچہری۔'' وہ سرد لہجے میں بولے۔ عتبہ نے چپ چاپ وہ لیٹر عمایہ کو پکڑا دیا۔ عزین مرزا کا رخ

اس کی طرف ہو گیا۔

''بے فیض لوگوں کے لیے اپنا آپ داؤ پر نہیں لگاتے۔'' وہ بولے۔

''وہ بے فیض لوگ اگر آپ کے خزانے کے آخری سکے ہوں تو آنکھیں بند کر کے ہر چیز داؤ پر لگا دیتے ہیں۔'' عمایہ دھیرے سے بولی۔

''میں آج اسے نکال دوں تو کیا اوقات رہ جائے گی اس کی؟'' وہ گرجے۔

''سر برا نہ مانیے گا۔ آپ نے اسے اپنی مرضی سے نہیں رکھا ہوا۔ وہ یہاں اپنی مرضی سے رکا ہوا ہے۔ آپ کبھی نہیں نکالیں گے اسے کیونکہ اس کے بعد آپ کی انا کی تسکین کون کرے گا۔'' وہ دوبدو ہو کر بولی۔

''تمہیں پتا بھی ہے جس شخص کے لیے تم مجھ سے لڑ رہی ہو وہ اس وقت کہاں ہے۔'' عزین مرزا اس کے قریب آئے۔

''اپنے گھر۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''آنکھیں بند کیے منہ کھولے سو رہا ہو گا۔'' عزین مرزا کے لہجے میں صرف تنقید تھی۔

''نہیں وہ اس وقت اپنا وہ فرض نبھا رہا ہے جو قدرت نے آپ کے ذمے لگایا تھا۔'' عزین مرزا سن رہ گئے۔ عتبہ ہولے سے مسکرایا تھا۔

''جس گڑیا کو دیوار سے بال پھینک مارا تھا ناں آپ نے۔ وہ اسی گڑیا کا خیال رکھ رہا ہے۔ ماضی میں کی آپ کی بے تحاشا غلطیوں کو جانے انجانے میں سدھارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آپ کی علیکہ زہرہ کے زخموں پر مرہم رکھ رہا ہے۔'' عتبہ بیگ اٹھائے ہوئے باہر جانے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟ فیصلہ تو سنتے جاؤ۔'' وہ اسے جاتا دیکھ کر بولے۔

''فیصلہ سننے کی ضرورت نہیں ہے مرزا صاحب۔ فیصلہ تو ہو گیا۔'' عتبہ مسکرایا تھا۔

''بڑی پہنچی ہوئی وکیل کی ہے اس نے۔ اسے جتا کے ہی دم لے گی۔'' وہ یونہی ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔ عزین مرزا خاموش رہ گئے۔

''تمہیں بھی نکال دوں گا۔'' وہ عمایہ کی طرف مڑے۔

''اول تو یہ کہ جو رکھتا ہے نکالنے کا حق بھی اسی کو ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ میں بھی یہاں اپنی مرضی سے کھڑی ہوں۔ آپ کی مرضی سے نہیں۔'' عمایہ ان کے آگے کھڑی تھی۔

''کیا لگتا ہے وہ تمہارا؟'' وہ جیسے ہار گئے۔

''جو آپ سمجھ لیں۔ یا یوں سمجھ لیں کہ فرقہ ایک ہی ہے ہمارا۔ محرومیوں اور تنہائیوں سے مزین۔ آپ جیسے لوگوں کا بنایا ہوا۔'' وہ کہہ گئی۔

''چھوڑ دو یہ نوکری اور اسے بھی کہو کہ چھوڑ دے۔'' وہ اپنے آفس کی طرف جاتے ہوئے بولے۔

''کیوں چھوڑ دوں؟ اور وہ کیوں چھوڑ دے۔ میں نے کہا نہ کہ اپنی مرضی سے کھڑی ہوں۔ اپنی مرضی سے چھوڑوں گی۔'' عمایہ نے اس کا ٹرمینیشن لیٹر پھاڑ کے دو ٹکڑے کر دیا۔ عزین مرزا چپ چاپ اندر چلے گئے۔

☆.....☆

''اور سناؤ تم.....کہاں مری ہوئی ہو۔'' عشوہ کسی دوست سے بات کرتے ہوئے باہر آئی۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کی نظر عثمان کیانی پر پڑی۔ وہ اسے نیچے آنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ حیرانی سے کال ڈس

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

کنیکٹ کرتے ہوئے وہ نیچے آگئی۔ عثمان کیانی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے تھے۔

''آؤ بیٹے! آج میرے ساتھ ڈنر کرلو۔'' وہ اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

''آج آپ ڈنر پر کیسے ڈیڈ؟'' وہ حیران ہوتے ہوئے بیٹھ گئی۔

''بہت دنوں سے تم سے ایک بات کرنے کا ارادہ ہے۔ بس وقت ہی نہیں ملتا۔ سوچا آج کرکے سوؤں گا۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

''یعنی آپ نے اگر مجھ سے بات نہ کرنی ہوتی تو آپ آج بھی ڈنر پر نظر نہیں آتے ہے ناں؟'' اس کی بات پر وہ کھل کے ہنسے۔

''میں تمہیں سارا دن آفس میں تو نظر آتا ہوں ناں۔'' وہ اس کی بات کا مطلب سمجھ گئے۔

''واقعی ڈیڈ، میں تو بہت ہی خوش قسمت ہوں۔'' وہ انتہائی برے دل کے ساتھ کھانا کھانے لگ گئی۔

''کیا بات کرنی تھی آپ نے۔'' اس نے پوچھا۔

''تمہاری شادی کی بات کرنی ہے۔ پانچ چھ پروپوزلز ہیں تمہارے لیے۔ وہی ڈسکس کرنے تھے۔'' عشوہ کے حلق میں کچھ پھنسا۔

''ابھی سے کیوں مجھے شادی کے جھنجھٹ میں پھنسا رہے ہیں آپ۔'' وہ پانی کا گلاس بھرتے ہوئے بولی۔

''23 سال کی ہوگئی ہو عشوہ اور کتنا وقت لوگی؟'' وہ پانی پیتے ہوئے بولے۔

''آپ کی شادی 34 سال کی عمر میں ہوئی تھی پاپا۔'' وہ کلس گئی۔

''لیکن تمہاری ماں کی شادی 21 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔'' وہ اسے آنکھیں نکالتے ہوئے بولے۔

''پہلی شادی ڈیڈ.....! دوسری انہوں نے بھی 36 سال کی عمر میں کی ہے اور وہی کامیاب ہے۔'' وہ تلملا گئی۔

''تو تم بھی 36 سال کی عمر میں کروگی کیا؟'' وہ بولے۔

''میں نے یہ تو نہیں کہا۔''

''تو پھر کیا کہنا چاہ رہی ہو؟'' انہیں غصہ آگیا۔

''میں بس یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ زندگی کے چند اور سال مجھے سکون سے جی لینے دیں۔ شادی نام کے شکنجے میں پھنسنے کے لیے پوری عمر پڑی ہے۔'' وہ بھڑک گئی۔

''تمہیں لگتا ہے میں تمہارے ساتھ زبردستی کرتا ہوں۔'' وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

''ڈیڈ پلیز، کھانا کھائیں۔'' وہ اپنی پلیٹ پر جھکتے ہوئے بولی۔

''عشوہ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ بچپن سے لے کر آج تک میں نے تمہارے لیے جو کچھ سوچا ان میں سے کوئی ایک بتادو جو غلط سوچا ہو۔'' وہ بھڑک گئے۔

''یہ ہی تو پرابلم ہے ڈیڈ، ماں باپ یہ جتانے بیٹھ جاتے ہیں کہ اولاد کے حق میں ان کا سوچا کبھی غلط ثابت نہیں ہوتا۔ ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے لیکن یہ کبھی نہیں سوچتے کہ شاید اولاد اپنے لیے جو سوچتی وہ زیادہ بہترین ہوتا۔'' اسے بھی غصہ آگیا۔

''اچھا تم نے اپنے لیے کیا بہتر سوچا تھا۔ پوری دنیا کے سامنے اپنے جسم کی نمود و نمائش۔'' وہ اونچی آواز میں چیخے۔

''ڈیڈ پلیز۔ آپ مجھے یہ کہنے پر مجبور مت کریں کہ ماما صرف آپ کی انہی باتوں کی وجہ سے آج میرے پاس نہیں ہیں۔ آپ کی انہی گھٹیا باتوں کی وجہ سے میں نے زندگی کے 20 سال اپنی ماں کے بغیر گزار دیے۔ وہ بھی

چیخ پڑی۔

''تم مجھے دقیانوس کہہ رہی ہو۔'' وہ حیران ہوکر بولے۔

''میں کہہ تو نہیں رہی لیکن آپ سمجھنا چاہیں تو سمجھ لیں۔'' اسے شدید غصہ آیا ہوا تھا۔

''ایک بات یاد رکھنا عشوہ، اگر میں آج تمہارا ہاتھ چھوڑ دوں نا تو لمحے میں دربدر ہوجاؤ گی، جب دنیا کے بے رحم ہاتھ تمہیں نوچنے کھسوٹنے کو آئیں گے تو روتی ہوئی میرے پاس آؤ گی۔'' ان کی آواز میں بے حد غرور تھا۔

''میری ماما کو بھی یہ ہی کہا تھا آپ نے ڈیڈ۔ لیکن انہیں تو کسی نے نہیں نوچا، کسی نے نہیں کھسوٹا۔ اپنی مرضی سے زندگی گزار رہی ہیں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''تو تم اپنی ماں جیسی زندگی گزارنا چاہتی ہو۔'' انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

''نہیں میں اپنی مرضی سے زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔'' وہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔

☆.....☆

''قسم سے یار، مجھے آفس جانے کے لیے دیر نہ ہو رہی ہوتی تو میں پورا کیس سن کے وہاں سے جاتا۔ پہلی مرتبہ میں نے عزرائیل کو کسی کی بات کے جواب میں خاموش ہوتے دیکھا ہے۔ میرا دل کر رہا تھا اس کے ہاتھ چوم کے اس کا آٹو گراف لے لوں۔'' آفس سے آتے ہی عتبہ نے سارا قصہ مرچ مصالحہ لگا کر اسے سنایا تھا۔ عکرمہ چپ چاپ سنتا رہا اور علیکہ ان کی باتوں پر مسکراتی رہی۔

''ایک بات تو طے ہے یار کہ جب تک وہ لڑکی اس آفس میں ہے ناں تیرا ٹرمینیشن لیٹر سائن نہیں ہونے دے گی۔'' عتبہ بے حد خوش تھا۔

''اور میرے پیچھے اس کا ٹرمینیشن لیٹر سائن ہوگیا تو۔'' عکرمہ نے اسے چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے کہا۔

''تیرا تو ہونے نہیں دیتی، اپنا ہونے دے گی بھلا۔ کوا نے کانے کو نہ مانے ہیرو۔ عزین مرزا کا زوال شروع ہونے والا ہے۔'' عتبہ ہنستے ہوئے بولا۔

''اچھا چھوڑ، تیرا بازو ٹھیک ہے اب۔'' عکرمہ کے پوچھتے ہی علیکہ نے بھی اس کی طرف دیکھا۔

''ہاں ابھی آتے ہوئے پٹی کروا کے آیا ہوں۔ دن میں تو وقت ہی نہیں ملا۔'' وہ شوٹ بدلتے ہوئے بولا۔

عکرمہ سر ہلاتے ہوئے علیکہ کے پاس آبیٹھا۔

''علیکہ رانی۔'' عتبہ نے دھیرے سے اسے پکارا۔ علیکہ سمیت عکرمہ نے بھی اسے حیران نظروں سے دیکھا۔

''ٹھیک ہو اب۔'' اس کے پوچھتے ہی عکرمہ کے لبوں سے بھی کنوارہ نکلا۔

''کیا ہوا تجھے۔'' عتبہ حد درجے بدمزہ ہوگیا۔ عکرمہ نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''ایک بات بتاؤ رانی۔ ہر وقت تم مجھے نکما، نکھٹو کہتی رہتی ہو، پھر اپنی جان داؤ پر لگا کر مجھے کیوں بچایا۔'' علیکہ اس کے سوال پر چپ رہ گئی۔

''کیوں میرے آگے آئیں۔'' عتبہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم عتبہ، مجھے بس اتنا یاد ہے کہ وہ شخص شیشہ لے کر ہماری طرف آرہا تھا۔ میں آگے نہ آتی تو تمہارا چہرہ زخموں سے بھر جاتا۔'' وہ ہولے سے بولی۔

(جاری ہے)

Riadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

صدف سعید

ردا کی ڈائری

شیریں تبسم کی ڈائری سے

اظہر کی غزل

ذرا چنچل، ذرا سی شوخ تیکھی
کرے جو بات اکثر ہو وہ میٹھی
جونہی وہ آئے بزم و باغ جھومیں
بہت سے رنگ لے کر ایک تتلی
اگر تم دور سے بھی دیکھ لو تو
بہت سے لوگ ہوں گے دیوانی سی
سنو تو رس سماعت میں یہ گھولے
ملو تو ہے ادا جس کی انوکھی
سبک رفتار، شیریں لب و لہجہ
کہاں دیکھی ہے کوئی اور ایسی

سیدہ فرزین حبیب کی ڈائری سے

ایک غزل

ادھورے پن کی یہ رفتہ رفتہ تکمیل کرتی تھی
محبت زندگی کو حسن میں تبدیل کرتی تھی
کبھی سوچا بھی ہے تو نے کہ وہ مغرور سی لڑکی
نہ جانے کیوں تیرے ہر حکم کی تعمیل کرتی تھی
نہیں روتی ہے اب وہ بند کمرے میں گھٹ کر
وہ اپنے آنسوؤں کو شہر میں تمثیل کرتی تھی
ساغر ڈوب جاتے تھے بنا سوچے بنا سمجھے
وہ اپنی آنکھ کو جب خاموشی سے جھیل کرتی تھی

دیا کی ڈائری سے

ایک نظم

نہیں بدلے دیکھو ہم تو اب بھی کہتے ہیں
کہ ہمارا پیار ہے تم سے
تو پھر کیوں ضد تمہاری ہے؟
کہ جب بھی میں ملوں تم سے
یہی اظہار ہو لب پہ
مجھے تم سے محبت ہے
تمہیں معلوم ہے جاناں!
محبت تو محبت ہے
تو آنکھوں میں دکھتی ہے
کبھی سے خواب کی صورت
اسے کہنا نہیں پڑتا
بہت چپ چاپ سا جذبہ ہے
دبے پاؤں ہی چلتا ہے
مگر جو نقش اس کے ہیں
بہت ہی گہرے ہوتے ہیں
انہیں کہنا نہیں پڑتا
مگر اظہار کی خوشبو سے
کبھی آنکھوں کی شوخی سے
تو پھر کیوں ضد تمہاری ہے
یہی اظہار ہو لب پہ
مجھے تم سے محبت ہے

ریما نور رضوان کی ڈائری سی

فراز احمد فراز کی نظم

مجھے تم سے اتنی محبت ہے
کہ جیسے سورج کو حدت سے
جذبے کو شدت سے
ساگر کو روانی سے
ابر کو پانی سے
رات کو اندھیرے سے
صبح کو سویرے سے
ہوا کو شور سے
طوفان کو زور سے
ماہی کو سمندر سے
ساقی کو جام سے
شاعر کو قلم سے
موتی کو سیپ سے
پروانے کو دیپ سے
مجھے تم سے ایسی محبت ہے

سحر انجم کی ڈائری سے

نامعلوم شاعر کی نظم

بے قرار موسم میں
یاد کے جھرنکوں سے
پھر
تم ہی سے ملنے کی
دل میں کتنی خواہش ہے
آج کل نومبر کی
پھر اداس شامیں ہیں
دسمبر کے آنے میں
وقت تھوڑا باقی ہے
ان اُجاڑ آنکھوں میں
زرد زرد راتیں ہیں
اس سرد موسم میں
ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں
نومبر جانے والا ہے

نوشین مدثر کی ڈائری سے

خلیل اللہ فاروقی کی غزل

ناکام نہیں ناشاد نہیں
میں قیس نہیں فرہاد نہیں
پنوں بھی نہیں رانجھا بھی نہیں
وامق بھی نہیں مرزا بھی نہیں
وہ لوگ تو بس افسانہ تھے
اس شدت سے بیگانہ تھے
میں زندہ ایک حقیقت ہوں
سرتاپا جذبۂ الفت ہوں
میں تم کو دیکھ کر جیتا ہوں
ہر لمحہ تم پہ مرتا ہوں
میں ایسی محبت کرتا ہوں
تم کیسی محبت کرتی ہو؟
شیریں بھی ہیں لیلیٰ بھی ہیں
میں ہیر نہیں عذرا بھی نہیں
وہ قصہ ہیں افسانہ ہیں
وہ گیت ہیں پریم ترانہ ہیں
میں زندہ ایک حقیقت ہوں
میں جذبۂ عشق کی شدت ہوں
میں تم کو دیکھ کے جیتی ہوں
میں ہر پل تم پر مرتی ہوں
میں ایسی محبت کرتی ہوں
تم کیسی محبت کرتے ہو؟

.....☆.....

Ridadigest.com
http://www.urdubooks.net/
http://www.urdutube.net/

نورین ملک

اشعار

انیسہ _____ ڈی جی خان
سو جاتا ہے فٹ پاتھ پر اخبار بچھا کر
مزدور کبھی نیند کی گولی نہیں کھاتا
اس ملک میں مزدور سا کوئی در بدر نہیں
جس نے سارے گھر بنائے اس کا گھر نہیں

شائقہ لیاقت _____ ڈی آئی خان
دن بھر کی مشقت کا صلہ دیکھ لے صاحب
مزدور کو اجرت میں فقط سوکھ ملی ہے

جے ایم قریشی _____ ڈی آئی خان
مکر کی چالوں سے بازی لے گیا وہ
انتہائی سادگی سے کھا گیا مزدور مات

سعدیہ بشیر _____ ڈی آئی خان
ہر طرف اس کی ہی محنت کے مظاہر ہیں مگر
بھوک کے ہاتھ میں مزدور بکھر جاتا ہے

مریم ماہ منیر _____ لاہور
لوگوں سے دل لگانے کی عادت نہیں رہی
ہر لمحہ آنسو بہانے کی عادت نہیں رہی
یہ سوچ کر اس بے رحم دنیا سے وفا کی امید
اب ہم کو وفا کرنے کی عادت نہیں رہی

عانیہ نیازی _____ ربوہ
درخت کاٹ کے سایہ فروخت کرتے ہیں
تو اس کے بعد کڑی دھوپ سے گزرتے ہیں
ہمیں خود اپنے مسائل پر غور کرنا ہے
کہ روز روز صحیفے نہیں اترتے ہیں

نوشین مدثر _____ لاہور
دل بہلتا ہی نہیں کسی پل کسی ساعت
رات ڈھلتی ہی نہیں چار پہر سے پہلے
ہم کسی در پر نہ ٹھٹکے نہ کہیں دستک دی
سینکڑوں در تھے میری جان تیرے در سے پہلے

امبرین حیدر _____ اسلام آباد
پھر اس کی یادیں پھر اس کی باتیں پھر اس کے خط
اے دل لگتا ہے تجھے کسی کون راس نہیں ہے۔

نور بانو _____ کوئٹہ
اک بار میں نے اپنے قبیلے کا بتایا
پھر عشق نے پوچھی نہیں تفصیل مکمل
اک جنگ میں تلوار اترتی ہے فلک سے
اک جنگ کو کرتی ہے ابابیل مکمل

صبا سحر _____ ہارون آباد
اس کو دل سے سلام کرتے ہیں
وہ جو گر کر سنبھلنے آیا ہے
وقت کے ساتھ دوریوں کا ہجوم
ملنے آیا ہے چلنے آیا ہے

کنول شہزاد _____ لیہ
کمال کرتے ہو اے دل تم بھی
اسے فرصت نہیں تمہیں چین نہیں

عروج ناصر _____ ملتان
غموں کی حد کیا پوچھتے ہو صاحب
یہ عشق ہے کوئی دل لگی تو نہیں

بانو یامین _____ کراچی
محبت ہے بہت سرکش بلا کا حافظہ اس کا
جسے ہم بھول جاتے ہیں یہ اس کو یاد رکھتی ہے

مریم نواز _____ فیصل آباد
تیری یاد کی خوشبو میرے دامن سے لپٹی ہے
بڑا اچھا سا لگتا ہے تمہیں ہی سوچتے رہنا

صبا توقیر _____ گجرانوالہ
کئی بار دکھایا ہے ہمیں آئینہ وقت نے
ڈرتے جو ہار سے ہم بے کار بن کے جیتے
گر وقت ہی آتا باطل کی خدائی کا
ہم موت سے نا ڈرتے تلوار بن جاتے

عمارہ شکیل _____ کراچی
اس کی یادوں کی یہ بھی اک کرامت ہے
ہزار میل پر ہو کر بھی ساتھ ہے
ہمارے دل کو کوئی مانگنے نہ آیا
کسی غریب کی بیٹی کا ہاتھ ہو جیسے

نگہت توقیر _____ چیچہ وطنی
کچھ حادثوں سے گر گئے محسن زمین پر
ہم رشک آسماں تھے ابھی کل کی بات ہے۔

حفصہ کنول _____ ٹوبہ ٹیک سنگھ
گھر کو سونا کر جاتی ہیں
نجانے مائیں کیوں مر جاتی ہیں

راؤ تہذیب، حسین تہذیب۔ رحیم یار خان
ہیں ہمارے آج بھی جھگڑے وہی
فرق کچھ آیا نہیں ہے حال میں
جوتیوں میں دال بٹتی دیکھنے
آؤ چلتے ہیں اسمبلی ہال میں

سیدہ عروج فاطمہ _____ ملتان
دنیا کی محبت میں
خسارہ ہی خسارہ ہے
صد شکر کہ پاس میرے
خدا کا سہارا ہے

علشبہ فضیان _____ کراچی
محبت کے بعد محبت ممکن ہے فراز
پر ٹوٹ کے چاہنا صرف ایک بار ہوتا ہے

رابعہ منیر _____ سرگودھا
ہر ایک نے کہا کیوں تجھے آرام نہ آیا
ہنستے رہے لب پر تیرا نام نہ آیا
مت پوچھ کہ ہم ضبط کی کس راہ سے گزرے
یہ دیکھ کہ تجھ پر کوئی الزام نہ آیا

ماہ نور _____ ٹوبہ ٹیک سنگھ
تاریخ ہزاروں سال میں بس اتنی سی بدلی ہے
تب دور پتھر کا اب لوگ ہیں پتھر کے

آمنہ ملک _____ کراچی
تمہارے بعد کیسی رونقیں اس دل کی نگری میں
سبھی ہیں چراغ مدھم ہیں کبھی ملنے چلے آؤ
تمہاری یاد نے بھی دل کو بہت تکلیف دی ہے
نگاہیں بھی تو پرنم ہیں کبھی ملنے چلے آؤ

آمنہ ملک _____ کراچی
جاتے ہوئے وہ مجھ سے مری ذات لے گیا
دل میں چھپی وہ اپنی ہر ایک بات لے گیا
تنہا ضرور تھا میں کسی چاند کی طرح
دے کے وہ چاندنی پھر سے لمحات لے گیا

عائشہ مرتضیٰ _____ رحیم یار خان
عمر گزری ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوا
اس کو میری ہے کہ مجھ کو ہے ضرورت اس کی
اتنی شدت سے تو میں نے بھی نہیں چاہا تھا
مجھ سے دیکھی نہیں جاتی محبت اس کی

Rdadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

نورین ملک

اس ماہ میں

اس ماہ کے اقتباس

شریک سفر

ہم گوجرانوالہ تک ہی تو جارہے تھے لیکن کبھی کبھی چھوٹے چھوٹے سفر اس قدر لمبے اور یادگار بن جاتے ہیں کہ سمندر پار کی یاترائیں بھی ان کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں۔ طلعت، سرفراز اور میں بس سے روانہ ہوئے تھے پہلے تو صلاح ٹھہری تھی کہ پسنجر ٹرین سے جائیں گے کھڑکی کلاس کا ٹکٹ لیں گے کامریڈ بن کر سفر کریں گے راہ میں گاڑی جہاں کہیں بھی رکے گی اسٹیشن سے کچھ نہ کچھ ضرور کھائیں گے لیکن سرفراز کو کچھ نہ کچھ مستورات کی طرح شوق ہے آئینے میں جو گوشے ماتھے پر زلفیں سجائے اچھا خاصا وقت گزار دیا۔ گاڑی کا وقت تنگ ہو گیا۔ بھاگم بھاگ اسٹیشن کے قریب لاریوں کے اڈے پر پہنچے تو اچھی خاصی شام ہو چلی تھی۔ بہرکیف بس میں بیٹھے اور روانہ ہوئے۔ گھر سے چلے تھے تو بادل کا نام و نشان تک نہ تھا لیکن گھڑی بھر میں اِدھر اُدھر سے آوارہ گرد بدلیاں اکٹھی ہونے لگیں پہلے کچھ سیاہی مائل دھبے، آسمان پر چھائے دیکھتے دیکھتے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ ادھر بادل کی گرج بڑھی ادھر پرانی بس کی انتڑیوں میں بلا کا درد اٹھا۔ چار قدم چلتی تھی اور دس قدم ٹھوکریں کھاتی تھی۔ سواریاں بھی تو کھڑکی کے قریب گھڑیاں لا لا کر وقت دیکھتیں اور کبھی گرم کپڑوں کو اردگرد لپٹتے ہوئے راہ کی بے سروسامانی پر غور کرنے لگتیں۔

شریک سفر۔ بانو قدسیہ

امبرین حیدر۔ اسلام آباد

روشنی کی کرن

بس اسی لمحے اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے ہوا میں اچھال دیا گیا ہو اور جس وقت اسے اپنے نیچے کسی زمین جیسے سہارے کا احساس ہوا اس وقت اس نے ہمت کر کے اپنی آنکھوں پر بندھی اندھیرے کی پٹی اتار دی تو وہ کامیاب ٹھہری تھی وہ جس پاتال میں گرائی گئی تھی وہ اس کی آنکھوں پر بندھی پٹی کے اندھیرے سے بھی کہیں زیادہ کالی اور سیاہ تھی کہ وہاں کسی روزن کا کوئی گمان نہیں تھا وہ پریشان تھی اندھیرے میں نہ جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔ پھر کہیں دور اسے روشنی کی کرن دکھائی دی تھی اس کی نظروں میں نہیں اس کے دل میں پھر اس نے فیصلہ کیا تھا اسے اس پاتال سے نکلنا ہے ہر حال میں چاہے اس کی تمام زیست اس کوشش میں ختم ہو جائے اور صرف اس پاتال سے باہر ہی نہیں آنا بلکہ اسے آسمان پر اڑنا ہے اتنا اونچا کہ وجاہت یزدانی اسے زمین پر چلنے والے کسی کیڑے مکوڑے سے

بڑھ کر نظر نہ آئے۔ اسے ایک جنون ہو گیا تھا ایسا جنون جس کا محرک وجاہت یزدانی تھا۔

ہار جیت۔ مریم ماہ منیر

نوشین مدثر۔ لاہور

اس ماہ کی دعا

اے اللہ!

میں تجھ سے مانگتی ہوں

کامل ایمان اور

سچا یقین اور

کشادہ رزق

عاجزی کرنے والا دل

اور تیرا ذکر کرنے والی

زبان اور

حلال و پاک روزی

اور سچے دل کی توبہ

اور موت سے پہلے کی توبہ

اور موت کے وقت کا آرام

اور مرنے کے بعد مغفرت اور رحمت

اور حساب کے وقت معافی

یا اللہ!

میری نادانیوں کو

معاف فرما

ریما نور رضوان۔ کراچی

اس ماہ کی جدید لغت

شعر: جس کے دونوں مصرے حقیقی بھائی ہوں۔

آرٹسٹ: چلتی پھرتی مشین۔

عورت: ایک خطرہ بغیر سگنل کا۔

زبان: جو بغیر پیٹرول کے چلتی ہے۔

حقہ: دس سگریٹ ایک ہی کش میں۔

کالج: جہاں روزانہ فیشن شو منعقد ہوتے ہیں۔

پستول: جس کی آڑ میں مشکل سے مشکل کام سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

دولت: غریبوں کی مجبوریوں کو خریدنے والی سب سے پرانی کرنسی۔

دادی: پرانا ماڈل۔

معیاری کھیل: انتظار فرمایئے۔

خبرنامہ: پی ٹی وی کا سب سے پرانا ڈرامہ۔

پانی: جس کی قیمت دودھ میں ڈال کر معلوم کی جاسکتی ہے۔

سرکاری ادارے: آرام کرنے کی سب سے اچھی جگہ۔

پاپ موسیقی: فی زمانہ شور مچانے کا مہذب طریقہ۔

انٹرنیٹ: جس پر لوگ اپنا قیمتی وقت خوشی خوشی برباد کرتے ہیں۔

سینئر سٹیزن: جن کی گزشتہ دس سالوں سے عمریں بیس سے اوپر جانے کے لیے تیار نہیں۔

طالب علم: کاپی سے نکالا ٹیشن سینٹر میں اٹکا۔

ایل ایم زاہد۔ کراچی

اس ماہ کی اچھی باتیں

☆ برے دوست سے بچو کیونکہ وہ تمہارا تعارف بن جائے گا۔

☆ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

☆ سادگی ایمان کی علامت ہے۔

☆ ایمان کے بعد افضل ترین نیکی خلق کو آرام دینا ہے۔

☆ مسکراہٹ محبت کی زبان ہے۔

☆ خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔

☆ تلوار کا زخم جسم پر ہوتا ہے اور بری گفتار کا روح پر۔

http://www.urdudigest.com
http://www.urdubooks.net/
http://www.urdutube.net/
Rabadigest.com

☆جب عقل کامل ہوجائے تو کلام کم ہوجاتا ہے۔
☆ سلام کرنے میں پہل کرنا اور اچھی گفتگو کرنا مغفرت کا سبب ہے۔
☆ دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔
سیدہ عروج فاطمہ۔ ملتان

اس ماہ کی حقیقت

''امی! آج نہ تو آپ اسکول گئیں اور نہ ہی ابو دفتر گئے۔''
شعبان کے پوچھنے پر میں نے بتایا۔ ''آج یوم مزدور کی چھٹی ہے۔''
''کیا ابو مزدور ہیں؟'' شعبان نے معصومیت سے پوچھا۔
میں ہنسی۔ ''ہاں بیٹا انجینئر بھی مزدور ہوتا ہے۔''
''اور آپ بھی؟''
''ہاں بیٹا ٹیچر بھی مزدور ہوتی ہے۔''
''ہر محنت کرنے والا مزدور ہوتا ہے۔''
کچھ دیر بعد شعبان بولا۔ ''امی! ہماری ماسی بھی محنت کرتی ہیں مگر اس کی تو آج چھٹی نہیں۔''
مجھے سو والٹ کا جھٹکا لگا۔
فوراً ماسی کو آواز دی۔ ''عذرا برتن چھوڑ دو۔ آج تمہاری چھٹی ہے۔''
''کیوں باجی!'' عذرا نے حیرت سے پوچھا۔
میرے بجائے شعبان نے جواب دیا۔
''کیونکہ آپ بھی مزدور ہیں۔''
آنسہ جواد۔ ڈی آئی خان

اس ماہ کا قطعہ

کوئی غنچہ اکیلا کھل رہا تھا
صبا کی مخبری، دل مل رہا تھا
کسی کو سونپ کر اپنی جوانی
ایک پتا ہراساں ہل رہا تھا
سباس گل۔ رحیم یار خان

اس ماہ کی نظم

بہت یاد مجھ کو آتی ہے ماں
میں پہروں ہوں روتی
بہت ہوں میں کڑھتی
میں ڈھونڈتی ہوں اس کو
مجھے بلاتی نہیں ماں
کوئی یارو مجھے ڈھونڈ کے لادو ماں
منوں مٹی تلے جا سوئی ہے ماں
میں بلاتی ہوں اس کو
نہیں آتی میری ماں
میرے دل میں ہیں باتیں
میرے دل میں غبار
جانے کہاں جا سوئی ہے ماں
میں کس کو بتلاؤں
میں کس کو پکاروں
مجھے ڈھونڈ کے لادو میری ماں
میری آنکھوں میں ہر وقت سمندر ہے رہتا
مگر سب نے صرف مجھ کو ہے ہنستے ہوئے دیکھا
کسی نے اگر میری ماں کو ہے دیکھا
خدارا بلا لو، اسے تم پکارو
میں دامن پکڑ لوں گی جانے نہیں دوں گی
میں اس کو گھسیٹوں گی کہیں پہ چھپا لوں گی
میرا سب کچھ لے لو
بس میری ماں لا دو
کلام: سیدہ ایمن حسن
انتخاب: فوزیہ صفدر۔ لیہ

☆.....

نورین ملک

رمضان المبارک میں معمولات نبیؐ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات عبادت و ریاضت رمضان المبارک میں عام دنوں کی نسبت کافی اضافہ ہو جاتا۔ رمضان المبارک کا مہینہ ہی برکتوں اور سعادتوں والا مہینہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک سے بہت زیادہ محبت فرماتے اور اس کے پانے کی دعا کیا کرتے تھے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک مہینے کا خوش آمدید کہ کر استقبال کرتے تھے۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا کہ تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا کون استقبال کر رہا ہے؟ (یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمائے) اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی وحی اترنے والی ہے یا کسی دشمن سے جنگ ہونے والی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم رمضان کا استقبال کر رہے ہو جس کی پہلی رات تمام اہل قبلہ کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کا چاند دیکھتے تو فرماتے یہ چاند خیر و برکت کا ہے۔ میں اس ذات پر ایمان رکھتا ہوں جس نے مجھے پیدا فرمایا۔ سحری و افطاری کا معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کا آغاز سحری کھانے سے فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تلقین فرمائی کہ سحری ضرور کھایا کرو خواہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔ افطاری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات کھجوروں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے اگر وہ میسر نہ ہوتیں تو پانی سے افطار فرما لیتے تھے۔ رات کے قیام کے لیے جو محبوب عمل سنت نبویؐ سے ثابت ہے وہ نماز تراویح ہے جس میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ قیام رمضان کا تقاضا ذکر و استغفار کی کثرت سے اور ذوق و شوق سے عبادت اور یادِ الٰہی میں انہماک و استغراق ہے۔ رمضان المبارک کی رات کی ہر ساعت اتنی فضیلت اور قدر و منزلت کا حامل ہے کہ ہمارے لیے اس کا اندازہ کرنا محال ہے۔ ختم قرآن رمضان و قرآن میں گہرا باہمی رب و تعلق پایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا۔ (البقرہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ماہ رمضان میں ایک ختم قرآن پر اکتفا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ جب جبرائیل امین آجاتے تو آپ کی سخاوت کی برکات کا مقابلہ تیز ہوا بھی نہ کر پاتی۔ زیادہ تر آپ صلی

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Ridadigest.com

اللہ علیہ وسلم آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے۔
ایم جے قریشی۔ڈی آئی خان

اقوال حضرت علیؓ

☆ بخیل دنیا میں فقیروں جیسی لیکن عاقبت میں اس کا احتساب امیروں جیسا لیا جائے گا۔
☆ عبادت میں بغیر علم کے بھلائی نہیں، علم بغیر فہم کے کچھ نہیں اور وہ قرأت ہی نہیں جس میں تدبر نہ ہو۔
☆ برا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رکھتا کیونکہ وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔
☆ جو شخص اپنی قدر خود نہیں جانتا تو کوئی دوسرا شخص بھی اس کی قدر نہیں پہچانتا۔
☆ جب کسی احسان کا بدلہ ادا کرنے سے تیرے ہاتھ قاصر ہوں تو زبان سے اس کا شکر ضرور ادا کر۔
☆ حسد ذلیل کرتا ہے اور کینہ سے بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔
☆ بے سوچے آدمی غفلت میں مست رہتے ہیں اور سمجھ دار تفکرات میں گرفتار۔
☆ دنیا ایک جانے والا سایہ ہے اور موت آخرت کا دروازہ ہے۔
☆ احسان کر کے احسان جتانا کمینگی ہے۔
☆ مال وارث کے لیے تسلی کا سبب ہے۔
☆ سب سے بڑی خیانت قوم سے غداری ہے۔

روشنی فاطمہ فیصل۔کراچی

تین کام

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آجاتے ہیں۔

1۔تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو اور اپنی بیماری کسی کو مت بتاؤ۔
2۔اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو۔
3۔اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ نہ سمجھو۔

عائشہ مری۔بی

سوچیں ناں!

☆ دنیا میں جینے کے لیے مسکراؤ کیونکہ دنیا ہنسنے والوں کا ساتھ دیتی ہے اور رونے والوں کو چھوڑ دیتی ہے۔
☆ اچھی سوچ کے ساتھ راستہ تلاش کرو گے تو راہیں روشن ہو جائیں گی۔
☆ کانچ کا نازک ٹکڑا ٹوٹ کر تیز دھار چھرا بن جاتا ہے، یہی کیفیت انسان کے ٹوٹے ہوئے دل کی ہوتی ہے۔
☆ بے فرشتہ دیوتا نہیں بلکہ انسان ہیں اور مشکلات انسان کو ہی پیش آتی ہیں۔
☆ بہار کا موسم وقت کے علاوہ جذبات سے بھی مشروط ہے اور جذبات صدا ایک سے نہیں رہتے۔
☆ شکی شخص کی زندگی سوائے بے چینیوں کے کچھ نہیں ہے۔
☆ سانپ گزر جاتے ہیں لیکن لکیریں نہیں مٹتیں۔
☆ زندگی ایک وعدہ ہے موت سے جو اکثر یاد نہیں رہتا کہ ایک دن موت سے ملنا ہے۔

ایس امتیاز احمد۔کراچی

لوگ

☆ وہ لوگ کتنے کم ظرف ہیں جو دوسروں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔
☆ کتنے اچھے ہوتے ہیں وہ لوگ جو بے غرض دوسروں کے کام آتے ہیں اور سچی محبت کرتے ہیں۔
☆ کتنے سنگدل ہوتے ہیں جو دوسروں کا سکون لوٹ کر خوش ہوتے ہیں۔
☆ کتنے بدقسمت ہوتے ہیں جو سچائی اور خلوص کی قدر نہیں کرتے۔
☆ کتنے عظیم ہوتے ہیں جو دوسروں کی غلطیاں معاف کر دیتے ہیں۔
☆ کتنے کھوکھلے ہوتے ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے۔
☆ کتنے ایثار پسند ہوتے ہیں جو دوسروں کی خوشیوں پر اپنی خوشیاں قربان کر دیتے ہیں۔
☆ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کے بندوں سے پیار کرتے ہیں۔

فرزانہ شوکت۔کراچی

ماں

کسی نے پوچھا ماں کون ہے؟
☆ سمندر نے کہا ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اپنی اولاد کو اور اس کے لاکھوں رازوں کو اپنے دل کی گہرائی میں چھپا لیتی ہے۔
☆ بادل نے کہا ماں ایسی دھنک ہے جس میں ہر رنگ نظر آتا ہے۔
☆ شاعر نے کہا ماں ایک ایسی غزل ہے جو اولاد کے دل میں سما جاتی ہے۔
☆ مالی نے کہا ماں گلشن کا دلکش پھول ہے۔
☆ آسمان نے کہا ماں زمین پر خدا کا خوب صورت تحفہ ہے۔
☆ انسان نے کہا ماں اور پھول میں کوئی فرق نہیں۔پھول خوشبو بانٹتا ہے اور ماں ممتا۔

سیدہ عروج فاطمہ۔ملتان

نجات

ایک سہیلی نے دوسری سہیلی سے کہا۔
''تمہارے شوہر کی طبیعت اب کیسی ہے؟''
پہلی سہیلی نے جواب دیا۔''مجھے تو شوہر سے نجات مل گئی ہے۔''
''تم نے کوئی علاج بھی کیا؟''
''اگر علاج کرتی تو نجات کیسی ملتی۔''

ناراض

ڈاکٹر نے نرس کو بلا کر پوچھا۔''وہ کنجوس مریض اب کیوں ناراض ہو رہا ہے آخر اب کیا ہوا؟''
نرس نے جواب دیا۔''وہ اب اس بات پر ناراض ہو رہا ہے کہ وہ دوائیاں ختم ہونے سے پہلے ٹھیک کیوں ہو گیا۔''

نوشین مدثر۔لاہور

لائٹ

جب لائٹ جائے تو
امریکی پاور ہاؤس کال کرتے ہیں
جاپانی فیوز چیک کرتے ہیں
اور
پاکستانی گلی میں جا کر چلا کر کہتے ہیں۔
''ہاں سب کی گئی ہے۔''

مریم نواز۔فیصل آباد

.....☆.....

Rdadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

ادارہ

ذرا پیچھے رہنا

نعت

یہ قسمت میری کیا سے کیا ہو گئی ہے
مجھے نعتِ آقا عطا ہو گئی ہے
خطا کار مجھ سا درِ مصطفیٰ پر
کرم کی عجب انتہا ہو گئی ہے
خیالوں میں آیا ہے جب سے مدینہ
عجب میرے دل کی فضا ہو گئی ہے
کہ رویا لپٹ کر میں یوں جالیوں سے
میری معاف ہر اِک خطا ہو گئی ہے
برستی ہے جوبن کے رحمت کی بارش
مقدر میرا وہ گھٹا ہو گئی ہے
راؤ تہذیب حسین ٹھینیٹ

اپنی ماں کے نام

آج مدرز ڈے ہے
سورج رہی ہوں
اپنی ماں کو کیا پیش کروں.....؟
سرخ رنگ گجرے
یا اولاد کی چاہت سے
لبریز
ایک ڈش
یا
پھر محبت کی خوشبو سے
بنا میٹھا کیک
مگر میرے پاس
کچھ بھی نہیں
ماں
سوائے اک سچے جذبے کے
جو ہر پل
تمہارے جینے کی دعا
کرتا ہے
ماں
میرا یہ جذبہ قبول کرنا
جو تمہارے
قابل تو نہیں
مگر انمول سا تو ہے
سے اپنے آنچل
کے کونے میں سنبھال رکھنا
جب یاد میری آئے
تو اسے کھولنا
تمہیں لگے گا
جیسے برسوں بعد بھی
اس کی خوشبو
ویسی کی ویسی ہے
اس میں سرخ رنگ
گجرے بھی ہیں
محبت کی خوشبو سے

بنا کیک
اور چاہت سے لبریز
ایک ڈش بھی ہے

انیلا طالب

غزل

اس نے ملایا ہاتھ بڑی دوستی کے ساتھ
باندھ لیں میں نے امیدیں اسی پل کے ساتھ
جب شہر آرزو چلنے کی خبر کا ہوا گمان
اک لمحے میں بھول گیا وہ کہی اپنی ہر بات
جب ہونے لگا زمانے کو میری جیت کا احساس
وہیں آنے ہیں پیش حادثے کچھ اس ادا کے ساتھ
جو زندگی کی راہ پہ چل کے احتیاط لازم
وہیں مات کھائی میں نے ہر بار تقدیر کے ہاتھ
ہے دل پہ چھائی میرے، بے کلی سی [illegible]
ہوا اک چھوٹی سی ملاقات اس [illegible]

مریم ماہ منیر

محبت

تمہاری محبت نے مجھے نکھار دیا ہے
سنوار دیا ہے
تمہاری محبت میں میں
پور پور ڈوبی ہوں
از حد سرشاری ہوں
لیکن میرے اطراف کچھ
لوگ ہیں جو کہتے ہیں
اتنی محبت نہیں اچھی
میری جان
کچھ صدقہ خیرات کر دیا کرو
محبت تو اچھی ہے پر

"نظر"
نہیں اچھی

ریما نور رضوان

حسرت

بے حسی کی دیوار
گرا دے کوئی
بے وجہ روٹھنے والوں کو
یہ بتا دے کوئی
کہ یوں گریز پا رہنا
ٹھیک نہیں ہے
یہ جو سرد مہری ہے
بغض کی سہیلی ہے
بہت ہی زہریلی ہے
وفا کو مار دیتی ہے
پھر باقی کچھ نہیں رہتا
جی چاہتا ہے
کہ یہ سب باتیں
ہر خاص و عام شخص تک
پہنچا دے کوئی
میری اس [illegible]
حقیقت بنا دے کوئی

عروج فاطمہ

غزل

ہم درویش لباس کیا کرتے
کربلا کی پیاس کیا کرتے
زندگی کٹ گئی سفر میں مگر
دل میں تھی تیری آس کیا کرتے
ہر قدم پر رقیب تھی دنیا
وہ مرے کم شناس کیا کرتے
میں بھٹکتا رہا اندھیرے میں

Riadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

میرے ہوش و حواس کیا کرتے
سربریدہ تھے پیڑ آنگن کے
مانگ کر تم سے باس کیا کرتے
اوڑھ رکھی ہے درد کی چادر
تھے ازل سے اداس کیا کرتے
زندگی نے مجھے گزارہ ہے!
زندگی تھی نہ راس کیا کرتے

حکیم خان حکیم

غزل

پہلے ہم اتنے زیادہ برباد کب ہوئے تھے
ظلم و ستم بھی اتنے ایجاد کب ہوئے تھے
شہروں میں اتنی زیادہ ویرانیاں کہاں تھیں
جنگل بھی اتنے زیادہ آباد کب ہوئے تھے
رب سے یقین پہلے ڈولا تھا کب ہمارا
ہم غیر کے محتاج امداد کب ہوئے تھے
اپنے وطن میں آکر پھرتے ہیں بے اماں ہم
اب سوچتے ہیں یہ کہ آزاد کب ہوئے تھے
خوش آگئیں نہ جانے کب ہم کو یہ سلاخیں
ہم آشنا مزاج صیاد کب ہوئے تھے
خواہش کی بھی چٹانیں نہ تھیں بلند بالا
انسان بھی قلیل المیعاد کب ہوئے تھے
پہچانتے بھی کیسے ہم مہرباں کو ساجد
ہم کو عرو کے چہرے بھی یاد کب ہوئے تھے

سید ساجد

غزل

اجلی اجلی دھوپ میں سایہ لگتا ہے
چاند کا چہرہ میلا میلا لگتا ہے
تم جیسے بھی ہاتھ چھڑا کر جائیں تو
جیون کا ہر رشتہ جھوٹا لگتا ہے
جس انگنائی میں تم ہی تم ہوتے تھے
اس میں اب یادوں کا میلا لگتا ہے
پہلے کی راتیں کٹ تو جاتی تھیں
اب تو ہر لمحہ ٹھہرا ٹھہرا لگتا ہے
ایک تمہارے کہنے پر موقوف نہیں
سارا گھر ہی سونا سونا لگتا ہے
یہ بتلاؤ ہم کو چھوڑ کر جانے پر
تم کو تنہا تنہا کیسا لگتا ہے
اتنے چہرے رُلتے دیکھے مٹی میں
انساں مٹی کا اک پتلا لگتا ہے
دیکھو تم سے پہلے آکر کون ملے
اس نگری کب کس کا پھیرا لگتا ہے

ایس امتیاز احمد

نظم

ہمارا اور تمہارا
یہ رشتہ بھی
کتنا عجیب ہے
نہ ٹوٹتا ہے
نہ ٹوٹنے دیتا ہے
ساتھ یہ تیرا میرا
نہ کبھی بھی
چھوٹے نہیں، چھوٹے نہیں
رہیں ہم ساتھ یوں ہی
دیکھیں تو رشک کریں
دوست کیا دشمن بھی
ان گاتی ہوئی فضاؤں میں
چاند کے سنگ سنگ
چلتے ہوئے بادلوں میں
ہوا پہ سپنوں کا محل
جہاں پہنچی دھوپ نہ ہو
جہاں آنکھ میں آنسو نہ آئے کبھی
تتلیوں سی پرواز کے
پر لگے ہوں گاڑیوں میں سبھی
جس وادی میں پھولوں سی
مسکان سے لوگ ہوں سبھی
اے زندگی تو!
خوابوں کا سفر
طے کر حقیقت میں کبھی

زروہ وصمان

مجھے تم سے محبت تھی

تم ہی تو میری دعا تھے
تم ہی سے میں نے مانگا تھا
محبت مر نہیں سکتی
ہمیشہ یاد رہتی ہے
ہمارے ساتھ رہتی ہے
تمہارا نام لینے سے
میری آنکھوں کے رنگوں میں
خوشی کا رنگ ابھرتا تھا
جگنو سا وہ لگتا تھا
مگر میری یہ غلط فہمی تھی
محبت مر نہیں سکتی
ہوا ہے احساس یہ مجھ کو
محبت مر بھی سکتی ہے
میری آنکھوں کے گوشوں میں
جو اک نمی سی رہتی ہے
وہ اب مجھ سے کہتی ہے
مجھے تم سے محبت تھی

عروج فاطمہ

نظم

مجھے ایسا شخص چاہیے
جسے دیکھ کر
میری زندگی میں امنگ ہو
جسے دیکھ کر میری زندگی
تنگ نہ ہو
جسے دیکھ کر
روح سیر ہو جائے
جسے دیکھ کر دل دھڑک سا جائے
ایسا شخص چاہیے
جو خود میری تلاش میں ہو
وہ جو میرے انتظار میں ہو
جس نے میرے لیے
ہر رنگ کے پھول سجا کر رکھے ہوں
جس نے میرے لیے
اپنا آپ بچا کر رکھا ہو
مجھے ایسا شخص چاہیے
جسے دیکھ کر میری زندگی میں امنگ ہو
وہ مجھ میں مجھ کو تلاش لے
وہ چھو کر مجھے ہی پیار دے
مجھے ایسا شخص چاہیے

کائنات غزل

نظم

تم کیا جانو
مسافت کا دکھ
مسافت بھی ایسی
کہ جس کی
نہ منزل کی خبر
نہ کوئی ہمسفر
بس اک خاردار رستہ
اور میں آبلہ پا.....!

ریمل آرزو

☆

Ridadigest.com
http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

صالحہ محمود

سندیسے

گیتی آراء ـــــــ کراچی

پیاری آپی اور نورین! بعد از سلام آپ کو شعبان اور رمضان کی اسپیشلی مبارک باد قبول ہو۔ اللہ آپ سب کو ہم کو ایسی ہزاروں ساعتیں نصیب کرے، آمین اور ہماری پیاری آپی کو صحت وتندرستی عطا کرے، آمین اور اب بات ہو جائے پیارے ردا کی تو جناب حسب معمول فہرست پر ایک نظر ڈالی اور ''گوشہ آگہی'' سے ہوتے ہوئے ''ردائے جنت'' میں گم سے ہو گئے۔ ردائے جنت کی خوب صورت دینی باتیں مشعل راہ بن کر ہمارے دل میں اتر گئیں۔ قمروش کا نیا ناول ''بانہوں کے حصار میں'' پہلی قسط پڑھنے کے بعد قارئین یقیناً دوسری قسط کے لیے بے تاب ہیں، ساتھ ہی ریحانہ آفتاب کے ''کہو مجھ سے محبت ہے'' کے لیے بھی۔ امبر فاطمہ کا ناولٹ ''اندھیرے سے اُجالے تک'' شروع میں کہانی اپنے اندر ڈھیروں سسپنس لیے دلچسپ لگی۔ انیتا اختر کی ''میرا خدا میرا گواہ'' کہانی کا منفرد سا موڑ لینا خاصا دلچسپ لگا۔ کرن نعمان تم نے روشنی میں بہت اہم ٹاپک پر قلم اٹھایا ہے، ویلڈن! ودیا مسکان کہانی کا تو نہیں پتا مگر نام نے ضرور متاثر کیا۔ شازیہ جی کی ''زندگی پھول محبت خوشبو'' میں ہمیں کبھی حمزہ اور ضیاء پر ترس آتا تو کبھی ثریا بیگم اپنے فیصلے میں حق بجانب لگتیں۔ اور اب باری تھی صالحہ آپی کے ''خواب پشیماں سا'' کی، واہ صالحہ آپی واہ آپ نے ایک چھوٹے مگر بڑے اہم موضوع کو اپنی تحریر کے ذریعے حقیقت کا رنگ دے دیا۔ خوب صورت اندازِ تحریر کے ساتھ ساتھ خوب صورت ڈائیلاگ بھی دل میں اترتے ہی چلے گئے، خاص کر یہ ڈائیلاگ ''محبت زندگی کا وہ ورق ہے جو پلکوں میں ٹھہرا ٹھہرا اور قدموں کو تھام لیتا ہے۔'' واہ آپی واہ! کیا بات ہے آپ کی۔ اور اب باری تھی ماریہ بانو کی ''میں ہوں بے چارہ شیری'' جو کہ اپنے اندر ہلکا پھلکا مزاح کا رنگ لیے ایک اچھی تحریر تھی۔ ریحانہ آفتاب ''عشق کی داستاں'' میں ہمیں ایک بار پھر آشوری قسمت پر رشک آنے لگا۔ ''ردا کی ڈائری'' میں امجد اسلام امجد اور نوشی گیلانی کا کلام پسند آیا۔ ''اس ماہ'' اور ''خوشبو'' ہمیشہ کی طرح زبردست رہے۔ ''ذرا پھر سے کہنا'' میں سیدہ عروج اور فرزانہ شوکت نے خوب لکھا۔ ''دوستوں کے نام پیغام'' میں سیدہ عروج فاطمہ کا اپنے نام پیغام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اتنے ڈھیر سارے پیار اور خلوص کے لیے ڈھیر سارا شکریہ، ڈھیروں دعائیں، سدا خوش رہو، سکھی رہو، آمین! واہ آپی کی طبیعت کی ناسازی کا پڑھ کر پریشانی ہوئی ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ ہماری آپی کو صحت و تندرستی عطا فرمائے، آمین۔ ''کچن'' اور ''سنگھار''

بھی حسب معمول اچھے رہے۔ مختصر یہ کہ ماہ اپریل کا ردا ہمیشہ کی طرح زبردست رہا، آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ ہماری آپی اور ردا کے تمام قارئین کو صحت وتندرستی عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

پیاری آپی اور ردا کے تمام قارئین سے درخواست ہے کہ میرے شوہر کی طبیعت کچھ ناساز ہے اگر آپ لوگ ان کی صحت یابی کے لیے خصوصی طور پر دعا کر دیں تو بے حد ممنون ہوں گی۔

افشاں علی ـــــــ کراچی

آگ اگلتے اپریل میں برف سی ٹھنڈک لیے افشاں علی کا پرخلوص سا سلام قبول ہو۔ اپریل کا ردا تپتے صحرا میں ساون رت بن کر آیا۔ خوب صورت سرورق نے بہار سا سماں پیش کیا جب کہ فہرست میں صالحہ اپیا آپ کا نام بمعہ افسانہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ ہمیشہ سے ''گوشہ آگہی'' پڑھ کر لگتا ہے جیسے صالحہ اپیا سے بات ہو رہی ہو مگر اس ماہ کے گوشہ آگہی میں صالحہ اپیا نے اپنی باتوں کے ذریعے لکھنے والوں کو کئی مفید مشوروں سے نوازہ۔ واقعی لکھنے کے لیے موضوع کا چناؤ ایک اہم مرحلہ ہے کیونکہ کہانی بننے کے لیے ہم جس طرح (قلم) کو گھمائیں گے کہانی ویسی ہی بنتی جائے گی تو بہتر ہے کہ ہم ہمیشہ کہانی کو کسی ہلکے پھلکے و سبق آموز موضوع پر ہی لکھیں۔ صالحہ اپیا و ردا میں یہ ہی تو بات ہے خاص جو انہیں باقی سب سے ممتاز بناتی ہے کہ وہ نا صرف نئے لکھنے والوں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ لکھنے کے لیے کئی مفید ٹپس بھی دیتے ہیں۔ بس دعا ہے کہ صالحہ اپیا کو اللہ صحت وتندرستی دے اور ردا یونہی دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے، (آمین)۔ قمروش آپی نے ایک بار پھر ہمارے دل کے گرد حصار بنانا شروع کر دیا۔ گاؤں کا ٹچ لیے شروعاتی قسط بہت زبردست رہی اگلی قسط کا بڑی بے صبری سے انتظار ہے۔ ریحانہ آپی کا پہلا ناول کیا کم تھا جو دوسرے ناول نے بھی چار چاند لگا دیئے دونوں ہی ناول میں ایک زبردست مقابلہ شروع ہو چکا ہے کیونکہ دونوں ہی ناول اپنی مثال آپ ہیں۔ عائشہ ذوالفقار کا نام اب کسی تعارف کا محتاج نہیں آپ کے ناول کی دوسری قسط بھی اچھی رہی۔ امید ہے یہ ناول بھی آپ کے پہلے ناول کی طرح کئی مہینوں تک ذہن و دل پر نقش رہے گا۔ ''عشق زادہ'' خوب صورت نام خوب صورت ٹائیٹل اور خوب صورت سی کہانی بہت خوب انیلہ سسٹر، بہت اچھا لکھا آپ نے۔ اکلوتا ناولٹ بھی ہلکی پھلکی کہانی لیے دل کو چھو گیا۔ بات کی جائے افسانوں کی تو خوب صورت سا ٹائیٹل لیے صالحہ اپیا کے قلم سے نکلی کہانی نے اپنے سحر میں جکڑ لیا سادہ لفظوں کے پیرائے میں سجی ایک جامع تحریر۔ آپی اب جلدی سے ایک عدد مستقل ناول لکھ ہی ڈالیے، دل شدت سے آپ کے قلم سے نکلی محبتوں سے گندھی تحریر پڑھنے کو منتظر ہے۔ باقی تمام افسانے بھی اپنی اپنی جگہ خوب رہے۔ ''ردا کی ڈائری'' میں سحر مبین اور نمرہ مسکان کی ڈائری پسند آئی۔ ''اس ماہ میں'' ہمیشہ کی طرح ایس امتیاز احمد بازی لے گئے۔ ''اشعار'' اور ''خوشبو'' دونوں ہی باذوق و باکمال رہے۔ ''ذرا پھر سے کہنا'' میں فرزانہ شوکت اور زارا صدف قمر کی شاعری پسند آئی۔ ''سندیسے'' کی محفل کو عانیہ

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

نیازی، نوشین مدثر، گیتی آراء، عطیہ مری اور افسانہ آفتاب نے خوب رونق بخشی۔ عانیہ نیازی سسٹر بس آپ نے یاد کیا اور لیجیے ہم سندیسہ لیے حاضر محفل ہو چلے۔ آپ نے بالکل بجا فرمایا یہ سندیسے ہماری نصف ملاقات ہیں اور قلمی دوستی بھی انشاءاللہ یہ یونہی تادم حیات برقرار رہے گی۔ ''سندیسے'' کی بات ہو تو ثناء کنول، فریدہ فرید، فرزانہ شوکت، ریما نور رضوان، نور بانو، دھنک ناز، صبا سحر، سیدہ عروج فاطمہ، مصباح مسکان، رابعہ افضال، شہلا گل سحر آپ لوگ بھی جلد از جلد حاضری دیں۔ دوستوں کے نام پیغام میں سیدہ عروج فاطمہ کا پیغام پڑھ کر صالحہ اپیا آپ کی طبیعت ناسازی کا پتا چلا۔ بہت معذرت کچھ گھریلو مصروفیات اور پیپرز کے باعث آپ سے کافی دنوں سے بات نہ ہو پائی بھی میں آپ کی طبیعت خرابی سے لاعلم رہی۔ امید واثق ہے اب آپ کی طبیعت وصحت بہتر ہوگی، طبیعت ناسازگی کے باوجود اب باقاعدگی سے ہر ماہ ردا مجھے بھیجتی رہیں یہ آپ کی محبت وخلوص ہے دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو صحت وتندرستی والی درازی عمر عطا فرمائے (آمین)۔ میری تمام لکھاری بہنوں و قارئین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں ہماری پیاری صالحہ اپیا کو بھی ضرور یاد رکھیے۔ آخر میں ڈھیر ساری دعاؤں کے سنگ افشاں علی کو اجازت۔

انیلا طالب ـــــ گوجرانوالہ

بہت پیاری سی صالحہ آپی میری طرف سے آپ کو بے حد سلام اور آپ کی صحت کے لیے بہت سی دعائیں۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جس سے میں آپ کا شکریہ ادا کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری پیاری آپی کو جلد صحت یاب کرے اور اب جی آتی ہوں تبصرے کی جانب۔ سرخ گلابوں پر برستی بارش ٹپ ٹپ کر کے برس رہی تھی۔ میرا سارا گاؤں سبزے سے لہلہا رہا تھا ایسے میں ڈاکیا آیا اور میرا ردا 10 اپریل کو مجھے تھما گیا۔ صائمہ انصار کا سرخ لباس والا سرورق پسند آیا صفحات پلٹے تو فہرست میں اپنا نام دیکھ کے خوشی سے دل خلق میں ہی اٹک گیا۔ ذرا سا آگے بڑھے تو اداریہ پڑھا۔ بے حد اچھا لگا بہت سی نصیحتیں۔ ایک بات میں کہوں گی واہ آپی جان آپ نے تو دریا کو کوزے میں بند کردیا۔ اس کے بعد ''ردائے جنت'' سے فیض یاب ہو کر ریحانہ آفتاب جی کے مکمل ناول ''کہو مجھ سے محبت ہے'' سے لطف اندوز ہوئے۔ فائز وحید پر بہت غصہ آیا اور انا ہیر زیب پر کافی ترس اور پیار۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار رہے گا۔ افسانوں میں ''میرا خدا میرا گواہ'' سبق آموز افسانہ تھا، ایسی تحریر معاشرے کو سلجھانے کے لیے بہت کام کرتی ہے، ویلڈن۔ ''زندگی پھول محبت خوشبو'' کی یہ والی قسط شاندار رہی، آپی کے افسانے ''خواب پریشاں سا'' سے کافی کچھ سیکھنے کو ملا۔ عائشہ ذوالفقار نے دوسری قسط بڑی عمدگی سے آگے بڑھائی۔ ماریہ یاسر کے افسانے نے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی، ''عشق کی داستاں جدا ہے میری'' زبردست جاری ہے۔ ''ردا کی ڈائری'' سے نوشی گیلانی کی نظم نے خاصا مزہ دیا۔ ''اس ماہ میں'' سحر مبین کی تحریر اور لطائف نے بور نہیں ہونے دیا۔ نورین ملک نے کیا خوب صورت خوشبو ہم تک پہنچائی۔ ''ذرا پھر سے کہنا'' میں فرزانہ شوکت، سیدہ عروج فاطمہ اور عروشمہ عرش خان چھائی رہیں۔ ''سندیسے'' سب کے لاجواب تھے۔ گیتی آراء

میری نظم پسند کرنے کا شکریہ۔ ''کچن'' میں آکر خوب کھانا پکانا سیکھا۔ اگلے ماہ انشاءاللہ تبصرہ لے کر پھر حاضری دوں گی سب قارئین اور ردا اسٹاف کو دل سے دعاؤں کے ساتھ خدا حافظ۔

عانیہ نیازی ـــــ ربوہ

السلام علیکم! پیاری آپی آپ کو اور تمام پڑھنے والوں کو بہت پیار اور رمضان کی آمد اور رمضان کی برکتیں تمام لوگوں کو بہت مبارک ہوں۔ اب بات ہو جائے ردا کی تو اس ماہ کا ردا خوب صورت ٹائٹل سے سجا دل کو بھلا لگا۔ سلسلے وار میں ایک بار پھر سے قمروش کو دیکھ کر خوشی ہوئی ان کا اندازِ تحریر بڑا خوب صورت اور پیار بھرا ہے جو قاری کو خوابوں کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ شازیہ مصطفیٰ کا ناول تیزی سے اختتام کی جانب گامزن ہے اور خوب صورتی سے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ ریحانہ آفتاب کے سلسلے وار ناول کے ساتھ مکمل ناول کا تحفہ دے کر دل خوش کردیا اور ماشاءاللہ سے بہت ہی خوب صورت تحفہ دیا ہے، مکمل ناول میں دونوں کرداروں کے احساسات و جذبات کی بڑی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ ریحانہ کی انسانی نفسیات پر بڑی ریسرچ ہے، ویل ڈن۔ سلسلے وار میں عرشمان جیسا کردار لکھ کر آپ نے شاید ہر لڑکی کے دل میں یہ آرزو جگا دی ہے کہ اسے بھی عرشمان جیسا ہم سفر ملے کیونکہ عورت محبت سے زیادہ عزت چاہتی ہے اپنے جیون ساتھی سے اور عرشمان ایک ایسا ہی کردار ہے۔ دوسرا مکمل ناول انیلا طالب کا تھا پہلی تحریر ہے شاید یہ ان کی اچھی تھی وہ ناولٹ میں امبر فاطمہ نے اچھی کوشش کی۔ افسانوں میں سبھی کے افسانے اچھے تھے اور مستقل سلسلے بھی سبھی دلچسپ تھے۔ خدا کرے کہ ردا یونہی ترقی کا سفر جاری وساری رکھے، آمین۔

نوشین مدثر ـــــ لاہور

پیاری آپی آداب! کہیے کیسی ہیں آپ؟ امید ہے مزاج باخیر ہوں گے۔ رمضان کی برکتیں اور رحمتیں تمام امت مسلمہ کو مبارک ہوں، آمین۔ آپی اب بات ہو جائے ردا کی سب سے پہلے ہمارا شکوہ نوٹ کیا جائے کہ یہاں لاہور میں ردا بہت لیٹ ملتا ہے، کبھی کبھی تو پورا مہینہ گزر جاتا ہے اور اینڈ کی تاریخوں میں ردا ہمیں نصیب ہوتا ہے۔ سو پلیز آپی اس مسئلے پر توجہ دیں تاکہ ردا ہمیں بروقت مل سکے۔ اسی وجہ سے میں سندیسے میں بھی شامل نہیں ہو پاتی ورنہ بڑا اچھا لگتا ہے سندیسے کے ذریعے آپ سے اور تمام رائٹرز و قارئین سے باتیں کرنا۔ اب ردا کے اس ماہ کے شمارے کی طرف آتے ہیں خوب صورت ٹائٹل بہار کا پتہ دے رہا تھا۔ سلسلے وار ناولز چاروں ہی اچھے رہے۔ قمروش کے ناول کی پہلی قسط کا ابھی تعارف کا سلسلہ ہی رہا۔ عائشہ ذوالفقار کا ناول ویسے تو بڑا اچھا جا رہا ہے دوستوں کی نوک جھونک بہت اچھی لگتی ہے مگر کرداروں کی بہت بھرمار ہے بڑی مشکل ہو رہی ہے۔ سب کو یاد رکھنے میں شازیہ مصطفیٰ کا ناول آخری مراحل میں لگ رہا ہے مکمل ناول میں ریحانہ آفتاب تو چھا گئیں ہیں۔ آئی لو یو ریحانہ جی۔ سچی مجھے تو بڑا پیار آیا جب میں نے آپ کا مکمل ناول پڑھا، پرائیڈ پر ''جاری ہے'' دیکھ کر دل کٹ کر رہ گیا۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ افسانے ویسے تو سبھی اچھے تھے مگر صالحہ آپی کے افسانے کے کیا کہنے بہت ہی خوب صورت تحریر اور حقیقت پر مبنی تھی۔

☆

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

عائشہ حمد

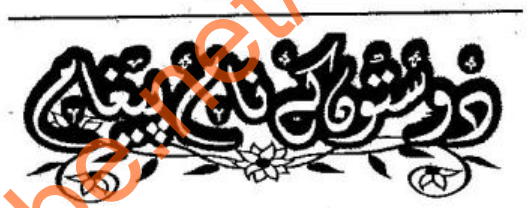

انیتا اختر کے نام

کیسی ہو انیتا اختر، امید ہے ٹھیک ہو گی۔ تمہاری ایک اور اسٹوری شائع ہوئی، بہت بہت مبارک ہو یار۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی ڈھیروں کامیابیاں دیکھنا نصیب فرمائیں اور ردا کے دم سے تمہارا نام یونہی جگمگاتا رہے، آمین۔ مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا۔

خضر کنول۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ردا کے نام

تیری حیات کا ہر لمحہ شادماں گزرے
بہار سجدہ کرے جو تو جہاں جہاں گزرے
خدا نصیب کرے تجھ کو دائمی خوشیاں
تو سرخرو ہو جب کوئی امتحان گزرے
میں اس حصار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
تمہارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
رچا ہوا ہے تیرا عشق میری نس نس میں
میں اس خمار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں

فرزانہ شوکت۔ کراچی

ردا کے نام

پھولوں کی خوشبو سے مہکی تتلی کے پروں کی سی پیاری اور دوشیزہ جیسی نوجوان اپنی پیاری ردا کے لیے میری بہت سی دعائیں، ردا تم جس طرح نئے لکھاریوں کو اپنے صفحات پر سمو کر دوسروں کے سامنے لاتی ہو، تمہاری یہ خوبی دیگر ڈائجسٹوں سے تمہیں ممتاز کرتی ہے، میری رب تعالیٰ سے گزارش ہے کہ وہ اور ترقیاں تمہیں نصیب کرے پھولوں کی طرح اچھے اچھے رائٹرز سے تمہارا وجود مہکتا رہے، تمہاری تازگی سدا برقرار رہے اور تم یوں ہی داد و تحسین پاتی رہو۔ تمہیں سینچ سینچ کر اپنا وقت دے کے پروان چڑھانے والی آپی جان کے لیے بہت سی نیک خواہشات، جگ جگ جیو ردا!

انیلا طالب۔ گوجرانوالہ

ردا کے چاہنے والوں کے نام

رداڈائجسٹ کی اس خوب صورت و دلکش بزم میں کافی ماہ بعد آئی ہوں۔ اے بہنوں میں تمہاری اپنی ریما ہوں۔ بھول گئی ہو کیا۔ دیکھو کیتی آراء کو یاد آ گیا چلو شاباش اب بیٹھنے دو۔ اس بزم میں شامل ہر فرد واحد کو میرا پیار و خلوص بھرا السلام علیکم کیسے ہیں سب احباب؟ کیسی گزر رہی ہے حیات؟ سبھی کی صحت و سلامتی کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔ مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھنا افشاں علی، قرۃ العین، سحرش فاطمہ، زینب ملک ندیم، منتہا آرائیں، سیدہ عروج فاطمہ، طیبہ عنصر مغل، انعم شاید، زارا صدف قمر، انمول عائشہ صدیقہ، کبریٰ نوید، غزالہ جلیل راؤ، نبیلہ ناز راؤ، قمروش، شازیہ مصطفیٰ، نائیلہ طارق، سعدیہ عابد، صدف آصف سبھی دوستوں کو ڈھیر سارا سلام دعا

ردا کے توسط سے جو نام لکھنا رہ گئے معذرت آئندہ خط میں ضرور لکھوں گی۔ اب اللہ حافظ اپنا اور اپنے سے جڑے ہر رشتے کا خیال رکھیے گا۔ مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ریما نور رضوان۔ کراچی

ہاجرہ کے نام

ہاجرہ! تمہیں ایم ایس سی میں شاندار کامیابی پر بہت مبارک باد۔ تم نے تو کمال کر دیا ہے میں تمہارے لیے بہت بہت خوش ہوں، میری دعا ہے کہ تمہاری کامیابیوں کا سفر یونہی رواں دواں رہے۔

سنبل ذوالفقار۔ لاہور

ردا کے رائٹرز و قارئین کے نام

میں ردا کی ایک خاموش قاری ہوں مگر آج دل چاہا کہ قلم اٹھا کر آپ لوگوں سے کچھ دل کی باتیں کروں۔ میں نے آپ لوگوں کو بائے فیس تو نہیں دیکھا آپ کی تحریروں اور سندیسوں سے جانا جتنا بھی جانا اور آپ یقین کریں مجھے آپ سب اپنی سی لگتی ہیں۔ پھر وہ ریما نور ہوں، فریدہ فرید، رابعہ افضال یا کیتی آراء سب میں طرح سندیسے کی محفل اور دوستوں کے پیغام میں ایک دوسرے کو یاد کرتی اور رکھتی ہیں مجھے یہ سب بہت اچھا لگتا ہے۔ قارئین عانیہ نیازی، نوشین مدثر، نائلہ جبیں، حنا علی کے انتخاب و سندیسے مجھے پڑھنا اچھا لگتا ہے۔ رائٹرز میں میری موسٹ فیورٹ صالحہ آپی، قمروش اور عائشہ ذوالفقار ہیں۔ میرے لیے آپ سب ایک ایسے دیس کی پریاں ہیں جو میری تنہائی اور اداسی میں میرے ہونٹوں پر ہنسی کی وجہ بن جاتی ہیں آپ سب کے لیے بہت سی دعائیں۔

ثروت گیلانی۔ گجرات

جیون ساتھی کے نام

میرے جیون ساتھی ساتھ نبھائیں گے
ہماری روحوں کو سیراب کر جائیں گے
جب بھی خودی ستائے چندہ کشمکش نظر آئے
دھیرے سے گدازلبوں پہ
پیار کی مٹھاس جگائیں گے
مانا انا پرست ہوں پر ہوں وفادار
گرفت میں تیری سما کے
سینے پہ تیرے سر اپنا
ٹکائیں گے
تیری نام کی لگا کر
بوٹے مہندی کے اس پر کنگن
نام کے تیرے چڑھائیں گے
کنگنا بھرے ہاتھ کانوں کی لو تک
لے جائیں گے
پھر ہم محبت دلائیں گے
برکھا شام کی یون حسین رُت کی بدلیاں
میرے جیون ساتھی سب بھی روٹھ جاؤ
مخط اک فریاد کریں
ہر انداز سے منائیں گے ہم اپنی محبت کو
تجھ پر جتائیں گے ہم!!

کنول مہر۔ لاہور

پیاری سی بہن سومی کے نام

کیسی ہیں آپ، مجھے بہت بہت خوشی ہوئی آپ کی شادی کا سن کر، آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ اپنے پیارے سے ڈارلنگ حسنین جاوید کے ساتھ ہمیشہ خوش رہیں، آمین۔

سارہ احسان۔ بہاولپور

.....☆.....

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Piddigest.com

ثمینا اقبال

کچپ

میتھی کے پراٹھے

اجزاء:

تازہ میتھی	: ایک گڈی
نمک	: ایک کھانے کا چمچہ
آٹا	: تین پیالی
ثابت دھنیا	: ایک کھانے کا چمچہ
بالائی	: تین کھانے کے چمچے
(گھی یا مکھن بھی ڈال سکتے ہیں)	:
پانی	: حسبِ ضرورت
ہری مرچ	: چار سے پانچ عدد
پیاز	: ایک عدد
ہرا دھنیا	: ایک گڈی
سرخ مرچ	: ڈیڑھ کھانے کا چمچہ
کوکنگ آئل	: پراٹھوں کے لیے

ترکیب: میتھی کے پتے چن کر صاف کریں اور اچھی طرح پانی سے دھولیں۔ ہرے دھنیے کی لمبی پتیاں نرم ڈنڈیوں سمیت توڑ کر دھولیں۔ پیاز چھیل کر موٹی موٹی کاٹ لیں۔ اب میتھی میں ہرا دھنیا، پیاز، ثابت دھنیا، ہری مرچ، نمک اور مرچ ملا کر باریک پیس لیں۔ (بلینڈر میں پاسل پر) اور چٹنی سی بنالیں۔ اگر ضرورت ہو تو تھوڑا سا پانی ڈال دیں۔ آٹے میں بالائی ڈال کر ہاتھوں سے ملائیں اور تھوڑا تھوڑا کر کے میتھی کی چٹنی آٹے میں ملاتے ہوئے گوندھ لیں حسبِ ضرورت آٹے یا پانی کی مقدار بڑھا سکتے ہیں۔ آدھے گھنٹے کے لیے ڈھانپ کر رکھنے کے بعد پیڑے بنا کر روٹی بیل لیں اور درمیانی آنچ پر گھی یا تیل میں پراٹھے بنالیں اور دہی کے ساتھ پیش کریں۔

کچے قیمے کے کباب

اجزاء

قیمہ	: آدھا کلو
پیاز (تل کر براؤن پیس لیں)	: آدھا کپ
لہسن ادرک پیسٹ	: ایک کھانے کا چمچہ
بیسن (بھون لیں)	: چار کھانے کے چمچے
انڈا	: ایک عدد
ہرا دھنیا (چوپ کرلیں)	: دو کھانے کے چمچے
ہری مرچیں (چوپ کرلیں)	: دو عدد
پیاز (باریک چوپ کی ہوئی)	: آدھا کپ
پپیتا پیسٹ	: ایک چائے کا چمچہ
نمک	: حسبِ ذائقہ
ثابت لال مرچیں	: دس عدد
ثابت دھنیا	: ایک چائے کا چمچہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	: چھ عدد
لونگ	: چار عدد
دار چینی	: ایک عدد
چھوٹی الائچی	: تین عدد
بڑی الائچی	: ایک عدد

ترکیب: ثابت لال مرچوں، ثابت دھنیا، ثابت زیرہ، سیاہ مرچ پاؤڈر، دار چینی، چھوٹی الائچی اور بڑی الائچی کو بھون کر پیس لیں۔ قیمہ میں براؤن کی ہوئی پیاز، لہسن، ادرک پیسٹ، بیسن، انڈا، ہرا دھنیا، ہری مرچیں، نمک، پیاز، پپیتا پیسٹ اور بھون کر پسا ہوا مسالا ڈال کر مکس کر کے آدھا گھنٹہ میرینیٹ ہونے کے لیے چھوڑ دیں۔ اب آمیزے کے چھوٹے چھوٹے کباب بنا کر تھوڑے گرم تیل میں فرائی کریں۔ ہری چٹنی، پیاز اور روٹی کے ساتھ سرو کرو۔ مزے دار کچے قیمہ کے کباب تیار ہیں۔

بھنا ہوا قیمہ

اجزا

قیمہ	: آدھا کلو
پیاز	: دو عدد
ٹماٹر	: تین عدد
ہری مرچ	: چار عدد
ہرا دھنیا	: آدھا گٹھی
کٹی لال مرچ	: ایک کھانے کا چمچہ
ہلدی	: ایک چائے کا چمچہ
پسا گرم مسالا	: آدھا چائے کا چمچہ
خشک میتھی	: ایک چائے کا چمچہ
ادرک لہسن پیسٹ	: دو کھانے کے چمچے
نمک	: حسبِ ذائقہ
تیل	: ایک چوتھائی کپ

ترکیب: پہلے کڑاہی میں تیل گرم کر کے دو عدد باریک کٹی پیاز شامل کر کے اتنا فرائی کریں کہ وہ اچھی طرح سے براؤن ہوجائے۔ پھر اس میں دو کھانے کے چمچے ادرک، لہسن کا پیسٹ اور آدھا کلو قیمہ شامل کر کے اتنا کہ قیمے کا تمام پانی خشک ہوجائے۔ پھر اس میں تین عدد کٹے ہوئے ٹماٹر، چار عدد پوڈینہ ہری مرچ ایک کھانے کا چمچہ کٹی لال مرچ، ایک چائے کا چمچہ ہلدی، آدھا چائے کا چمچہ پسا گرم مسالا اور حسبِ ذائقہ نمک شامل کر کے خوب اچھی طرح سے بھنائی کریں۔ آخر میں ہرا دھنیا اور خشک میتھی ڈال کر مکس کرلیں اور سرو کریں۔

اسپرنگ رول

اجزاء

رول کے لیے پٹیاں	: تیرہ عدد
بند گوبھی	: ایک عدد
(درمیانے سائز باریک کٹی ہوئی)	:
گاجر	: دو عدد کدوکش کی ہوئی
شملہ مرچ	: باریک کٹی ہوئی
ہری پیاز	: چار عدد باریک کٹی ہوئی
نمک	: حسب ذائقہ
کٹی ہوئی مرچ	: ایک چائے کا چمچہ
کالی مرچ پسی ہوئی	: ایک چائے کا چمچہ
اجینوموتو	: ایک چائے کا چمچہ
سویا سوس	: دو چائے کے چمچے
سرکہ	: دو چائے کے چمچے
کوکنگ آئل	: دو کپ

ترکیب: تمام سبزیوں کو دو چمچے تیل ڈال کر فرائی کرلیں تقریباً پانچ منٹ تک، اس کے بعد تمام مسالے شامل کرلیں جب تمام سبزیاں ٹھنڈی ہو جائیں تو ایک ایک پٹی پر تیار سبزیوں کو رکھ کر رول بنائیں اور ڈیپ فرائی کرلیں، کیچپ کے ساتھ نوش فرمائیں۔

چکن اور آلو کے کٹلٹس

اجزاء

ڈبل روٹی	: ایک عدد
بغیر ہڈی کی مرغی	: ڈیڑھ پاؤ
آلو (ابلے ہوئے)	: ڈیڑھ پاؤ
نمک	: حسب ضرورت
کٹی مرچیں	: دو چائے کے چمچے
املی کا پیسٹ	: چار کھانے کے چمچے
زیرہ (پسا ہوا)	: ایک چائے کا چمچہ

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

تیل : تلنے کے لیے
کیچپ : حسب ضرورت

ترکیب: ابلے ہوئے آلوؤں کو اچھی طرح سے مسل لیں، اب ان میں نمک، املی، کٹی مرچیں اور زیرہ شامل کردیں۔ چکن کو دو کپ پانی میں ڈال کر گلالیں اور گلنے کے بعد اس کے ریشے الگ کرلیں اور آلوؤں میں ملادیں۔ ڈبل روٹی کے سلائسز کے کنارے سے دبا کر پانی اس طرح نچوڑیں کہ سلائس نہ ٹوٹے (پانی کسی گہری پلیٹ میں لیں) اب اس سلائس کے درمیان آلو والا آمیزہ رکھ کر لمبائی یا گولائی میں فولڈ کریں اس طرح سارے کٹلٹس بنالیں۔ اب تیل گرم کرکے ان کٹلٹس کو گولڈن براؤن ہونے تک فرائی کریں (دھیان رہے کہ ان کو ڈیپ فرائی نہیں کرنا ہے) براؤن ہونے پر ڈش میں نکال کر کیچپ کے ساتھ سروکریں۔

مونگ کی دال کے بڑے

اجزاء

مونگ کی دال	:	ایک کپ
ادرک	:	ایک انچ کا ٹکڑا
ہری مرچیں	:	تین عدد
زیرہ	:	ایک چائے کا چمچہ
ہرادھنیا	:	آدھا کپ
نمک	:	حسبِ ذائقہ
کھانے کا سوڈا	:	ایک چوتھائی چائے کا چمچہ
دہی کے لیے:		
دہی (پھینٹ لیں)	:	آدھا کلو
نمک	:	حسبِ ذائقہ
ہرادھنیا	:	آدھی گٹھی
ہری مرچیں	:	تین عدد
لہسن کے جوے	:	دو عدد
زیرہ (کٹا ہوا)	:	ایک چائے کا چمچہ
چینی	:	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب: دال کو بھگو کر پانی نکال کر ادرک، ہری مرچیں، زیرہ، ہرادھنیا، نمک اور کھانے کے سوڈے کے ساتھ پیس لیں اور کباب کے سائز کے پیڑے بنالیں، گرم تیل میں ڈال کر پکائیں۔ آنچ کم رکھیں کہ کچا نہ رہ جائے اور تلنے کے بعد انہیں نمک ملے پانی میں ڈال دیں۔ نمک، ہرادھنیا، ہری مرچیں، دہی، زیرہ اور چینی گرائنڈر میں پیس لیں اور دہی میں مکس کرلیں۔ اب بڑے پانی سے نکال کر نچوڑ کر دہی میں ڈالیں اور سروکریں۔ چاہیں تو میٹھی چٹنی اوپر سے ڈال لیں۔

ہری مرچ تلی ہوئی

اجزاء

ہری مرچ لمبی لمبی	:	دو درجن
نمک، سرخ مرچ	:	حسبِ ذائقہ
لہسن	:	بارہ جوے
املی	:	بس بارہ دانے
ادرک	:	ایک چھوٹا ٹکڑا
سفید زیرہ	:	ایک چائے کا چمچہ
تیل	:	حسبِ ضرورت

ترکیب: املی دھو کر گودا بنالیں۔ نمک، سرخ مرچ، دو تین سبز مرچ اور لہسن کے چھ جوے سب کچھ ملا کر باریک پیس لیں۔ بیسن کو چھان کر ایک کھلے منہ کے برتن میں ڈالیں اور سب مسالا بیسن میں ملا کر پانی سے گاڑھا گھول لیں۔ ایک چٹکی سوڈا ملا کا ایک گھنٹہ کے لیے پڑا رہنے دیں پھر مرچوں میں مسالا بھرنے کے لیے الگ سے بنائیں۔ املی بھرنے والے مسالے میں ڈالنی ہے املی، نمک، سرخ مرچ، سبز مرچ، ادرک، سفید زیرہ پیس لیں۔ یہ مسالا پیس کر مرچوں میں بھریں تیار شدہ بیسن میں ڈبو ڈبو کر ہلکی آنچ پر تل کر سرخ کرکے نکال لیں۔

.....☆.....

سنگھار

جلد کی دیکھ بھال

ہماری جلد پر ہر روز مردہ خلیوں کی ایک تہہ جمع ہو جاتی ہے جس کے باعث یہ بے رونق اور کھردری نظر آنے لگتی ہے۔ زیادہ تر خواتین چہرے کی کلینزنگ، ٹوننگ اور موئسچرائزنگ کی اہمیت سے تو واقف ہیں لیکن وہ اس بات سے آگاہ نہیں کہ اسکن کیئر کا یہ عمل اسکرب کے بغیر ادھورا رہتا ہے۔ عام تصور یہ ہے کہ روزانہ اسکرب سے چہرے کی جلد خراب ہو جاتی ہے۔ جب کہ سچ یہ ہے کہ اگر آپ باقاعدگی کے ساتھ کسی نرم اثر اسکرب سے چہرے کی اسکرب نہ کریں تو مردہ کھال جمع ہو کر اسے خشک اور کھردرا بنا دے گی۔ یہ بے جان خلیے جلد کی تازگی چھین لیتے ہیں کیوں کہ ان کے باعث آپ کی جلد نئے سرے سے سانس نہیں لے پاتی۔ ماہرین کی رائے ہے کہ ان خلیوں جلد سے مردہ خلیے اتارے بغیر کلینزنگ اور ٹوننگ کرنا داغ اور مہاسے پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے کیوں کہ مردہ خلیوں کے باعث جلد کے مسامات بند ہو سکتے ہیں اور بیکٹیریا کی افزائش کے نتیجے میں اس پر ایکنی نمودار ہو سکتی ہے۔

باقاعدہ اسکرب سے جلد کے مسامات بند نہیں ہوتے اور خواتین کے ذہن میں اسکرب سے متعلق غلط تصورات پائے جانے کی وجہ عام طور پر غلط اسکرب کا استعمال ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں درج ذیل باتوں کا خیال رکھیں۔

☆ روزانہ اسکرب کے لیے ایسا اسکرب منتخب کریں جس میں پپیتا اور خوبانی جیسے اجزاء کے علاوہ وٹامن اے، ہی اور ای موجود ہو۔ تاکہ ان کی مدد سے آپ کی جلد سورج کی مضر شعاعوں، فضائی آلودگی اور وقت سے پہلے جھریاں پڑنے کے عمل سے محفوظ رہے۔

☆ اپنے لیے کوئی اسکرب منتخب کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کرلیں کہ یہ آپ کی جلد کی ساخت کے اعتبار سے مناسب ہے۔ کیوں کہ ایسا اسکرب استعمال کرنے کے نتیجے میں کہ جو آپ کی جلد کے لیے موزوں نہ ہوں، ریشز پڑ سکتے ہیں۔

☆ خوبانی بطور خاص اسکن کو نرم و ملائم اور جوان بنانے کی خوبی رکھتی ہے لہٰذا ایسا اسکرب استعمال کریں جس میں خوبانی شامل ہو۔

☆ حساس جلد کی مالک خواتین کے روزانہ استعمال کے لیے کا یا معتدل اسکرب بہترین مانا جاتا ہے۔ لہٰذا تمام خواتین یہ بات یاد رکھیں کہ روزانہ کی جانے والی اسکرب بلیک ہیڈز اور وائٹ ہیڈز صاف کرکے آپ کی جلد کو نہ صرف تازگی کا احساس بخشتی ہے بلکہ اسے صحت مند اور ریشم کی مانند نرم و ملائم رکھتی ہے۔ اس لیے اپنے حسن کی حفاظت میں کسی بھی قسم کی سستی سے کام نہ لیں کہ کہیں آپ کی جلد کی خوب صورتی ہی نگاہوں

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/

سے اوجھل نہ ہو جائے۔ کلینزنگ، اسکربنگ، ٹوننگ اور موئسچرائزنگ کو اپنے روز کے معمول میں شامل رکھیں۔ پھر دیکھیں کہ اس کے کتنے حیرت انگیز نتائج آپ کے سامنے آتے ہیں۔

بیوٹی ٹپس

گرمی کے موسم میں اگر چند گھنٹے باہر گزارنا چاہتی ہیں تو گھر سے نکلنے سے پہلے بالوں میں تھوڑا سا لیموں کا عرق لگالیں۔ اس سے آپ کے بال ریشمی اور خوب صورت نظر آئیں گے۔ مزید یہ کہ دھوپ کے برے اثرات سے بھی بہت حد تک محفوظ رہیں گے۔

☆ اگر زیادہ دیر باہر دھوپ میں گزارنے کے باعث آپ ''سن برن'' کا شکار ہوگئی ہیں تو متاثرہ جگہ پر ایلوویرا کا عرق لگائیں یا ایسی کوئی لوشن لگائیں جس میں ایلوویرا شامل ہو۔ اس سے نہ صرف آرام آئے گا بلکہ جھلسی ہوئی جلد بھی ٹھیک ہوجائے گی۔

☆ گرمیوں کے موسم میں چونکہ خواتین باریک فیتوں والے سینڈل اور چپلیں پہنتی ہیں جن میں پاؤں زیادہ تر کھلے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس موسم میں پیروں کی صفائی ستھرائی اور دیکھ بھال بہت ضروری ہے۔ گھر پر فٹ اسکرب تیار کرنے کے لیے دانے دار نمک یا چینی اور زیتون کا تیل ملا لیں اور اسے نرمی کے ساتھ پیروں پر رگڑیں۔ اس عمل سے آپ کے پیروں کی مردہ کھال آسانی سے اتر جائے گی اور وہ صاف ستھرے نظر آئیں گے۔

☆ اگر آپ کے پاؤں کے ناخن، نیل پالش لگانے یا کسی اور وجہ سے پیلے ہوگئے ہیں تو پانی کے ٹب میں ہلکا سا بلیچ ڈال کر اس میں تھوڑی دیر تک پاؤں بھگوئیں۔ ناخنوں کا پیلا پن دور ہو جائے گا۔

☆ موسم گرما کے دوران آئی میک اپ ریموور ہمیشہ اپنے پرس میں رکھیں تاکہ بہ وقت ضرورت آنکھوں کا میک اپ صاف کرسکیں۔

☆ گرمی کے موسم میں زیادہ پسینہ آنے کے باعث چہرے کے مسامات کھل جاتے ہیں اور چہرے پر دانے اور مہاسے پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ لہٰذا دن میں کئی بار منہ دھوئیں اور وقتاً فوقتاً ٹھنڈے عرق گلاب کو چہرے پر تھپتھپائیں۔

نیم کے فوائد

نیم کے بے شمار فوائد ہیں یہ ایک سستا اور آسانی سے فراہم ہونے والا قدرتی تحفہ ہے جس کے ذریعے کم قیمت میں باآسانی بے شمار فوائد اٹھائے جاسکتے ہیں۔ اس کا کوئی سائیڈ افیکٹ نہیں۔ چند اہم فوائد درج ذیل ہیں:

☆ خون صاف کرتا ہے۔ چہرے کے داغ دھبے، جھائیاں، کیل، مہاسے ختم کرتا ہے۔ جسم کے انفیکشن میں مفید ہے۔ شوگر کنٹرول کرتا ہے۔ بی پی کنٹرول کرتا ہے۔ جسم سے یورک ایسڈ ختم کرتا ہے۔

☆ یورین کے ذریعے تمام فاسد مادوں کا اخراج کرتا ہے۔ بہترین ماؤتھ واش ہے۔

☆ دانتوں کو صاف کرتا ہے۔ Plaque کو صاف کرتا ہے۔ کینسر کے خلیوں کو متحرک نہیں ہونے دیتا۔ نیم کے اندر Antioxidents400 ہوتے ہیں۔ جو جسم سے ریڈیکل کا اخراج کرتے ہیں۔ ریڈیکل وہ عناصر ہوتے ہیں جو اعضا کو تباہ ہونے سے روکتے ہیں۔

☆ بالوں کو لمبا، گھنا، صحت مند اور چمکدار کرتا ہے۔

.....☆.....

اب گرمی بھی ہوگئی ٹھنڈی...
تبت
پریکلی ہیٹ
پاؤڈر
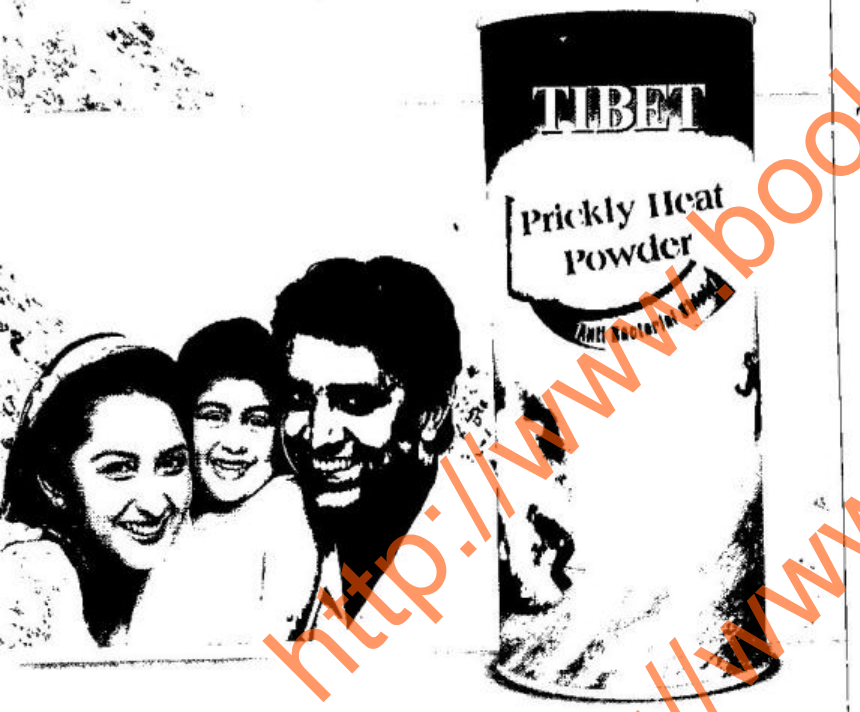

تبت پریکلی ہیٹ پاؤڈر
گرمی دانوں سے نجات اور ٹھنڈک کا خوشگوار احساس
TPHP/07/2K17

http://www.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/
Digest.com

لیزر لائٹ ٹریٹمنٹ
اب گھر بیٹھے
پر کیسے؟

http://www.books.urdutube.net/
http://www.urdutube.net/